وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا

[illegible]

الامامت

منصب امامت

از تالیفات حضرت جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید مترجمہ جناب مولوی محمد عبداللطیف صاحب [illegible]

در مطبع فاروقی دہلی محمد معظم طبع نمود

متصور شود اول آنکه شخصے کمالات نفسانی مرغوب
بدست حاصل کرده و خدمات شایسته بجا آورده تکالیف
و رنج بیشمار [illegible] امتثال اوامر او برخود گوارا ساخته و جان و
مال و عزت و آبرو در اطاعت او درباخته پس نظر بلیاقت و
اطاعت او عنایات مالک بحال او متوجه گردیده و او را
مقام وجاهت بدست آمده و طریق ثانی آنکه بادشاه
حلیم اراده فرماید که کسے را تربیت و تادیب نموده بر منصب
امارت و وزارت قائم گرداند بنا علیه طفلے را از رعایائے
خود ممتاز فرموده بحلیه خاص ملقب نماید و او را بذات خود
تربیت و تادیب فرماید و در کنف ولایت و کفالت خود
پرورش کند و نهال تربیت او را بزلال عنایات خود
آب دهد تا که بسایه حمایت خود بکمال نشو و نما رساند و بثمر
ثمرات مقصود گرداند باز بکمالات تعلیمیه خود را در نظر حضار
حضور بانواع تدبیرات برروے کار آرد و منصب مقصود
به او سپارد اگرچه منصب مذکور بالفعل بظاهر نظر بظهور کمالات او
مسلم شده فاما منصب مذکور فی الحقیقت در همان وقت
باو مسلم شده بود که او را در سن طفولیت برائے اقامت
این منصب پرورش فرموده پس این منصب وجاهت
اول حاصل گردید و حصول کمالات و ادائے خدمات
از فرع اوست پس وجاهت اولی مترتب ست بر تحصیل کمالات
و ادائے خدمات بخلاف ثانی که حصول کمالات و ظهور
خدمات مترتب ست بر حصول وجاهت همچنین خواص
عباد الله را نیز بحضور مالک علی الاطلاق و مالک
بالاستحقاق منصب وجاهت بدو طریق حاصل میشود
اول نتیجه ادائے عبادات و ثانی اصل اصول همه کمالات

متصور ہوتا ہے اول یہ کہ ایک شخص نے کمالات ذاتی
پسندیدہ خداوند حاصل کیے اور خدمات شائستہ بارگاہ بجا لایا
اور تکالیف بسیار و رنج بیشمار کا صدمہ بجا آوری ارشاد میں
اپنی ذات پر اٹھایا اور جان و مال اور عزت و آبرو کو اسکی اطاعت
اور فرمانبرداری میں لوٹایا پس نظر بر لیاقت و اطاعت عنایات
خداوندی و الطاف بادشاہی اسکے حال کی طرف متوجہ ہوئیں
اور اسکو مقام وجاہت حاصل ہوا۔ دوسرے طریق کا بیان
ہے کہ بادشاہ دانا چاہیے کہ کسی کو مہذب و مودب فرما کر منصب
امارت و وزارت پر قائم کرے بنا بریں کسی لڑکے خردسال کو اپنی رعایا
سے ممتاز اور خوشحال فرما کر حلیہ خاص کے ساتھ ملقب فرمائے اور اسکو
بذات خود معرض تادیب و تربیت میں لائے اور سایہ ولایت و ظل کفالت میں
اسکی پرورش کرے اور اسکی تربیت کے نہال کو اپنی عنایت کے زلال سے
تر و تازگی و شادابی بخشے یہانتک کہ اپنے سایہ حمایت میں
اسکو کمال نشو و نما پر پہنچا دے اور ثمرات [illegible] اپنے کمالات
تعلیمیہ کو حاضری حضور کی نظر میں اقسام اقسام کی تدبیرات کے ساتھ ظاہر
کرے اور منصب مقصود اسکو مرحمت فرمائے۔ اگرچہ بتفویض منصب
بالفعل بنظر ظاہر اسکے کمالات ظاہری کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے لیکن
درحقیقت یہ مرتبہ اس کو اسی وقت مسلم ہو چکا تھا کہ
جب ایام طفولیت میں بادشاہ نے اس منصب دینے
کے لیے اس کی پرورش فرمائی تھی۔ الحاصل منصب
وجاہت اول حاصل ہوا اور حصول کمالات اور ادائے
خدمات اس کی فرع ہے پس وجاہت اولی تحصیل کمالات
اور ادائے خدمات پر مترتب نہیں بخلاف ثانی کہ اسمیں کمالات کا
حصول اور خدمات کا ظہور وجاہت کے حصول کے حصول پر موقوف ہے
ایسے ہی خاصان بارگاہ کو بادشاہ علی الاطلاق اور مالک بالاستحقاق
کے حضور میں دو طریق پر منصب وجاہت حاصل ہوتا ہے اول
نتیجہ ادائے عبادات اور ثانی اصل اصول جملہ کمالات

له رخصت سن [illegible] لڑکپن ۱۲ منہ

چنانچہ حدیث لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ بِالنَّوَافِلِ الخ
اشارت ہست بوجاہت کسبی۔ و کریمہ وَاصْطَنَعْتُكَ
لِنَفْسِیْ و کریمہ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ
مُّسْتَقِیْمٍ و کریمہ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ
وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ وحدیث اُولٰٓئِكَ غَرَسْتُ کَرَامَتَھُمْ
بِیَدِیْ کنایت ہست از وجاہتِ اجتبائی و آن مخصوص
ہست باخص عباد اللہ از انبیاء مرسلین و اکابر صدیقین۔

تنبیہ ثانی در بیانِ حقیقتِ ولایت

بایددانست
کہ انبیاء علیہم السلام را در معاملاتِ وحانی وکمالاتِ انسانی
بہ نسبت عمومِ ناس اعتبارے می باشد کہ از حضرتِ ربّ الارباب
قابلِ خطاب اند و حاملِ کتاب و باشاراتِ غیبی مامور اند
و بہ بشاراتِ لاریبی مسرور۔ پرورش یافتہ بستانِ تکریم اند
و تربیت یافتہ دبستانِ تعلیم۔ سربلندانِ مجالسِ تعظیم اند
و دانشمندانِ مدارسِ تفہیم۔ مخزنِ اسرارِ احکام اند۔ و موردِ
انوارِ الہام۔ منور بنورِ بوارقِ ملکوت اند۔ و مؤید بظہورِ خوارقِ
ناسوت۔ بنورِ ایقان وحکمت معمور اند۔ و در بحرِ اجتناب و
خشیت مغمور۔ بکمالِ محبت و موالات موصوف اند و
بادراکِ لذتِ مناجات مشغوف۔ در مقامِ حب فی اللہ
راسخ القدم اند۔ و در معرکۂ بغض فی اللہ صاحبِ علم۔
در ابوابِ خضوع بغایت ہوشیار اند۔ و در آدابِ
خشوع نہایت تجربہ کار۔ در شدتِ خوف و رجا بسانِ
سیماب در اضطراب اند۔ و بقوتِ محو و فنا مثلِ شبنم در
آفتاب۔ در تعظیمِ ربِ کریم بغایت مؤدب اند و در معاملۂ
رضا و تسلیم نہایت مہذب۔ در تبتل و تجرید چست و چالاک
اند۔ و در توکل و تفرید مطہر و پاک۔ در قطعِ علائقِ نفسانی

چنانچہ حدیث میں وارد ہے (ترجمہ) میرا بندہ برابر نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے
ساتھ نفلوں کے۔ آخر حدیث تک۔ وجاہتِ کسبی کی طرف
اشارہ ہے اور آیت کریمہ (ترجمہ) اور بنایا میں نے تجھکو خاص اپنے
واسطے۔ اور (ترجمہ) اور برگزیدہ کیا میں نے انکو اور ہدایت کی میں نے
انکو طرف راہ سیدھی کے۔ اور (ترجمہ) اور ڈالی میں نے محبت
تجھ پر اپنی طرف سے اور تا تیار ہو تو میری آنکھ سامنے۔ اور حدیث
(ترجمہ) یہی لوگ ہیں کہ انکی بزرگی میرے ہاتھ میں ہے۔ وجاہتِ
اجتبائی کی طرف مشیر ہے اور یہ خاص ترین بندگانِ خدا کے
ساتھ مخصوص ہے جو انبیاء مرسلین اور اکابر صدیقین ہیں دوسری

تنبیہ ولایت کی حقیقت کے بیان میں ہے

معلوم کرنا چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو معاملاتِ روحانی
اور کمالاتِ انسانی میں بہ نسبت عوام الناس کے ایک درجہ کا اعتبار ہے کہ بارگاہِ پروردگار
سے قابلِ خطاب ہیں اور حاملِ کتاب باشاراتِ غیبی مامور ہیں اور بہ بشاراتِ لاریبی
مسرور پرورش یافتہ چمنستانِ تکریم ہیں اور تربیت یافتہ دبستانِ تعلیم
سربلندانِ مجالسِ تعظیم ہیں اور دانشمندانِ مدارسِ تفہیم مخزنِ اسرارِ
احکام ہیں اور موردِ انوارِ الہام عالمِ ملکوت کے شعاعوں کے نور سے
منور ہیں اور عالمِ ناسوت کے معجزات کے ظہور سے مؤید اور مظفر
یقین اور حکمت کے انوار سے معمور ہیں اور دریائے پرہیزگاری اور خوف میں
سراپا مستغرق اور مغمور محبتِ خدا اور دوستی کبریا سے مالا مال ہیں اور
بوجہ حصول لذتِ مناجات عاشقِ دیدارِ ذوالجلال مقام الحب فی
اللہ میں ثابت قدم ہیں اور معرکۂ البغض فی اللہ میں صاحبِ علم
ابوابِ خضوع میں نہایت ہوشیار ہیں اور آدابِ خشوع میں کمال تجربہ کار
شدتِ خوف و رجا سے مانند سیماب بیقرار ہیں اور بکمال شوق مثل شبنم
در آفتاب محو و دیدار تعظیم ربِ کریم میں بدرجۂ غایت مؤدب ہیں اور معاملۂ
رضا و تسلیم میں نہایت مہذب تبتل اور تجرید میں چست و چالاک ہیں
اور توکل اور تفرید میں مطہر اور پاک قطعِ تعلقاتِ نفسانی میں

---

۱ اشارہ کرنیوالے ۱۲ منہ ۲ بزرگان ۱۲ منہ ۳ مرد کیے گئے ۱۲ منہ ۴ فتیاب ۱۲ منہ ۵ ڈوبے ہوئے ۱۲ منہ ۶ دوستی رکھنا راہ خدا میں ۱۲ منہ ۷ دشمنی رکھنا راہ خدا میں ۱۲ منہ ۸ نیزہ ۱۲ منہ ۹ عاجزی ۱۲ منہ ۱۰ انکساری ۱۲ منہ ۱۱ در ۱۲ منہ ۱۲ امید ۱۲ منہ ۱۳ علیحدگی ۱۲ منہ ۱۴ [illegible] ۱۲ منہ

متصور می شود اول آنکہ شخصے کمالاتِ نفسانی کہ مرغوب مالک ست حاصل کردہ و خدماتِ شائستہ بجا آوردہ تکالیف و رنج بیش از بیش در امتثالِ اوامرِ او بر خود گوارا ساختہ و جان و مال و عزت و آبرو در اطاعت او در باختہ پس نظر بلیاقت و اطاعت او عنایتِ مالک بحالِ او متوجہ گردیدہ و او را مقام و جاہت بدست آمدہ و طریقِ ثانی آنکہ بادشاہ حکیم ارادہ فرماید کہ کسے را تربیت و تادیب نمودہ بر منصبِ امارت و وزارت قائم گرداند بنا علیہ طفلے را از رعایائے خود ممتاز فرمودہ بحیلۂ خاص ملقب نماید و او را بذاتِ خود تربیت و تادیب فرماید و در کنفِ ولایت و کفالتِ خود پرورش کند و نہالِ تربیت او را بزلالِ عنایتِ خود آب دہد حتی کہ بسایۂ حمایتِ خود بکمالِ نشو و نما رساند و منتہر ثمراتِ مقصود گرداند باز کمالاتِ تعلیمیۂ خود را در نظرِ حضارِ حضور بانواعِ تدبیرات بر روئے کار آرد و منصبِ مقصود بدو سپارد اگرچہ منصبِ مذکور بالفعل بظاہر نظر بظہور کمالاتِ او مسلم شدہ فاما منصبِ مذکور فی الحقیقت ہمان وقت باو مسلم شدہ بود کہ او را در سنِ طفولیت برائے اقامتِ این منصب پرورش فرمودہ پس این منصب و جاہتِ اول حاصل گردید و حصولِ کمالات و ادائے خدمات از فرع اوست پس وجاہتِ اولی مترتب ست بر تحصیلِ کمالات و ادائے خدمات بخلافِ ثانی کہ حصولِ کمالات و ظہورِ خدمات مترتب ست بر حصولِ وجاہت ہمچنین خواص عباد اللہ را نیز بحضورِ مالک علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق منصب و جاہت بدو طریق حاصل میشود اول نتیجۂ ادائے عبادات ست ثانی اصلِ اصولِ ہمہ کمالات

متصور ہوتا ہے اول یہ کہ ایک شخص نے کمالات ذاتی پسندیدۂ خداوند حاصل کیے اور خدمات شائستہ بارگاہ بجا لایا اور تکالیف بسیار اور رنج بیشمار کا صدمہ بجا آوری ارشاد میں اپنی ذات پر اٹھایا اور جان و مال اور عزت و آبرو کو اسکی اطاعت اور فرمانبرداری میں لوٹایا پس نظر بہ لیاقت و اطاعت عنایات خداوندی و الطافِ بادشاہی اسکے حال کی طرف متوجہ ہوئیں اور اسکو مقامِ وجاہت حاصل ہوا۔ دوسرے طریق کا یہ بیان ہے کہ بادشاہ دانا چاہے کہ کسی کو مہذب اور موءدب فرما کر منصب امارت اور وزارت پر قائم کرے بنا بریں کسی لڑکے خردسال کو اپنی رعایا سے ممتاز اور خوش حال فرما کر حلیہ خاص کے ساتھ ملقب فرمائے اور اسکو بذاتِ خود معرض تادیب اور تربیت میں لائے اور سایۂ ولایت اور ظل کفالت میں اسکی پرورش کرے اور اسکی تربیت کے نہال کو اپنی عنایت کے زلال سے تر و تازگی اور شادابی بخشے یہانتک کہ اپنے سایۂ حمایت میں اسکو کمالِ نشو و نما پر پہنچاوے اور منتہر ثمرات مقصود کرے پھر اپنے کمالات تعلیمیہ کو حاضری حضور کی نظر میں اقسام اقسام کی تدبیرات کے ساتھ ظاہر کرے اور منصب مقصود اسکو مرحمت فرمائے۔ اگرچہ یہ تفویض منصب بالفعل بنظر ظاہر اسکے کمالات ظاہری کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ مرتبہ اس کو اسی وقت مسلم ہو چکا تھا کہ جب ایام طفولیت میں بادشاہ نے اس منصب دینے کے لیے اس کی پرورش فرمائی تھی۔ الحاصل یہ منصب وجاہت اول حاصل ہوا اور حصولِ کمالات اور ادائے خدمات اس کی فرع ہے پس وجاہت اولی تحصیل کمالات اور ادائے خدمات پر مترتب ہے بخلاف ثانی کہ اسمیں کمالات کا حصول اور خدمات کا ظہور وجاہت کے حصول پر موقوف ہے ایسے ہی خاصان بارگاہ کو بادشاہ علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق کے حضور میں دو طریق پر منصب وجاہت حاصل ہوتا ہے اول نتیجہ ادائے عبادات اور ثانی اصل اصول جملہ کمالات

لہ درخت ۔ سنہ [illegible]

چنانچہ حدیث لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ بِالنَّوَافِلِ الخ اشارت ست بوجاہت کسبی۔ وکریمہ وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ وکریمہ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وکریمہ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ وحدیث اُولٰئِکَ غَرَسْتُ کَرَامَتَھُمْ بِیَدِیْ کنایت ست از وجاہت اجتبائی و آن مخصوص ست باخص عباد اللہ از انبیاء مرسلین و اکابر صدیقین۔

تنبیہ ثانی در بیان حقیقت ولایت

باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام را در معاملات روحانی وکمالات نفسانی بہ نسبت عموم ناس اعتبارے می باشد کہ از حضرت رب الارباب قابل خطاب اند و حامل کتاب بإشارات غیبی مامور اند و بہ بشارات لاریبی مسرور۔ پرورش یافتہ بستان تکریم اند و تربیت یافتہ دبستان تعلیم۔ سربلندان مجالس تعظیم اند و دانشمندان مدارس تفہیم۔ مخزن اسرار احکام اند۔ ومورد انوار الہام۔ منور بنور بوارق ملکوت اند۔ ومؤید بظہور خوارق ناسوت۔ بنور ایقان وحکمت معمور اند۔ ودر بحر اجتناب و خشیت مغمور۔ بکمال محبت و موالات موصوف اند و بادراک لذت مناجات مشغوف۔ در مقام حب فی اللہ راسخ القدم اند۔ ودر معرکہ بغض فی اللہ صاحب علم۔ در ابواب خضوع بغایت ہوشیار اند۔ ودر آداب خشوع نہایت تجربہ کار۔ در شدت خوف و رجا بسان سیماب در اضطراب اند۔ وبتقویت محو و فنا مثل شبنم در آفتاب۔ در تعظیم رب کریم بغایت مؤدب اند و در معاملہ رضا و تسلیم نہایت مہذب۔ در تبتل و تجرید چست و چالاک اند۔ ودر توکل و تفرید مطہر و پاک۔ در قطع علائق نفسانی

چنانچہ حدیث میں وارد ہی (ترجمہ) میرا بندہ برابر نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہی ساتھ نفلوں کے۔ آخر حدیث تک۔ وجاہت کسبی کی طرف اشارہ ہے اور آیت کریمہ (ترجمہ) اور بنایا مینے تجھکو خاص اپنے واسطے۔ اور (ترجمہ) اور برگزیدہ کیا مینے انکو اور ہدایت کی مینے انکو طرف راہ سیدھی کے۔ اور (ترجمہ) اور ڈالی مینے محبت تجھپر اپنی طرف سے اور تاتیار ہو تو میری آنکھ سامنے۔ اور حدیث (ترجمہ) یہی لوگ ہیں کہ انکی بزرگی میرے ہاتھ میں ہی۔ وجاہت اجتبائی کی طرف اشارہ ہے اور یہ خاص ترین بندگان خدا کے ساتھ مخصوص ہی جو انبیاء مرسلین اور اکابر صدیقین ہیں دوسری

تنبیہ ولایت کی حقیقت کے بیان میں ہے

معلوم کرنا چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو معاملات روحانی اور کمالات انسانی میں نسبت عوام الناس کی وجہ کا اعتبار ہی کہ بارگاہ پروردگار سے قابل خطاب ہیں اور حامل کتاب بإشارات غیبی مامور ہیں اور بشارات لاریبی مسرور پرورش یافتہ چمنستان تکریم ہیں اور تربیت یافتہ دبستان تعلیم سربلندان مجالس تعظیم ہیں اور دانشمندان مدارس تفہیم مخزن اسرار احکام ہیں اور مورد انوار الہام عالم ملکوت کے شعاعوں کے نور سے منور ہیں اور عالم ناسوت کے معجزات کے ظہور سے مؤید اور مظفر یقین اور حکمت کے انوار سے معمور ہیں اور دریاے پرہیزگاری اور خوف میں سراپا مستغرق اور معمور محبت خدا اور دوستی کبریا سے مالامال ہیں اور بوجہ حصول لذت مناجات عاشق دیدار ذوالجلال مقام الحب فی اللہ میں ثابت قدم ہیں اور معرکہ البغض فی اللہ میں صاحب علم ہیں اور ابواب خضوع میں نہایت ہوشیار ہیں اور آداب خشوع میں کمال تجربہ کار۔ شدت خوف و رجا سے مانند سیماب بیقرار ہیں اور بکمال شوق مثل شبنم در آفتاب محو و بیدار تعظیم رب کریم میں بدرجہ غایت مؤدب ہیں اور معاملہ رضا و تسلیم میں نہایت مہذب تبتل اور تجرید میں چست و چالاک ہیں اور توکل اور تفرید میں مطہر اور پاک قطع تعلقات نفسانی میں

۱؎ اشارہ کرنیوالے ۱۲ منہ ۲؎ بزرگان ۱۲ منہ ۳؎ مدد کیے گئے ۱۲ منہ ۴؎ فتحیاب ۱۲ منہ ۵؎ دوستی ۶؎ ڈوبے ہوئے ۱۲ منہ ۷؎ دوستی رکھنا واسطے خدا کے ۱۲ منہ ۸؎ دشمنی رکھنا واسطے خدا کے ۱۲ منہ ۹؎ نیزہ ۱۲ منہ ۱۰؎ عاجزی ۱۲ منہ ۱۱؎ انکساری ۱۲ منہ ۱۲؎ ڈر ۱۲ منہ ۱۳؎ امید ۱۲ منہ ۱۴؎ علیحدگی ۱۲ منہ ۱۵؎ تنہائی ۱۲ منہ

بیباک اند و در قلع وساوس شیطانی سفاک بر طہارت فطرت
مجبول اند و در عبادت رب العزت مشغول ۔ آتش محبت حق در دل
افروختہ اند و غیر حق را سراسر سوختہ ۔ در زہد و قناعت بی بدل اند
و در صبر و استقامت ضرب المثل ۔ در حل مشکلات فہم ممتاز اند
و در سر انجام مہمات ہمت بلند پرواز ۔ مخزن عقل و علم اند و معدن
عفو و حلم مجمع خلت و وفا اند و منبع عفت و حیا ۔ بر کافہ خلائق رحیم
اند و در مراعات علائق کریم ۔ یگانہ ہر بیگانہ اند و ہمای ہر خانہ ۔
در پی ہر گریزندہ دوان اند و در پس ہر گزندہ سرگردان ۔ ابر
نیسان سخاوت اند و بہار گلستان سماحت ۔ شیران بیشہ
شجاعت اند و دلیران میدان شہامت ۔ راست باز اند ۔
سیر چشم و دشمن نواز ۔ در مکارم اخلاق یگانہ آفاق اند و نسبت
طالبین حق عاشق و مشتاق ہمین ست مقصود از لفظ ولایت
درین مقام از ہمین بیان واضح گشت کہ مرتبہ ولایت را
سہ شعبہ ست اول معاملات صادقہ مثل الہام و تعلیم و
تفہیم غیبی و حکمت دوم مقامات کاملہ مثل محبت و خشیت و
توکل و رضا و تسلیم و صبر و استقامت و زہد و قناعت و تفرید و
تجرید سوم اخلاق فاضلہ مثل علو ہمت و وفور شفقت و حلم و
حیا و محبت و وفا و صدق و صفا و سخاوت و شجاعت و
امثال ذلک پس گویا منصب ولایت را ازین سہ شعبہ مرکب
توان گفت ہر چند این ولایت جمیع خواص عباد اللہ را
حاصل می شود چنانچہ کریمہ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ
بر آن دلالت میدارد لکن ولایت این کبار رنگی دیگر میدارد
بیانش آنکہ حق جل و علی دو کمال بس عظیم از خزانہ خاص خود
بایشان عطا می فرماید و آن ہر دو را در تمامی کمالات مذکورہ

بیباک ہیں اور دفع وساوس شیطانی میں سفاک ستھرائی ولادتی
ابتدا سے انکی جبلی اور معمولی ہے اور عبادت رب العزت میں رات
دن انکو مشغولی آتش محبت حق سے انکا دل افروختہ ہے اور غیر
حق انکے نزدیک سراسر سوختہ ۔ زہد و قناعت میں بے بدل
ہیں اور صبر و استقامت میں ضرب المثل ۔ حل مشکلات فہم میں ممتاز
ہیں اور سر انجام مہمات علم میں بلند پرواز عقل و علم کے مخزن ہیں
اور عفو و حلم کے معدن ۔ مجمع خلت و وفا ہیں اور منبع عفت و
حیا ۔ جمیع خاص و عام کے حال پر رحیم ہیں اور تمام تعلقات کی
رعایت میں کریم ۔ یگانہ بیگانہ ہیں اور ہمائے ہر خانہ ۔ ہر بھاگنے
والے اور نفرت کرنے والے کے پیچھے رواں دواں ہیں کہ راہ پر
لائیں اور ہر ایک ستانیوالے اور ایذا دینے والیکے پیچھے سرگرداں ہیں کہ
انکو اسکے عادات سے باز رکھکر سایۂ عاطفت میں پہنچائیں ۔
سخاوت میں ابر نیساں ہیں اور سماحت میں بہار گلستان شجاعت
اور بہادری کے جھاندہ کے شیر ہیں ۔ شہامت اور سرداری کے
میدان میں دلیر سیر چشمی اور راستبازی انکا کام ہے دوست پروری
اور دشمن نوازی انکا سر انجام ۔ مکارم اخلاق میں یکتائے زمانہ ہیں
طالبان حق کے عاشق اور پروانہ ۔ الحاصل اس مقام پر کہ التیام
میں مقصود لفظ ولایت سے یہی ہے کہ معروض ہوا ۔ ایسے بیان سے ظاہر
ہوا کہ مرتبے ولایت کے تین شاخیں ہیں اول معاملات صادقہ
مثل الہام و تعلیم و تفہیم غیبی و حکمت دوم مقامات کاملہ مثل محبت و
خشیت و توکل و رضا و تسلیم و صبر و استقامت و زہد و قناعت و
تفرید و تجرید سوم اخلاق فاضلہ مثل علو ہمت و وفور شفقت و حلم و حیا
محبت و وفا و صدق و صفا و سخاوت و شجاعت وغیرہ گویا منصب
ولایت ان تین شعبوں سے مرکب ہے ہر چند یہ ولایت جمیع بندگان خاص کو حاصل ہوتی
ہے چنانچہ آیت کریمہ (ترجمہ) خبردار تحقیق دوست اللہ کے نہیں خوف اوپر
انکے اور نہ وہ غمگین ہونگے جو ایمان لائے اور تھے پرہیزگار ۔ اسپر دال ہے لیکن ان
مقبولان بارگاہ کی ولایت کا رنگ اور ہی ہے جس کا بیان یہ ہے کہ
خداوند ذو الجلال بہت بڑے دو کمال اپنے خزانۂ خاص سے
انکو عطا فرماتا ہے اور ان دونوں کو تمامی کمالات مذکورہ میں

جاری وساری می نماید پس ہر کمال ایشان بہ رنگے دیگری بر آید
ممتاز از کمالات اولیاء دیگر اول عبودیت ست وثانی
عصمت معنی عبودیت آنست کہ ایشان را باوجود اتصاف بہ
این کمالات نقصان ذاتی خود دائما ملحوظ خاطر می مانند
این کمالات را مثل لباس مستعار می انگارند و مثابہ تقلب
لیل و نہار می شمارند و دائما بمحض فضل رب العالمین نظر
می دارند و بہر حال شکر او بجا می آرند و گاہے خود را از حد بندگی
نمی کشند و ہمیشہ راہ تادب می روند و ادنی مراتب گستاخی و
شوخ چشمی ہرگز روا نمی دارند و نوعے از ناز و تبختر بخیال
نمی آرند و از سکر و شطح بیزار اند و از شورش و مستی دست بردار
ہمیشہ راہ بندگی پویند و زیادت سرافگندگی می جویند
علی الدوام تضرعات عبودیت می دارند نہ ادعای تصرفات
الوہیت. ایشان خاک خاموش اند نہ مثل آتش در
جوش۔ در مقام تجرید و تفرید از بندگان الٰہی متنفر نشوند
و حقوق ذوی الحقوق تلف نکنند و در مقام توکل راہ مستان
لایعقل نروند و طریقہ تادب را کہ عبارت از رعایت اسباب
است بالکل از دست نہ دہند و بنا بر شوق لذت مناجات
از گم گشتگان بادیہ ضلالت دامن نہ کشند بلکہ تخلل اوقات
مناجات گوارا دارند و بہدایت ایشان ہمت بر گمارند
در مقام حسن خلق مداہنت در دین متین و مساہلت در احکام
رب العالمین گوارا نمی کنند و ہرگز بر این راہ ناروا نمی پویند
و در مقام سخاوت و سماحت اسراف را راہ نہ دہند و در مقام
شجاعت و شہامت تابع جوش غضب نشوند پس گویا کہ
افعال و اقوال ایشان از اقتضائے اخلاق کاملہ ایشان
صادر نیست بلکہ در محض اطاعت رب العالمین ست و بس

جاری اور ساری کرتا ہے پس انکا ہر کمال دوسرے رنگ میں ظاہر
ہوتا ہے کہ اولیاء کے کمالات سے ممتاز اور جدا ہی اول
عبودیت[1] ثانی عصمت[2] عبودیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ حضرات
با این ہمہ کمالات اپنے نقصان ذاتی کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور
ان کمالات کو مثل لباس مستعار اور ناپائیدار جانتے ہیں اور گردش
لیل و نہار کے مشابہ پہچانتے ہیں ہمیشہ محض فضل رب العالمین پر
نظر رکھتے ہیں اور ہر حال میں شکر پروردگار بجالاتے ہیں اور کبھی حد بندگی
سے تجاوز نہیں فرماتے ہمیشہ راہ ادب میں چلتے ہیں گستاخی اور شوخ چشمی
کے ادنیٰ سے مرتبے کو بھی ہرگز ہرگز روا نہیں سمجھتے کبھی کسی قسم کا
ناز و تبختر خیال میں نہیں لاتے نشہ اور بیہودہ باتوں سے بیزار ہیں اور
شورش اور مستی سے دست بردار۔ ہمیشہ راہ بندگی میں پویاں ہیں اور
زیادتی سرافگندگی کے جویاں۔ رات دن تضرع و زاری جناب باری
میں اپنی نسبت انکا اشتغال ہے معبودیت اور الوہیت کا دعویٰ اور
ادعا ان کی ذات سے محال ہے یہ مانند خاک کے خاموش ہیں نہ مثل
آتش پر جوش۔ مقام تجرید و تفرید میں بندگان خدا سے انکو نفرت
نہیں ہوتی حقداروں کے حقوق ضائع کرنا انکی عادت نہیں
مقام توکل میں مستان بے عقل کی راہ پر نہ چلیں اور طریقہ تادب
کہ رعایت اسباب ہے کہتے ہیں بالکل ہاتھ سے نہ دیں اور شوق
لذت مناجات گم گشتگان بادیہ گمراہی سے دامن نہ چھڑائیں بلکہ
مناجات کے اوقات میں خلل گوارا کرکے ان کی ہدایت
میں صرف ہمت اپنی فرمائیں مقام حسن خلق میں سے کم ہمتی
اور سہل انگاری دین متین اور احکام رب العالمین میں گوارا
نہیں فرماتے ہرگز ہرگز اس راہ ناروا کی طرف قدم نہیں
اٹھاتے مقام سخاوت اور سماحت میں اسراف کو راہ
نہ دیں معرکہ شجاعت اور شہامت میں جوش غضب کا نام نہیں
الحاصل ان کے افعال اور اقوال انکے اخلاق کاملہ کے باعث
سرزد نہیں ہوتے بلکہ محض اطاعت رب العالمین انکے ظہور کا موجب ہے

[1] بندگی ۱۲ [2] پاکدامنی ۱۲

مثلاً اگر کسی را چیزے می بخشند ہرگز بمقتضائے سخاوتِ جمیلہ خود می بخشند بلکہ تامل میفرمایند کہ اگر رضائے رب العالمین باین بخشش متعلق ست فی الفور آن را بر روئے کار می آرند و الا از ان نہایت بیزار اند و اگر در مقامے مقدمۂ کار زار و جنگ و پیکار برپا میکنند بنابر مقتضائے شجاعت خود برپا نمی کنند بلکہ اگر رضائے مولائے خود دران می بینند دادِ شجاعت در آن مقام میدہند و الا پہلو تہی کردہ براہ خود می روند و ہمچنین در سائرِ امور قیاس باید کرد پس گویا کہ بظاہر کمالاتِ مذکورہ بسان دانہائے تسبیح متعدد و متکثر ست فاما در حقیقت ہمان رشتۂ عبودیت ہمہ را ایک سلک گردانیدہ و معنیٔ عصمت آنست کہ آنچہ بایشان تعلق میدارد از اقوال و افعال و عبادات و عادات و معاملات و مقامات و اخلاق و احوال آن ہمہ را حق جل و علی از مداخلتِ نفس و شیطان و خطا و نسیان بقدرت کاملہ خود محفوظ میدارد و ملائکہ حافظین را بر ایشان می گمارد تا غبار بشریت دامن پاکِ ایشان را نہ آلاید و نفس بہیمی بہ بعضی مکنونات خود امر نفرماید و اگر احیاناً چیزیکہ خارج از قانونِ رضامندی حضرت حق باشد از ایشان بطریق شذوذ و ندرت صادر می گردد فی الفور حافظِ حقیقی ایشان را بہ آن آگاہ می فرماید و عصمتِ غیبیہ طوعاً و کرہاً ایشان را کشان کشان براہ راست می آرد و این ولایتِ مذکورہ کہ رنگین باشد برنگ عبودیت و عصمت آن را ولایت النبوۃ میگویند پس ولایت النبوۃ غیر منصب نبوت ہست چہ منصب نبوت مخصوص ست بہ انبیاء و این ولایت النبوۃ اگرچہ بالاصالت در انبیاء یافتہ می شود فاما بعضے اکابر اولیاء را ہم بتبعیت انبیاء ازان نصیبے بدست می آید چنانچہ دلائل این دعویٰ از کتاب و سنت عنقریب

مثلاً اگر کسی کو کوئی چیز عنایت فرماتے ہیں ہرگز اپنی سخاوتِ جمیلہ کے تقاضے سے نہیں دیتے ہیں بلکہ غور فرماتے ہیں کہ یہ امر عطیہ ہمارا مرضی خداوندی کے متعلق ہی یا نہیں اگر رضائے پروردگار کے تابع ہی فی الفور اسکے اظہار میں برسرِ کار ہیں ورنہ اس سے نہایت بیزار ہیں اگر کسی مقام میں لڑائی بھڑائی اور جنگ و جدل کا مقدمہ برپا کرتے ہیں ہرگز اپنی بہادری اور شجاعت کے باعث برپا نہیں کرتے بلکہ رضائے مولیٰ اگر سمجھیں پاتے ہیں داد شجاعت اس مقام پر دیتے ہیں ورنہ پہلو تہی کو کام فرما کر اپنی راہ لیتے ہیں اور ایسے ہی تمام امور میں قیاس کرنا چاہیے کمالاتِ مذکورہ ظاہر میں تسبیح کے دانوں کی مانند متعدد اور متکثر ہیں لیکن حقیقت میں اسی رشتۂ عبودیت نے سب کو ہم سلک بنا رکھا ہے۔ اب عصمت کے معنی سُنیئے وہ یہ ہے کہ جو کچھ اقوال اور افعالِ عبادات اور عاداتِ معاملات اور مقامات اخلاق اور احوال انکی ذاتِ بابرکات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں حق جل و علی ان سب کو نفس اور شیطان خطا اور نسیان وغیرہ کی مداخلت سے اپنی قدرت کاملہ سے بچاتا ہی اور ملائکہ محافظین سے ان کی نگہبانی کراتا ہے تاکہ غبارِ بشریت انکی پاکدامن کو آلودہ نہ فرمائے اور نفس بہیمی اپنے بعض مکنونات کے ساتھ غالب نہ آئے اگر اتفاقاً کوئی امر حضرتِ خداوندی کی رضامندی کے قانون کے خلاف انسے شذوذاً اور نادراً صدور پاتا ہے فی الفور حافظ حقیقی انکو اسپر مطلع فرماتا ہی اور عصمتِ غیبی خواہی نخواہی انکو کشاں کشاں راہ راست کی طرف لاتی ہی اور آئندہ کو جناب باری کی طرف سے انکو تنبیہ ہو جاتی ہے یہ ولایتِ مذکورہ کہ عبودیت اور عصمت کے رنگ سے رنگین ہو اسکو ولایت النبوۃ کہتے ہیں پس ولایتِ نبوت غیر منصبِ نبوت ہی اسلیے کہ منصبِ نبوت انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ ولایتِ نبوت اگرچہ اصالتاً انبیاء میں پائی جاتی ہی لیکن بعض اولیاء کرام کو بھی انکی تبعیت میں حصہ پہنچاتی ہے چنانچہ اس دعوے کے دلائل کتاب اور سنت سے عنقریب

[1] پوشیدہ گیہا ۱۲ منہ ۔ پیروی ۱۲ منہ

مذکور خواہد گردید ان شاء اللہ تعالیٰ **تنبیہ ثالث در بیانِ حقیقتِ بعثت**۔ باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور می شوند بہ تبلیغ احکام بسوئے خواص و عوام و بعثت را یکے صورتِ ظاہرہ است و یکے حقیقتِ باطنہ ظاہرش ہمین ست کہ از جانبِ حق جل علیٰ بطریقِ وحی یا الہام امر تبلیغ احکام بہ ایشان برسد و حقیقتش آنست کہ رحمتِ فراوان و شفقتِ بے پایان بنسبتِ مبعوث الیہم در قلوبِ ایشان القا فرماید بمشابہ القاے شدتِ محبت و فورِ شفقت در قلوب آباے بہ نسبت ابناء پس چنانکہ گستاخی ابناء و آوارگی آنہا باعث جد پیچ و تاب و قلق و ضطراب قلوب آباء میگردد حتیٰ کہ تلفِ جان و مال در پے تادیب و تعلیم ایشان برخود گوارا میسازند و چہ قدر جد و جہد بلیغ بجا می آرند و راحت ایشان را بعینہ راحتِ خود می انگارند و رنج ایشان را بعینہ رنج خود می شمارند و از تہ دل خواہانِ بہبودِ ایشان می باشند و دائما جویاے سود ایشان می شوند و چار و ناچار در پے ایشان می دوند و کشان کشان در پس ایشان می روند خواہ از جانبِ بادشاہِ زمان باین خدمت مامور شوند خواہ نشوند بلکہ اگر مامور ہم شوند و سعی بلیغ بجا آرند و باز بتقدیر الٰہی اثر تادیب و تعلیم در ایشان جلوہ گر نہ گردد ہر آئینہ شکستہ خاطر و مضطرب القلب مانند اگر چہ از طرفِ خود امتثال امر نمودند و حق خدمتِ مفوضہ بوجہ اتم ادا کردند آئندہ اگر بتقدیر الٰہی واقع نشد باین سبب خوب می دانند کہ ہیچ گونہ عتاب بادشاہی بحالِ ما متوجہ نیست و ہیچ قصورے بما عاید نہ بلکہ اگر خود بادشاہ بصد زبان ہزار تحسین و آفرین بر حسن خدمت گذاری آنہا فرماید ہر آئینہ پریشانی دل و ملال خاطر از ایشان زائل نگردد و ہمچنین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام را بہ نسبتِ قوم خود بوجہے شفقتِ کاملہ می باشد کہ از آوارگی آنہا

ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گے۔ **تیسری تنبیہ میں بعثت کی حقیقت کا بیان ہے**۔ واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام خاص و عام کی طرف احکام پہنچانے کے واسطے مامور ہوتے ہیں اور بعثت کی ایک صورت ظاہرہ ہے اور ایک حقیقت باطنہ ظاہر اسکا یہی ہے کہ جناب باری بطور وحی یا الہام انکو تبلیغ احکام کا ارشاد فرمائے اور حقیقت اُنکی یہ ہے کہ کمال رحمت اور نہایت شفقت اُنکے دل میں ڈالے کہ ہر حال میں اُمت کے مہربان اور غمخوار ہیں اور ماں باپ کی محبت سے زیادہ اُنکے ساتھ محبت رکھیں جس طرح سے کہ بیٹوں کی گستاخی اور آوارگی باپوں کے دل میں غصہ اور پیچ و تاب قلق اور اضطراب پیدا کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اُنکی تادیب اور تعلیم کے پیچھے جان و مال کا ضائع کرنا اپنی ذات پر گوارا فرماتے ہیں اور بکمال جد و جہد اُن کی درستی اور اصلاح میں بجا لاتے ہیں اور اُن کی راحت بعینہ اپنی راحت جانتے ہیں اور اُن کا رنج بعینہ اپنا رنج پہچانتے ہیں اور تہ دل سے اُن کی بہتری اور بہبودی کے خواہاں ہوتے ہیں اور اُنکے سود اور نفع کے ہمیشہ جویاں رہتے ہیں چار و ناچار اُنکے پیچھے جاتے ہیں اور کشاں کشاں اُنکی طرف قدم بڑھاتے ہیں خواہ بادشاہ زمانہ کی طرف سے اس خدمت پر مامور ہوں یا نہوں بلکہ اگر مامور بھی ہوں اور سعی بلیغ بجا لائیں اور پھر تقدیر الٰہی سے تادیب اور تعلیم کا اثر اُن میں ظاہر نہو البتہ شکستہ خاطر اور پریشان دل رہیں اگرچہ اپنی طرف سے حکم بجا لا چکے اور خدمت مفوضہ کا حق کامل طور پر اُسکے موقع پر پہنچا چکے آئندہ اگر بہ تقدیر الٰہی یہ امر واقع نہوا ہو اس وجہ سے خوب جانتے ہیں کہ ہم کسی طرح بر قابل عتاب بادشاہی نہیں اور کوئی قصور ہماری طرف عائد نہیں بلکہ اگر خود بادشاہ سو زبان سے ہزار تحسین اور آفرین اُنکی حسن خدمتگذاری پر فرمائے تب بھی پریشانی دل اور رنج خاطر اُن کے دل سے نہ جائے ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کو اپنی قوم کی نسبت اس قدر شفقت کاملہ اور رحمت تامہ ہوتی ہے کہ اُنکی آوارگی

در ورطۂ ضلالت و گمراہی نہایت دل تنگ می شوند و انواع
رنج و ملال و انگیز حال طہارت اشتمال آنہا میگردد و کہ با وجود
نزول کریمہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ
و کریمہ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ہرگز ہمت
ایشان فتورے و در سعی ایشان قصورے راہ نمی یابد چہ قدر
انواع رنج و ملال ست کہ در مقدمۂ دعوت قوم بر ذات خود نہ
پسندیدہ اند و با وجود این کشاکش گلہ ازین امر نہ رنجیدہ سخن
گران ہر کس و ناکس را چہ سبک برداشتہ اند و دشنام سخت تر
نزدیک و دور را چہ سہل انگاشتہ کَافَاهُمُ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ
اَحْسَنَ الْمُكَافَاتِ وَجَازَاهُمُ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ اَحْسَنَ الْمُجَازَاتِ
پس القاے این رحمت ہمین ست حقیقت بعثت و نیز باید
دانست کہ در بعضے اوقات بعضے از اہل کشف و علم ہم حسن و
قبح بعضے اقوال و افعال یا بعضے رسوم و عادات کہ در میان
قومے جاری و ساری ست بنورِ وہبی و استدلال کسبی مطلع
می شوند و قوم مذکور را بنابر شفقت و رحمت بر آن آگاہ می فرمایند
و بسوے امور مستحسنہ ترغیب میدہند و از امور مستقبحہ ترہیب انہی قدر
ثابت می شود کہ ایشان بمنصب بعثت رسیدہ اند بلکہ منصب
مذکور ہمون وقت ثابت خواہد گردید کہ خدمت تعلیم و تادیب و
ترغیب و ترہیب با ایشان مخصوص خواہد شد مثلاً ہر کہ از رعایا بار
حضور بادشاہی می باشد لابد آفرین و نفرین او را کہ نسبت
بعضے رعایا صادر می شود بگوش خود می شنود و دوستان
خود را بطریق خیرخواہی ہر گاہ آگاہ می سازد تا درین قدر
او را محتسب شہر نتوان گفت بلکہ باین لقب ہمان وقت
ملقب خواہد گردید کہ بمنصب تفحص بعض خدمت احتساب خواہد رسید
پس شخص مبعوث بنائے تربیت عباد دیگر ست و عارف بمقبولیت

اور گمراہی سے نہایت دل تنگ اور پُرملال ہوتے ہیں اور اقسام اقسام
کے رنج والم اُن کے لاحق حال ہوتے ہیں اور باوجود نزول کریمہ
(ترجمہ شاید تو گھونٹ ڈالے اپنی جان اس پر کہ وہ یقین نہیں کرتے)
اور (ترجمہ سوائے اسکے نہیں کہ تو سمجھانے والا ہی نہیں ہے تو
اوپر اُنکے داروغہ) ہرگز ہرگز اُنکی ہمت میں کسی طرح کا فتور اور
اُنکی سعی میں کسی نوع کا قصور راہ نہیں پاتا ہے کیا کچھ رنج و ملال
قوم کی دعوت اور ہدایت کے بارہ میں اپنی ذات پر گوارا نہیں فرماتے
اور باوجود اس کشاکش کے کسی اس راہ سے رنجیدہ ہو کر قدم نہیں
اُٹھاتے ہر کس و ناکس کی بھاری بات کو کیا کچھ ہلکی جانتے ہیں
اور دشنام سخت نزدیک و دور کو کیا سہل سمجھتے ہیں۔
(ترجمہ بدلا دے اُنکو اللہ تعالیٰ اس پر اچھے بدلے اور جزا دے اُنکو
اللہ اس پر اچھی جزائیں) پس انبیا علیہم السلام کو اس رحمت
اور شفقت کا القا ہونا ہی حقیقت بعثت ہے اور یہ بھی
واضح ہو کہ بعض اہل کشف و علم بھی بعض اقوال و افعال اور
بعض رسوم و عادات کی برائی اور بھلائی جو ایک قوم میں
جاری اور ساری ہیں بنور وہبی اور استدلال کسبی کے ساتھ
مطلع ہوتے ہیں اور قوم مذکور کو بوجہ شفقت و رحمت اس پر آگاہ فرماتے
ہیں اور اچھی باتوں کی رغبت دلاتے ہیں اور بُری باتوں سے
ڈراتے ہیں اس امر سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ منصب
نبوت پر پہنچے ہیں بلکہ منصب مذکورہ اسی وقت ثابت ہوگا
جب تادیب و تعلیم اور ترغیب و ترہیب کی خدمت اُن کو
سونپی جائیگی مثلاً جو کوئی مقربان حضور بادشاہی سے ہو تو وہ بھی
بالضرور بادشاہ کی آفرین و نفرین جو بعض رعایا کی نسبت صادر ہوتی
ہے اپنے کانوں سے سنتا ہے اور اپنے دوستوں کو بطور خیرخواہی اس پر
مطلع کرتا ہے لیکن اتنی بات میں اسکو محتسب شہر نہیں کہہ سکتے
بلکہ اس لقب کے ساتھ اسی وقت ملقب ہوگا کہ جب احتساب کی خدمت کا
منصب اُنکو عنایت ہوگا پس شخص مبعوث بندگانِ خدا کی
تربیت کے واسطے در ہے اور اُنکی مردودیت و مقبولیت کا

ومردودیت ایشان یا عالم بحسن و قبح افعال و احوال ایشان
یا واعظ مشغول در ترغیب و ترہیب ایشان
و دیگر و آنچہ از اوصاف ایشان در تنبیہات
ثلثہ مذکور گردید ہمہ شرح کمالات ایشان ست و آنچہ در تنبیہین
آخرین مذکور خواہد شد ہمہ شرح تکمیل ایشان **تنبیہ رابع در**
بیان حقیقت ہدایت - باید دانست کہ ہدایت انبیاء
علیہم السلام عبارت ست از ظہور اثر سیادت ایشان کہ در
تنبیہ اول مذکور شد زیرا کہ سیادت عبارت ست از وساطت
ایشان درمیان حق جل و علی و بندگان او در باب وصول
فیض غیبی و ہدایت ظہور اثر آن فیض ست بواسطہ ایشان
و مقبولین پس درین مقام تامل باید کرد کہ ہدایت از ایشان
بچہ چیز و بچہ طریق صادر میگردد اما اول پس بیانش آنکہ
اصل مقصود از بعثت ایشان ہمین ست کہ بندگان الٰہی در
اقوال و افعال و عبادات و رسوم و معاملات بوجہے مودب شوند و در اخلاق
بوجہے مہذب گردند و در مقامات و ارادات بوجہے استقامت ورزند
و در علوم و اعتقادات بوجہے رسوخ بدست آرند و در دنیا انتظام امر معاش
و در آخرت بہبودی معاد ایشان بدست آید و باب معاملات مع اللہ برروے
ایشان مفتوح گردد دیگر مراعات جانب حسن معاد و معاملات
مع اللہ در نظر ایشان ملحوظ ست بالذات و جانب
انتظام معاش بالتبع پس چیزیکہ نافع در معاش باشد و مضر در
معاد لابد ایشان ازان امر مانع خواہند گردید و اگر بالعکس
لابد بہ آن امر خواہند نمود چنانچہ در حق خمر و قمار حق جل و علی
می فرماید وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا
إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا
و قال النبی صلعم انما الخمر لیس بدواء و لکنہ داء

عارف ہو انکے احوال و افعال و حسن و قبح کا عالم اور انکی ترغیب
ترہیب کا واعظ شخص دیگر ہی جو کچھ انکے اوصاف تنبیہات ثلثہ میں
مذکور ہوے تمام انکے کمالات کی شرح سمجھنا چاہیے اور جو کچھ
دوسری تنبیہوں میں بیان کیا جائیگا سب شرح انکے تکمیل کی
ہے **چوتھی تنبیہ میں ہدایت کی حقیقت کا ذکر ہی**
معلوم کرنا چاہیے کہ ہدایت انبیا علیہم السلام انکی سیادت کے
اثر کا ظہور ہے جسکا تنبیہ اول میں ذکر ہوا اسلیے کہ سیادت اُن کی
وساطت سے عبارت ہی کہ حق جل و علی اور اسکے بندوں
کے درمیان در باب وصول فیض غیبی واقع ہی اور ہدایت
اُس فیض کے اثر کا ظہور ہے کہ انکے واسطہ سے مقبولین بارگاہ
شامل ہی پس اس مقام میں غور فرمانا چاہیے کہ ہدایت اُنسے
کس چیز اور کس طرح سے صادر ہوتی ہی لیکن اول پس بیان
اسکا یہ ہے کہ اصل مقصود انبیا علیہم السلام کی پیغمبری بھیجنے کا
بندگان خدا تمام اقوال اور افعال اور عبادات اور عادات
اور رسوم اور معاملات میں ایسے طور پر مودب ہوں اور اخلاق
اور اعمال میں ایسے وجہ پر مہذب ہوں و مقامات و واردات
میں سطریق پر استقامت اور استقلال اختیار کریں اور علوم اعتقادات
میں اس نہج پر رسوخ اور متانت کو کام میں لائیں کہ دنیا میں امر معاش کی
انتظام اور آخرت میں بہبودی معاد کا سرانجام انکو حاصل ہو جائے اور
معاملات مع اللہ کا باب انکے واسطے کھل جاوے مگر حسن معاد اور معاملات مع
اللہ کی جانب داری اور مراعات انکی نظر میں ملحوظ بالذات ہی اور معاش کی انتظام
کی جانب کا لحاظ بالتبع تو جو چیز کہ انکے نزدیک نافع معاش اور ضرر رسانندہ معاد ہو
لابد ہے بندگان خدا کو بچائینگے اور اگر اسکے عکس ہے تو ضرور انکو اس کی
طرف بلائینگے چنانچہ شراب خواری اور قمار بازی کے بارہ میں اللہ تعالے
ارشاد فرماتا ہی (ترجمہ) دریافت کرتے ہیں تجھسے شراب اور جوے
بازی کو کہہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہی اور نفع بھی ہیں لوگوں کے
اور گناہ بہت بڑا ہے ان دونوں کے نفع سے - اور فرمایا
رسول اللہ صلعم نے (ترجمہ) کہ شراب دوا نہیں البتہ بیماری تو ہے -

مقصود ازین کلام ہدایت التیام ابطال تاثیراتِ طیبۂ خمر نیست مقصود ازان ضرر اوست در معاد پس گویا حاصلِ کلام چنین باشد کہ خمر ہر چند دوائے جسمانی ست اما دوائے روحانی و قتیکہ بہ نسبت روح انسانی مرض مہلک ست پس او را در امراض باید شمرد نہ در ادویہ بالجملہ انبیاء اللہ بہمین سہ فن ہدایت میفرمایند۔ فنِ عقاید۔ و فنِ احکام۔ و فنِ اخلاق۔ و فنِ فضائل اکابر دین از شعبِ فنِ عقائد ست و فنِ فضائلِ اعمال از شعبِ فنِ احکام و فنِ مقامات و ارادات از شعبِ فنِ اخلاق پس فنِ عقائد را بہ لفظِ ایمان تعبیر می فرمایند و فنِ احکام را بہ اسلام و فنِ اخلاق را بہ احسان چہ ہمین ہر سہ امر در معاد کار آمدنی ست نہ بہ فنِ حقایق تصوف و نہ دقایق تفلسف و نہ بہ اشارات دقیقہ شناسانِ تعمق اندیش و بکنایات چرب زبانانِ تکلف کیش بلکہ در امثال این امور سادگی را می ستایند و طلب آن را از جملہ آوارگی می شمارند و فنِ تاریخ و شعر را از جنس افسانہ ہائے بے مغز می دانند اگرچہ بطریقِ تمثیل گاہے دران سخن می رانند بالجملہ حالِ ایشان در تربیتِ روحانی مثل حالِ طبیب ست در معالجہ جسمانی کہ صلاح مریض را پیشِ نظرِ ہمت میدارد و گفتگوے زائد را از جنسِ لغو می شمارد مثلاً کدام مریض را اگر استعمال سنا می فرماید ہمین قدر بیان می نماید کہ برگ سنا چنین و چنان می باشد او را کوفتہ و بیختہ با قدرے عسل آمیختہ باید خورد نہ آنکہ سنا در کدام مقام پیدا می شود و در کدام موسم برگ می برآرد و تاجرانِ ادویہ او را چگونہ می آرند و در کدام ظرف او را می گزارند و از کدام راہ می آرند و بیع و شراے چگونہ می نمایند و نہ آنکہ عسل در خانۂ مگس چگونہ پیدا می شود و رنگ و بوے نباتاتِ مختلفہ کہ اصلِ عسل ست کجا می رود و اجزاے سنا بسبب کوفتن و بیختن

الحاصل اس کلامِ ہدایت التیام سے شراب کی تاثیرات طیبہ کا ابطال مقصود نہیں بلکہ آخرت میں اسکا ضرر اور نقصان اس سے مراد ہے گویا حاصل کلام یہ ہے کہ شراب ہر چند دوائے جسمانی ہے لیکن مرض روحانی ہے اور جسقدر کہ بہ نسبت روح انسانی مرض مہلکہ مہلک ہے تو اسکو امراض سے شمار کرنا چاہیے نہ ادویہ میں اختیار کرنا چاہیے بالجملہ حضرات انبیاء علی نبینا و علیہم السلام انھیں تین فن کی ہدایت فرماتے ہیں اول فنِ عقائد دوم فنِ احکام سوم فنِ اخلاق بزرگان دین کے فضائل کا فن عقائد کے فن کا شعبہ ہے اور اعمال کے فضائل کا فن احکام کے فن کی شاخ ہے اور ارادات اور مقامات کا فن فنِ اخلاق کی فرع ہے پس فنِ عقائد کو بلفظِ ایمان تعبیر فرماتے ہیں اور فنِ احکام اسلام کا نام ہے اور فنِ اخلاق احسان سے عبارت ہے اسلیے کہ یہی تین امر آخرت میں کام آنے والے ہیں۔ نہ ہے تصوف کے حقائق اور تفلسف کے دقائق کے علوم اور دقیقہ شناسان تعمق اندیش کے اشارات اور چرب زبانانِ تکلف کیش کے کنایات کے فنون سو انکی ہدایت سے انکو بحث نہیں بلکہ ایسے امور میں سادگی پسند فرماتے ہیں اور اسکی طلب کو منجملہ آوارگی شمار میں لاتے ہیں اور فن تاریخ اور شعر کو فسانہ ہائے بے مغز یعنی قصہ کہانی کے جنس سے پہچانتے ہیں اگرچہ بطور تمثیل کبھی اسمیں کلام کرتا ہے انہیں جانتے ہیں بالجملہ تربیت روحانی میں انکا حال طبیعت کے حال کے مشابہ ہے معالجہ جسمانی میں کہ مریض اصلاح اسکو ہر وقت منظور نظر رہتی ہے اور گفتگوے زائد کو لغو جانتا ہے مثلاً کسی بیمار کو اگر سنا کے استعمال کا حکم کرتا ہے اسی قدر بیان کرتا ہے کہ برگ سنا ایسی اور ویسی ہے اسکو کوٹ چھان کسی قدر شہد ملا کر کھلانا چاہیے اور اس سے اسکو بحث نہیں کہ سنا کہاں پیدا ہوتی ہے اور کس موسم میں اسپر پتے آتے ہیں اور تاجران ادویہ اسکو کیونکر لاتے ہیں اور کس برتن میں اسکو رکھتے ہیں اور کس راستے سے لاتے ہیں اور اسکی خرید و فروخت کس طور پر کرتے ہیں اور اس سے بھی انکو غرض نہیں کہ شہد چھال میں کیونکر پیدا ہوتا ہے اور نباتات مختلفہ کی رنگ و بو جس سے شہد پیدا ہوتا ہے کہاں جاتی ہے اور اجزاے سنا کو ٹنے چھاننے کے باعث

چہ قدر باریک می شود آیا بجدوانہ خردل می شود یا خرد تر ازان
وبشهد آمیختن چگونہ می شود بہ سر انگشت باید آمیخت یا بہ انگشت
شهادت بالجملہ امثال این گفتگو در نظر طبیب محض پریشانی ست
و در پس افتادن در حق مریض سراسر نادانی ہمچنین تحقیق
بے حاصل و تدقیق لاطائل در علم احکام اخلاق در
حق طالبین حق محض آوارگی ست بلکہ سراسر دیوانگی کسی کہ
حق جل و علی او را بحکمت بالغہ خود بمنصب ہدایت عموم ناس
قائم فرمودہ باشد ظہور امثال این قیل و قال ازو سراسر متعذر
و محال ست این مقام را بخوبی غور باید فرمود و درمیان
ہادیان راہ حق و نائبان حکیم مطلق و درمیان فضیلت نمایان
سخن ساز و چرب زبانان حیلہ باز بخوبی امتیاز باید نمود و آنکہ
از انبیاء علیہم السلام بچہ طریق ہدایت صادر می شود پس بیانش آنکہ
اکثر بہ پنج طریق صادر می شود نزول برکت و عقد ہمت و فیض
صحبت و خرق عادت و اظہار دعوت اما نزول برکت پس
بیانش آنکہ وجود باجود انبیاء علیہم السلام بمشابہ آفتاب عالمتاب ست
کہ چون نور او در تمام عالم منتشر شود لابد ظلمت شبینہ بدر رود و
آنچہ در محاذات آفتاب بے حجاب واقع ست بتابش او تابناک ست
و از ہمہ مراتب ظلمت پاک و آنچہ اندرون خانہ ازو محجوب ست
ہر چند از نفس نور او محروم ست اما تاریکی شب تار ازو معدوم
چہ نور لطیف او در رگ و ریشہ تاریکی در رسیدہ و او را از حد
ظلمت محض برکشیدہ اگر خانہ بے در ست از تاریکی تار سراسر بری ست
یا مشابہ موسم برشگال باید فہمید کہ چون موسم مذکور بر سر رسید
قوتے در نباتات پیدا گردید آنچہ ابر ریزان برو بارید گلہائے
رنگا رنگ ازو دمید و الا از نفس رطوبت ہوا لابد حالش متغیر
گردید و سبزی و تازگی درو جنبید آرے در سنگ سخت ہیچ گل و خار

کس قدر باریک ہوتے ہیں آیا رائی کے دانے کی مقدار ہوتے ہیں
یا اُس سے بہت چھوٹے اور شہد میں کیونکر ملانی چاہییں انگوٹھے
سے ملانا چاہیے یا انگشت شہادت سے الغرض اس قسم کی
گفتگو طبیب کی نظر میں محض پریشانی ہی اور اسکے پیچھے پڑنا بیمار کے
حق میں سراسر نادانی ہی اسی طرح تحقیق بیحاصل اور تدقیق لاطائل
علم احکام اور اخلاق میں طالبین حق کے حق میں محض آوارگی
بلکہ سراسر دیوانگی ہی جس کسی کو حق جل و علی نے اپنی حکمت بالغہ
اور رحمت تامّہ سے منصب ہدایت پر لوگوں کی رہنمائی کے واسطے
قائم فرمایا ہو اس قسم کی قیل و قال اُسکی ذات سے سراسر متعذر اور
محال ہی اس مقام کو بخوبی غور فرمانا چاہیے کہ ہادیان راہ حق اور
نائبان حکیم مطلق اور فضیلت نمایان سخن ساز اور چرب زبانان
حیلہ ساز کے درمیان فرق زمین و آسمان ہی اور اس بات کا پہچاننا
کہ انبیاء علیہم السلام سے ہدایت کس طور پر صادر ہوتی ہی اسکا
بیان یہ ہی کہ اُنسے ہدایت اکثر پانچ طریق پر صادر ہوتی ہی اول
نزول برکت دوم عقد ہمت سوم فیض صحبت چہارم خرق عادت
پنجم اظہار دعوت۔ نزول برکت کا یہ بیان ہی کہ حضرت انبیاء علیہم السلام
کا وجود سراپا جود آفتاب عالمتاب کے مشابہ ہی کہ جس وقت اُسکا نور تمام عالم
میں منتشر ہوتا ہی بالضرور رات کی سیاہی اور تاریکی بالکل جاتی رہتی ہی اور
جو چیز آفتاب کے محاذات (مقابل) میں بے حجاب واقع ہی اُسکی تابش اور پرتو سے روشن اور
تابناک ہو جاتی ہی اور تمام ظلمت (سیاہی) اور تاریکی سے پاک اور جو کچھ اندرون خانہ اُس سے
محجوب ہے ہر چند عین نور سے محروم ہی لیکن تاریکی شب تار اُس سے معدوم ہی
اسلیے کہ اُسکا نور لطیف تمام رگ و ریشہ تاریکی میں جاری و ساری ہوا اور ظلمت
محض کی تاریکی سے اُسکو نکالا اگر خانہ بے در ہی تو تاریکی شب تار سے سراسر
بری ہی یا اُنکی ذات بابرکات کو موسم برشگال (برسات) کے مشابہ خیال کرنا چاہیے
جب موسم مذکور عالم میں پیدا ہوا نباتات میں ہر طرح کی قوت نمود
پیدا ہوا اگر باران رحمت الہی نے اُس پر نزول فرمایا گلہائے
رنگا رنگ نے ہر طرح کا جلوہ دکھایا ورنہ محض رطوبت ہوا سے اُسکا حال متغیر ہوتا ہے
سبزی اور تازگی کا اُس میں اثر ہوتا ہی ہاں سنگ سخت میں کبھی گل اور خار نے

نمی دید واز چوب خشک کسی برگ و بار نمی جوید همچنین چون
این قدوسیان بشری لباس گروه بیان النبی اساس از اوج
فلک الافلاک به تیره دان این خاک نزول میفرمایند لابد یک
برکتے همراه ایشان فرود آمده در قلوب افراد بنی آدم فرو میرود
و بنوبه واز دل هر سعادتمند طلب حق جوش میزند و بر گفته هر واعظ
گوش می نهد همت اعمال شاقه در دل پیدا می گردد و عزم
کشیدن رنج و تکلیف در ذهن هویدا می شود بسا علمای آن
زمانه می باشد که علوم خود را مثل فسانه می خوانند و آن را بر
سبیل افسون بر زبان می رانند ناگهان بحقیقت فهم خود
بیدار می شوند و بمقصد علم هوشیار عمل را ضمیمه علم می کنند
و اخلاص را نتیجه فهم از تعمق سخن آرائی بیزار می شوند و از تکلف
انجمن پیرائی دست بردار و بسا زاهدان خلوت گزین و درویشان
چله نشین می باشند که ناگاه بر مفاسد مکنونه خود آگاه می شوند
و در صلاح نفس اماره ره براه و حب جاه را پس پشت می اندازند
و رضاء الله را پیش نظر می سازند و تمامی نام و نشان درین راه
می بازند و خود را مردانه وار درین دریا می اندازند همین واعظان
چرب زبان می باشند که بر سر منابر فریاد می کنند و تمام کوشش خود
برباد میدهند کسی وعظ ایشان بخیال هم نمی آرد و کلام ایشان
را بجوے نمی شمارد باز چون طلب حق از دل هر کس و ناکس
جوش می زند هر فرد کلام ایشان را بگوش هوش می شنود و
هر کلمه ایشان در دل مستمعان مثل تیرے می نشیند و هر یک
ایشان را مثل پیرے می بیند بالجمله کلمه حق بهر ام جوش است
و بهر زبان در خروش و در هر محفل همین قیل و قال است و در هر مجمع
همین بحث و جدال آرے هر که شقی ازلی است درین سعادت
محروم است و بهر حال نا محروم و این انتشار برکت را به نزول امانت

ظہور نہ فرمایا اور چوب خشک سے کسی نے برگ و بار نہ پایا ایسے
طور پر جب یہ قدوسیان بشری لباس اور گروہ بیان النبی اساس[1]
بلندی فلک الافلاک سے اس تیرہ دان خاک پر بحکم حضرت ذو الجلال
نزول اجلال فرماتے ہیں لابد ایک عظیم برکت انکے ہمراہ آتی ہے اور
بنی آدم کے دلوں میں انوار الٰہی پہنچاتی ہے جسکی وجہ سے ہر سعادتمند
کے دل میں طلب حق جوشزن ہوتی ہے اور ہر واعظ کے کلام
کی طرف گوش حق نیوش کی توجہ نے سخن ہوتی ہے اعمال شاقہ کا
قصد دل میں پیدا ہوتا ہے اور رنج و تکلیف اٹھانے کا عزم ذہن میں
ہویدا ہوتا ہے اس وقت بہت علماء زمانہ ہوتے ہیں کہ اپنے علوم کو افسانہ
جانتے ہیں اور اسکو بطور افسون زبان پر لاتے ہیں ناگہاں حقیقت فہم سے
بیدار ہوتے ہیں اور مقصد علم سے ہوشیار عمل کو علم کے ساتھ ملاتے
ہیں اور اخلاص کو فہم کا نتیجہ بناتے ہیں سخن آرائی کے خوض سے بیزار
ہوتے ہیں اور انجمن پیرائی کی تکلیف سے دست بردار اور بہت سے
زاہدان خلوت گزیں اور درویشان چلہ نشیں کا یہ حال ہے کہ ناگاہ اپنے
مفاسد مکنونہ اور عیوب پوشیدہ پر آگاہ ہوتے ہیں اور اصلاح اور درستی
نفس امارہ میں ره براہ حب جاہ اور خواہش نفسانی کو پس پشت ڈالتے
ہیں اور شاہد رضاء مولیٰ کو پیش نظر رکھ کر بہت کچھ دل کے ارمان
نکالتے ہیں تمامی نام و نشان اس راہ میں لٹاتے ہیں اور اپنے تئیں مردانہ وار
اس دریائے ناپیدا کنار میں لاتے ہیں یہی واعظان چرب زبان میں کہ
سر منبر فریاد کرتے ہیں اور تمام کوشش برباد کرتے ہیں کوئی انکی وعظ کی
قدر نہیں پہچانتا انکے کلام کو جو کے برابر نہیں جانتا جس دم ہر کس و
ناکس کے دل میں طلب حق کا جوش ہو ہر فرد کلام گوہر بے بہا اور
در یکتا بگوش ہوش ہوا ہر کلمہ سامعین کے دل میں مثل تیر
جا پائے اور ہر کوئی انکو پیر کی طرح خیال میں لائے بالجملہ کلمہ حق ہر
دل میں جوشندہ ہے ہر محفل میں یہی قیل و قال ہے ہر مجمع میں یہی
بحث و جدال ہے ہاں جو کوئی شقی ازلی ہے اس سعادت سے محروم ہے
اور ہر حال میں محروم اور اس انتشار و ظہور برکت کو نزول امانت

[1] فرشتے ۱۲ بنیاد ۱۲ جیسی ہو ۱۲ سرکش ۱۲ متوجہ ۱۲

تعبیر می فرمایند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّ
الامانۃ نزلت فی جذر قلوب الرجال ثمّ علموا
من الکتاب ثمّ علموا من السنۃ وکلام حق ہموں شخص را نافع
می شود کہ اول ہمین برکت در دل او فرود و قال
اللہ تعالیٰ وتبارک اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ
الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وقال اللہ تعالیٰ فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ
الذِّکْرٰی سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی پس ہمین برکت را درین
ہر دو کریمہ بلفظ خشیت تعبیر فرمودہ اند اما عقد ہمت پس
بیانش آنکہ این کمال را ظاہرست وحقیقت اما ظاہرش
پس ہمین ست انچہ از انبیا علیہم السلام در بارہ ہدایت
قوم خود در جنس دعا والتجا بحضور حضرت رب العزۃ والکبریاء
جلت عظمتہ صادر می گردد عموماً یا خصوصاً یعنی در حق
جمیع امت علی سبیل العموم یا در حق بعضے از ایشان
بر سبیل خصوص و اما حقیقتش پس توجہ قلبی ست ممزوج بکمال
رغبت بسوے ہدایت امت عموماً یا خصوصاً و آن اثر
شفقت غیبیہ ست کہ سابق در بیان مقام بعثت مذکور
گردید پس چنانکہ ہمت پدر شفیق بہ اصلاح پسر خود دائما
مصروف می باشد ہمچنین ہمت این کبار بہ اصلاح جمیع
اشرار و اخیار دائما مبذول می ماند و این دعاے حالی ست
کہ دائما لازمہ ذات ایشان ست پس گویا تمام وجود باجود
ایشان دعائیست مجسم و ہمین دعاے حالی گاہ گاہ بدعاے
مقالی ہم ایشان را می کشد و انواع التجا و دعا از ایشان
بظہور میرسد و این دعاے روحانی بسبب باعث انتشار
ہدایت در قلوب امت می شود اول آنکہ این دعائیست
از شخص ذی اختصاص بکمال صدق و اخلاص سر برزدہ

بولتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ تحقیق نازل ہوئی
امانت اصل قلوب رجال میں پھر وہ معلوم کر لیتے ہیں قرآن سے پھر وہ معلوم
کر لیتے ہیں حدیث سے) اور کلام حق اُسی شخص کو نفع دیتا ہے
کہ اول سے یہی برکت دل میں اُس کے آوے اور فرمایا
اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ترجمہ) تو اُسکو ڈر سناوے کہ
سمجھانے پر چلے اور ڈرے رحمان سے بن دیکھے۔
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ) پس تو سمجھا اگر کام کرے
سمجھانا تیرا شتاب سمجھ جائیگا جسکو ڈر ہوگا۔ پس ایسی
برکت کو ان دونوں آیت کریمہ میں بلفظ خشیت تعبیر
فرمایا ہے یہی عقد ہمت اُس کا بیان یہ ہے کہ اس
کمال کے واسطے ایک ظاہر ہے اور ایک حقیقت
سو جو کچھ انبیاء علیہم السلام سے قوم کی ہدایت کے
بارہ میں از جنس دعا والتجا حضور حضرت رب العزت
والکبریا میں عموماً یا خصوصاً صادر ہوتا ہے یہ اس
کمال کا ظاہر ہے اور اس کی حقیقت آن کی توجہ
قلبی ہے کہ کمال رغبت کے ساتھ عموماً یا خصوصاً
اُمت کی ہدایت کی طرف متوجہ ہیں اور یہ شفقت غیبیہ کا اثر ہے
کہ مقام بعثت میں مذکور ہوا سو جس طور پر کہ پدر مہربان کی
ہمت اصلاح پسر میں ہمیشہ مصروف رہتی ہے ایسے ہی ان حضرات
ہمیشہ اچھے اور برے لوگوں کی اصلاح اور درستی میں صرف ہمت
فرماتے ہیں اور یہ دعاے حالی ہے کہ کبھی انکی ذات بابرکات سے جدا
نہیں ہے گویا انکا تمام وجود باجود سراپا دعاے مجسم ہے اور
یہی دعاے حالی کبھی کبھی انکو دعاے مقالی کی طرف دامن کشاں
لاتی ہے نظر بر آں کمال درجہ کی دعا اور نہایت درجہ کی التجا
انکی ذات قدسی صفات سے جلوہ ظہور دکھاتے تھے اور یہ
دعاے روحانی تین وجہ سے قلوب امت میں ہدایت کے انتشار
اور ظہور کا باعث ہوتی ہے اول یہ ہے کہ یہ دعا ایک
شخص ذی اختصاص سے بکمال صدق و اخلاص ظاہر [illegible]

و مثل این دعا و التجا بلا شک و ارتیاب مقبول و مستجاب ست ثانی آنکہ حکیم علی الاطلاق بحکمت بالغۂ خود ہمین آئین در عالم خلق و تکوین جاری فرمودہ کہ انعقاد ہمت قویہ را در تکوین کائنات اثرے بخشیدہ چنانچہ اثر چشم زخم و اثر حسد و اثر دعا و اثر افسون از ہمین قبیل ست پس وقتے کہ ہمت دون ہمتان را آن قدر اثر بخشید پس اثر بلند ہمتان را چہ باید دید ثالث آنکہ جوش زدن ہمت قویہ از قلوب این بزرگان نہ از قبیل خواہش نفسانی و وساوس شیطانی ست بلکہ از جنس احکام ربانی ست و الہام رحمانی چہ بعثت ایشان موجی ست از دریاے رحمت کہ بنا بر دستگیری تشنگان زلال ہدایت جوش زدہ پس جوش زدن ہمت از دل ایشان علامت توجہ رحمت رحیم مطلق ست بسوے بندگان خود کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ و کریمہ لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم برہمین معنی دلالت می دارد و اما فیض صحبت پس بیانش آنکہ این فیض را ظاہرست و حقیقت اما ظاہرش پس بیانش آنکہ ہدایت بسبب فیض صحبت بدو طریق حاصل می شود اول آنکہ کسی کہ بصحبت کسی می رسد و کلام او را بالمشافہ می شنود و روبروے او بقصد استفادہ می نشیند و اوضاع و اطوار او در عبادات و عادات و معاشرت و معاملات بچشم غور می بیند البتہ بلا ریب و اشتباہ بحقیقت او آگاہ می گردد و در مزاج دانی و مرضی شناسی او سلیقہ بہم می رساند کہ مناسب را از نامناسب و مرضی را از غیر مرضی خود بہمان سلیقہ ممتاز میگرداند و محامل کلام او را بسبب اطلاع بر سیاق و سباق و مواضع و موارد کلام بخوبی می داند بسا معانی ست کہ از نفس کلام مستفاد نیست

اور اس قسم کی دعا اور التجا بلا شک و ارتیاب مقبول اور مستجاب ہے ثانی یہ ہے کہ حکیم علی الاطلاق نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے یہی آئین عالم خلق و تکوین میں جاری فرمایا کہ ہمت قویہ کے انعقاد کو اشیاے موجودہ کے ایجاد میں اثر بخشا چنانچہ آثار نظر بد و حسد وغیرہ ایسے قبیل سے ہیں پس جس صورت میں کہ پست ہمتوں کی ہمت کو اس قدر اثر عنایت ہو تو عالی ہمتوں کے اثر کا کیا کہنا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہی کہ ہمت قویہ کا بزرگان بارگاہ کے دلوں میں سے جوش زن ہونا خواہش نفسانی اور وساوس شیطانی کے قبیل سے نہیں بلکہ از جنس احکام ربانی اور الہام رحمانی ہے کیونکہ ان کی بعثت دریاے رحمت کی ایک موج ہی جو زلال ہدایت کے تشنوں کی دستگیری کے لیے ہر وقت جوشاں و خروشاں ہی پس انکے دل فیض منزل سے ہمت کا جوش مارنا کریم برحق اور رحیم مطلق کی توجہ پر دال ہے کہ ہمیشہ اُسکے بندوں کی شامل حال ہی چنانچہ آیہ کریمہ (ترجمہ) اور تجھکو جہان والوں کے واسطے رحمت ہی کر کے بھیجا ہی۔ اور آیت شریفہ (ترجمہ) اللہ کا احسان ہی ایمان والوں پر جو بھیجا اُن میں انھیں میں کا رسول اس معنی کی تصدیق کرتی ہی لیکن فیض صحبت پس اُسکے لیے بھی ایک ظاہر اور ایک حقیقت ہی۔ اول اُسکے ظاہر کا حال سنیے کہ ہدایت فیض صحبت کے باعث دو طریق پر حاصل ہوتی ہی پہلا طریق یہ ہی کہ جو کوئی کسی کی صحبت میں پہنچتا ہی اور اُسکے کلام کو بالمشافہ سنتا ہی اور اُسکے روبرو بقصد استفادہ بیٹھتا ہی اور عبادات و عادات اور معاشرت و معاملات میں اُسکی اوضاع اور اطوار کو بچشم خود ملاحظہ کرتا ہی البتہ بلا ریب و اشتباہ اُسکی حقیقت پر آگاہ ہوتا ہی اور اُسکی مزاج دانی اور مرضی شناسی کا سلیقہ بہم پہنچاتا ہی کہ افعال مناسب اور غیر مناسب اور اقوال پسندیدہ اور غیر پسندیدہ میں اُس سلیقہ سے امتیاز کرتا ہی اور مقامات و موارد کلام پر مطلع ہو کر موقع اور محل کلام کو بخوبی جانتا ہی بہت معانی ایسی ہیں کہ نفس کلام سے حاصل نہیں ہوتی

وچون در ماسبق و مالحق نظر کرده شود و حال متکلم و سامع
ملحوظ داشته شود همان معنی از کلام مفهوم شود بالجملہ ہمنشین
عاقل را در مقدمات رئیس خود ملکۂ اجتہاد البتہ حاصل میشود
وطریق ثانی آنکہ بسبب ملاحظہ حال ایشان از علو ہمت
در باب استقامت بر احکام رب العالمین و مسابقت
از تابعان خود در ادائے حقوق دین متین در دل این مستفید
ہم علو ہمت و وفور رغبت در اطاعت رب العزة حادث
می شود و کلام وعظ و تذکیر ایشان در تہ قلب او می رسد
و شخصے کہ دیگران را بسوے یک امر دعوت می نماید و خود
را بران اقدام نفرماید پس مستمعین ہم کلام او را بمنانہ فسانہ
ہائے مغز می انگارند و از جنس مضامین شعریہ می شمارند کہ
إِنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ کاشف حال ایشان ست
و لہذا در قرآن حکیم بر واعظان بے عمل بنہایت ملامت
متوجہ گردیدہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ
بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ
أَفَلَا تَعْقِلُونَ وقال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ
تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ زیرا کہ واعظ بے عمل سد راہ طالب حق است
کہ بسبب مداہنت در عمل کلام حق را در نظر ایشان بے اعتبار
می گرداند و چون ہادی راہ در عمل بہ نسبت اتباع خود مبادرت
کردہ و تحمل رنج و تکلیف بر ایشان مسابقت نمود لابد اتباع او
ہم بقدر استطاعت خود خواہند کوشید و عیب دون ہمتی خود را
چار و ناچار بہ تکلف خواہند پوشید ہرگاہ کہ میر قافلہ اینچنین پیش
خواہد دوید کشان کشان در پے او خواہند دوید لہذا حق جل و علی
اولا انبیاء خود را بہ امتثال امر خود مامور می فرماید بعد ازان دیگران را

اور جب گزشتہ اور آئندہ کی طرف نظر کیجاتی ہی اور حال سامع اور
متکلم کا پہچانا جاتا ہی تو وہی معانی کلام سے خالی نہیں ہوتے
ہیں الحاصل ہمنشین عاقل کو اپنے رئیس کے مقدمہ میں ملکہ اجتہاد
حاصل ہوتا ہی دوسرا طریق یہ ہی کہ انکی علو ہمتی کا حال ملاحظہ
کرنے سے (کہ اجرائے احکام رب العالمین میں نہایت درجہ کی
استقامت اور ادائے حقوق دین میں اپنے تابعین سے کمال سبقت
رکھتے ہیں) انکے ملازمان بارگاہ اور مستفیضان فیض جاہ کے دل میں
بھی دربارۂ اطاعت رب العزت کمال ہمت اور نہایت رغبت
پیدا ہوتی ہی اور کلام وعظ و نصیحت انکے تہ دل میں جانشین ہو جاتا ہے
کیونکہ انکے دل اور زبان میں طابقت تامہ حاصل ہی اور جو شخص کہ
دوسروں کو کسی امر کی جانب توجہ دلائے اور آپ اسکی طرف نہ آئے تو
سامعین بھی اسکے کلام کو فسانہ بے مغز اور قصہ کہانی جانتے ہیں اور
مضامین شعریہ کے جنس سے پہچانتے ہیں کہ آیت کریمہ (ترجمہ)
بے شک وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ انکے حال پر دال ہی اسی لیے
واعظان بے عمل پر کلام مقدس الہیام میں نہایت درجہ کی ملامت
واقع ہوئی چنانچہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہی (ترجمہ) لوگوں کو تو
اچھی باتیں بتلاتے ہو اور اپنی خبر ہی نہیں حال یہ کہ تم کتاب
پڑھتے ہو کیا بھلا تمھیں عقل نہیں۔ اور بھی ارشاد ہے (ترجمہ)
اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے بڑا گناہ ہے نزدیک
اللہ کے کہ تم کہتے ہو اسکو اور کرتے نہیں
واعظ بے عمل طالب حق کے حق میں سد راہ اور سراپا خلل ہی کہ اپنے عمل کی کوتاہی
اور مداہنت کے باعث کلام کو انکی نظر میں بے اعتبار کرتا ہی اور جب ہادی
راہ اور مرشد ذی جاہ کسی فعل کا خود عامل ہوے اور رنج و تکلیف کی برداشت
میں دوسروں پر سبقت لیجائے تو لابد لوگ بھی بقدر استطاعت اسکی اتباع میں سعی
فرمائینگے اور چار و ناچار اپنی پست ہمتی کے عیب کو بہ لباس تکلف چھپائینگے
اور جس وقت میر قافلہ کو اپنے آگے رواں دواں پائینگے بالضرور آپ بھی
اُسکے پیچھے کشاں کشاں جائینگے لہذا حق جل و علی اپنے مقربین بارگاہ
یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ احکام کا فرماتا ہے اسکے بعد اوروں کو

بسوے آن ترغیب می نماید قال اللہ تبارک تعالیٰ فَقَاتِلْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ
این ست صورتِ ظاہرہ ادراک فیض صحبت اما حقیقتش
پس بیانش آنکہ از بسکہ روح ایشان گلدستہ ایست از
گلشنِ ملکوت و تند شعلہ ایست از آتش جبروت پس چنانکہ
ہرگاہ گلدستہ درمیان محفل می نہند حاضران از ہر سو بہ او
می شوند لابد بوے دل آویز او بہ دماغ ہر کس می رسد و
روح را فرحتے و سرورے حاصل می شود کسی کہ مزکوم ست
البتہ از ادراکِ لذت محروم ست ہمچنین ہرگاہ کہ شمعے در
محفلے روشن می شود نورِ او بہ ہر کس و ناکس می رسد اگر آئینہ
است از نورِ او تابناک ست بلکہ از عکسِ او بحدے درخشان ست
کہ بر دیگرانِ نور افشان ست و اگر آئینہ نیست این قدر البتہ
کہ در ظلمت تار نیست بالجملہ این قدر ضرور ست کہ تمام محفل پر
از نور ست ہر کس بملاحظہ او مسرور آری کسی کہ نے بصرست
البتہ از نور افشانی او بیخبر ست ہمچنین قلوب ہمنشینان ایشان
بلذتِ روحانی مسرور ست و بقوتِ ایمانی معمور انچہ از انوار
ہدایت از دل ایشان تابش میکند عکسِ آن دل ہمنشینان
را آرایش می دہد بروق عظمت و کبریا بر دلہاے
ایشان می درخشد قلوب ہمنشینان از خشیت و ہیبت می لرزد
آتش تفرید و تجرید در قلوب ایشان می افروزند چرک بشریت
ہمنشینان از ان می سوزند زلالِ رحمت بر ایشان می بارد
نہال ہمنشینان از ان برگ و بار می آرد چنانچہ این معنی
در احادیث متعددہ مذکور گردیدہ از انجملہ آنکہ صحابہؓ عرض
نمودند کہ یا رسول اللہ نکون عندک تذکرنا بالنار و
الجنۃ کانا رای عین فاذا خرجنا من عندک

اُسکی اتباع کی رغبت میں لاتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہے (ترجمہ)
پس لڑ اسکی راہ میں نہیں تکلیف بیجاتی ہی مگر جان تیری اور
رغبت لا ایمان والوں کو۔ یہ فیض صحبت کے ادراک کی صورتِ ظاہرہ کا
بیان ہوا اب اُسکی حقیقت سننا چاہیے از بسکہ روح انہیا گلشن
ملکوت کا ایک گلدستہ ہے اور آتش جبروت کا ایک تند شعلہ ہی
سو جس طرح پر کہ جس وقت گلدستہ محفل میں رکھتے ہیں اور
حاضرین ہر طرف سے اُسکے گرداگرد جمع ہوتے ہیں بالضرور اُس کی
بوے دلاویز ہر کسی کے دماغ میں راحت پہنچاتی ہی اور
روح کو فرحت اور سرور میں لاتی ہے جو کوئی مزکوم ہی البتہ
حصول لذت سے محروم ہے ایسے ہی جس وقت کہ شمع محفل
میں روشن ہوتی ہی اُس کا نور ہر کس و ناکس کو پہنچتا ہے اگر
آئینہ ہے اُسکے نور سے تابناک ہے بلکہ اُسکے عکس سے
اس قدر درخشاں ہی کہ اوروں پر نور افشاں ہی اور اگر آئینہ
نہیں ہے اسی قدر بس ہی کہ ظلمت سے خارج ہی قصہ کوتاہ
یہ امر ضرور ہے کہ تمام محفل پر نور ہے اور ہر کوئی اُسکے
ملاحظہ سے مسرور ہاں جو کوئی نابصیر ہی البتہ اُسکے نور فشانی
سے بیخبر ہی۔ اسی طرح پر انکے ہمنشینوں کے دل روحانی لذت سے
مسرور ہیں اور قوتِ ایمانی سے معمور جس قدر انکے دل فیض منزل سے
انوار ہدایت کا ظہور ہوتا ہی اُنکے عکس سے ہمنشینوں کا دل سراپا نور
ہوتا ہی شانِ عظمت اور کبریائی کی بجلیاں اُنکے دلوں پر ہمیشہ
درخشاں ہیں ہمنشینوں کے دل خوف اور ہیبت سے ہر وقت لرزاں ہیں
آتشِ تفرید و تجرید انکے دل میں روشن ہوتی ہی ہمنشینوں کی بشریت کے
آلائش اُس سے زائل ہوتی ہی ابر کرم اُن پر ہر دم آبِ رحمت
برساتا ہی نہال ہمنشینان اُس سے برگ و بار تازہ لاتا ہی چنانچہ یہ معانی احادیث
متعددہ میں جابجا مذکور ہوئی انہیں سے چند حدیثیں نقل کیجاتی ہیں۔
ایکروز صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ترجمہ) ہم آپکی خدمت
میں ہوتے ہیں آپ ہمکو دوزخ اور جنت کا ذکر سناتے ہیں تو گویا
ہم آنکھ سے دیکھتے ہیں پھر جب ہم آپکے نزدیک سے چلے جاتے ہیں

عافسنا الازواج والاولاد والضیعات نسینا کثیرا
فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی
نفسی بیده لو تدومون علی ما تکونون عندی
وفی الذکر لصافحتکم الملائکة علی فرشکم وفی
طرقکم **وروی** قال اتی رسول الله صلی الله
علیه وسلم اعرابی وقال جهدت الانفس و
جاع العیال ونهکت الاموال وهلکت الانعام
فاستسق الله لنا فانا نستشفع بك علی الله
ونستشفع بالله علیك فقال النبی صلی
الله علیه وسلم سبحان الله سبحان
الله فما زال یسبح حتی عرف ذلك فی وجوه
اصحابه **وروی** عن بعض الصحابة انه قال کنا
مع النبی صلی الله علیه وسلم جاء الی مقبرة فجلس فجلسنا حوله
وکان علی روسنا الطیر وقال النبی صلعم ان خیار
عباد الله من اذا رأوا ذکر الله **وروی** عن بعض الصحابة
انهم قالوا کنا ندفن النبی صلی الله علیه وسلم بایدینا والایمان
یطیر من قلوبنا بالجملہ این ہدایت کہ از فیض صحبت حاصل میشود امریست
بس طویل و عریض کہ تفصیل آن درین چند اوراق متعسرست
بل متعذر بنا برعلیہ برین چند کلمات اکتفا کردہ شد این قدر
مسئلہ اجماعیہ ہست کہ صحابۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم افضل اند
از سائر امت اگرچہ بعضے از ایشان مرتبۂ اجتہاد و منصب
ولایت تامہ نمی داشتند ہمچنین قیاس باید نمود کہ ہمنشینان
ہر صاحب کمال افضل اند و اکمل از سائر اتباع او پس ہدایتیکہ
بفیض صحبت حاصل می شود لابد افضل ست بہ نسبت اقسام
دیگر اما خرقِ عادت پس بیانش آنکہ حق جل و علی بقدرت کاملۂ خود

مشغول ہو جاتے ہیں ہم بیبیوں اور بچوں اور کاموں میں تو بھول
جاتے ہیں ہم بہت پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمھارا ہمیشہ
وہی حال رہتا جو میرے پاس ہوتا ہے اور ذکر میں تو البتہ
اور بچھونوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے **اور روایت ہے**
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گاؤں والا آیا
اور کہا ہم پر بڑی سختی ہے اور بھوکوں مرتے ہیں گھروں والوں اور
مال کم ہو گئے اللہ پاک سے آپ ہمارے واسطے پانی کی دعا مانگیے ہم
تمھاری سفارش اللہ کے پاس لیجاتے ہیں اور اللہ کی سفارش
تمھارے پاس لاتے ہیں۔ پس فرمایا نبی اللہ نے پاک ہے اللہ پاک ہے
اللہ تعالیٰ پھر حضرت تسبیح ہی پڑھتے رہے یہانتک کہ اسکا اثر صحابہ
رضی اللہ عنہم کے چہروں میں معلوم ہونے لگا **اور روایت ہے**
بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے انھوں نے کہا کہ ہم نبی صلعم کے ساتھ
تھے آپ قبرستان میں تشریف لائے پھر آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی گرد آپکے بیٹھ گئے
اور ہم بالکل چپ بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے اور فرمایا نبی صلعم نے
کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں بہتر وہ بندہ ہے جب اسکو دیکھیں اللہ
تعالیٰ یاد آوے **اور روایت** کیا گیا بعض صحابہ سے انھوں نے
کہا کہ ہم رسول اللہ صلعم کو تو اپنے ہاتھوں سے دفن کر رہے تھے اور ہمارے
دلوں میں سے ایمان اُڑا جاتا تھا۔ الحاصل یہ ہدایت کہ فیض
صحبت سے حاصل ہوتی ہے ایک امر نہایت طویل و
عریض ہے جسکی تفصیل ان چند اوراق میں متعذر ہے
بنائً علیہ ان چند کلمات پر اکتفا کیا گیا۔ اس قدر مسئلہ متفق
علیہ ہے کہ صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمت سے افضل ہیں
اگرچہ اُن میں سے بعض صحابہ مرتبۂ اجتہاد اور منصب ولایت تامہ
نہ رکھتے تھے ایسے ہی قیاس کرنا چاہیے کہ ہر صاحب کمال کے
ہمنشین اُسکے تمام تابعین سے افضل و اکمل ہیں پس جو ہدایت کہ
فیض صحبت سے حاصل ہوتی ہے لابد بہ نسبت اقسام دیگر افضل ہے۔ اب خرق
عادت کو ملاحظہ فرمائیے جناب باری تقدس صفاتہٗ اپنی قدرت کاملہ سے

بنا بر تصدیق انبیاء علیہم السلام چیزے اظہار می فرماید کہ صدور
آن چیز بہ نسبت ایشان ممتنع می نماید اگرچہ بہ نسبت دیگر کس
ممتنع نمی باشد تفصیلش آنکہ وجود بعضے اشیاء بحسب عادت اللہ
موقوف میباشد بر فراہم آمدن اسباب و ادوات آنچیز پس کسیکہ ادوات آن
حاصل می دارد صدور چیز مذکور از و خرق عادت نیست و کسی کہ
ادوات مذکورہ حاصل نمی دارد البتہ صدور آن از و از قبیل خرق
عادت ست مثلاً نوشتن بہ نسبت نویسندہ خرق عادت نیست
بہ نسبت اُمّی خرق عادت ست و کشتن بسلاح خرق عادت
نیست و بمجرد ہمت و دعا خرق عادت ست پس ازین بیان
واضح گشت کہ این معنی لازم نیست کہ ہر خرق عادت خارج
از مطلق طاقت بشری باشد بلکہ ہمین قدر لازم ست کہ بہ نسبت
صاحب خارقہ صدور آن خلاف عادت باشد بجہت فقدان
ادوات و آلات پس بسیار چیزہا است کہ ظہور آن از مقبولین حق از
قبیل خرق عادت شمردہ می شود حالانکہ امثال ہمان
افعال بلکہ اقوی و اکمل ازان از ارباب سحر و اصحاب طلسم
ممکن الوقوع باشد پس وقتی کہ بر حاضران واقعہ این قدر ثابت
باشد کہ صاحب خارق مہارت در فن سحر و طلسم
نمی دارد پس لابد صدور خارقہ مذکورہ علامت صدق او
تواند بود و لہذا نزول مائدہ از معجزات حضرت مسیح
شمردہ می شود بخلاف آنچہ اہل سحر بسیارے از اشیاء نفیسہ
از جنس میوہ و شیرینی باستعانت شیاطین حاضر می آرند
و در دوستان و ہمنشینان خود افتخار می نمایند چون معنی
خارق عادت واضح گشت لابد درین مقام تامل باید نمود کہ
خرق عادت چرا ظاہر میگردد و چگونہ ظاہر میگردد اما اول
پس باید دانست کہ ظہور خوارق بالذات از اسباب ہدایت نیست

انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لیے ایسے امر کا ظہور فرماتا ہے کہ
اُنکی نسبت اُسکا صدور غیر ممکن معلوم ہوتا ہو اگرچہ دوسرے کی سبب
متعذر نہو تفصیل اسکی یہ ہے کہ بعض اشیاء کا وجود بحسب عادۃ اللہ
اُنکے اسباب اور آلات کے فراہمی پر موقوف ہوتا ہے پس جس کسیکو
اُسکی ادوات و آلات حاصل ہیں اُس سے اُن چیز کا صدور خرق
عادات میں داخل نہیں ہاں جو کوئی یہ اسباب اور آلات اپنے
پاس مہیا نہیں رکھتا ہے اُس سے ایسی اشیاء کا ظہور خرق
عادت کہلاتا ہے مثلاً کتابت کاتب کی نسبت خرق عادت
نہیں اور اُمّی کی نسبت خرق عادت ہے اور ہتھیار سے قتل
کرنا خرق عادت نہیں اور بمجرد ہمت و دعا خرق عادت ہے
تو اس بیان سے واضح ہوا کہ یہ معنی ضروری نہیں کہ ہر خرق عادت
مطلقاً طاقت بشری سے صادر ہوتا ہے بلکہ اسی قدر
لازم ہے کہ بہ نسبت صاحب خارقہ اُسکا صدور بجہت فقدان آلات
خلاف عادت ہو پس اکثر اشیاء کا ظہور مقبولان حق سے منجملہ
خرق عادت شمار کیا جاتا ہے حالانکہ اُن جیسے افعال بلکہ اُنسے
اقوی اور اکمل ارباب سحر اور اصحاب طلسم سے ممکن الوقوع
اور سہل الصدور ہیں سو جس صورت میں کہ حاضران واقعہ پر اس
قدر ثابت ہو کہ صاحب خارق فن سحر اور طلسم میں مہارت
نہیں رکھتا ہے تو بالضرور صدور خارقہ مذکورہ اُسکے صدق
اور راستی کی علامت ہے اور اسی بنا پر نزول مائدہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے شمار کیا جاتا ہے بخلاف
اہل سحر کہ بہت سے اشیاء نفیسہ از جنس میوہ و شیرینی وغیرہ
شیاطین کی استعانت اور مدد سے حاضر کرتے ہیں اور
اپنے دوستوں اور ہمنشینوں میں اپنی کمالیت کا دم بھرتے
ہیں جب کہ خرق عادت کے معنی مذکور ہوئے بالضرور
اس مقام میں تامل کرنا چاہیے کہ خرق عادت کس لیے
اور کیونکر ظاہر ہوتے اول کا بیان یہ ہے کہ ظہور
خرق عادات بالذات اسباب ہدایت سے نہیں

گو کہ در حق بعضے سعدا اتفاقاً سبب ہدایت گردد بلکہ ظہورِ آن بالذات برائے اتمام حجۃ و اسکات مخالفین و الزام مجادلین و تادیب گستاخان شوخ چشم و تخویف معاندان پرخشم ست قال اللہ تعالیٰ و تبارک وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا چہ پر ظاہر ست کہ ہدایت عبارت از نورے کہ از رحمتِ الٰہیہ در قلب سعید ازلی باران صفت می ریزد کہ او را بر محبتِ محبوبِ حقیقی و اطاعتِ معبودِ حقیقی می انگیزد حتی کہ در محبتِ او جان و مال می بازد و در اطاعتِ او مثلِ باد پا می تازد و این معنی از مشاہدہ ظہور خوارق کمتر حاصل می شود چہ شخصے کہ در مناظرہ و مجادلہ ملزم و لاجواب می شود در دلِ او محبت و اخلاص کمتر حادث می شود آرے حیران و سرگردان و دست و پا گم کردہ ساکت می شود پس ازین بیان واضح شد کہ ظہورِ خوارق گاہ گاہ کافی ست و صدور آن ہر بار از لوازم ہدایت نیست و نیز واضح گشت کہ اگر از شخصے خوارق ظہور نمود و کسی را از حاضران معنی ہدایت حاصل نگردید این معنی باعثِ نقصانِ منصبِ او نمی تواند شد و اما آنکہ چگونہ حادث می شود پس بیانش آنکہ حق جل و علی بقدرتِ کاملہ خود در عالمِ تکوین تصرفے عجیب و غریب بنا بر تصدیق مقبولے از مقبولانِ خود می نماید نہ آنکہ قدرتِ صدور خرقِ عادت در وے ایجاد می فرماید و او را بہ اظہار آن مامور می نماید حاشا و کلا قدرتِ تصرف در عالمِ تکوین از خواصِ قدرتِ ربانی ست نہ از آثارِ قوتِ انسانی اما اظہارِ دعوت پس بیانش آنکہ حق جل و علی ایشان را بحکمتِ کاملۂ خود سلیقہ تربیت اشخاص مختلف المزاج و قوتِ کلام فصیح بیان بلیغ

اگرچہ بعض مقبولین کے حق میں اتفاقاً سبب ہدایت ہوئی بلکہ بالذات اسکا ظہور اتمام حجت اور اسکات مخالفین اور الزام مجادلین و تادیب گستاخان شوخ چشم اور تخویف معاندان پرخشم کے لیے ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی (ترجمہ) اور نہیں بھیجتے ہیں ہم نشانیاں مگر ڈرانے کو۔ کیونکہ یہ بات خوب ظاہر ہے کہ ہدایت اُس نور کو کہتے ہیں جو جناب باری کی رحمت سے سعیدِ ازلی کے دل میں باران صفت آتا ہی اور اسکو محبتِ محبوبِ حقیقی اور اطاعتِ معبودِ حقیقی پر اُٹھاتا ہی یہانتک کہ اُسکی محبت میں جان و مال سے مُنہ نہیں موڑتا ہے اور اُسکی اطاعت میں مثل باد پا دوڑتا ہی اور یہ معنی خوارق کے مشاہدہ سے کمتر حاصل ہوتے ہیں اسلیے کہ جو شخص مناظرہ اور مجادلہ میں ملزم اور لاجواب ہوتا ہی اُسکے دل میں محبت اور اخلاص بہت کم پیدا ہوتا ہی ہاں حیران اور سرگردان ہاتھ پیر گم کرکے چپ ہو جاتا ہے اور پریشان ساکت ہوتا ہی پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ ظہور خوارق کبھی کبھی کافی ہی اور اُسکا صدور ہر بار لوازم ہدایت سے نہیں ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ اگر کسی شخص سے خوارق کا ظہور ہو اور کسی کو حاضرین سے معنی ہدایت حاصل نہوئی تو یہ بات اُسکے منصب کے نقصان کا باعث نہیں ہوتے۔ رہا اس بات کا ذکر کہ خوارق عادت کا ظہور کیونکر ہوتا ہے سو بیان اُسکا یہ ہے کہ جناب باری جل جلالہ و عم نوالہ اپنی قدرت کاملہ سے عالم موجودات میں اپنے مقبولین بارگاہ کے تصدیق کے بارہ میں عجیب و غریب تصرف فرماتا ہی نہ یہ کہ خرق عادت کے صدور کی قدرت اُنمیں پیدا کرتا ہی اور اُسکو اُسکے اظہار کے واسطے مامور فرماتا ہی حاشا و کلا عالم ایجاد میں تصرف کی قدرت قدرتِ ربانی کا خلاصہ ہے قوت انسانی کے آثار سے نہیں اب اظہار دعوت کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے بیان اُسکا یہ ہی جناب کبریا حضرت انبیاء کو اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے اشخاص مختلف المزاج کی تربیت کا سلیقہ او در بارۂ ہدایت بیان بلیغ اور کلام فصیح کی قوت

در مقدمۂ ہدایت و ایضاح تقریر در باب اظہار ما فی الضمیر
عطا می فرماید چنانچہ حق جل و علی در حق حضرت داؤد علیہ السلام
می فرماید و اٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ مراد از حکمت
ہمین سلیقۂ تربیت ست و مراد از فصل خطاب بیانِ
بلیغ و حضرت پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم امر فرمودہ وَقُلْ
لَّهُمْ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِیْغًا لیکن تامل باید نمود کہ دعوت
ہادیانِ مبعوثین بطرزے دیگر می باشد و تعلیم دانشمندانِ
فنون بطرزے دیگر و امتیاز فیما بینہما بدو وجہ ست اول
آنکہ کلامِ دعوتِ ایشان جاری می باشد بر محاوراتِ
اہلِ عرف کہ در معاملات و مکالماتِ خود آن را استعمال
می نمایند نہ بر اصطلاحاتِ دانشمندان کلام و مصنفانِ
کتب کہ تحریر و تقریر خود را بر آن مبنی می سازند بسا مجاز
کہ در محاوراتِ عرفیہ بہ نسبت حقیقت شائع تر ست و
بسا قید ست کہ اتفاقی ست نہ احترازی و بسا تکرار ست
کہ محض برائے تقریر و تاکید نہ برائے افادہ مضمونِ جدید
و بسا مضمون ست کہ جزوے ازان کلام مستفاد می شود
و پارہ ازان مفوض بقرائن حالیہ می باشد و بسا کلمات ست
کہ از اصل خود خارج شدہ بطریق غلط العام بر زبان خواص و
عوام دائر و سائر گردیدہ پس تکلم بہ کلمۂ مذکورہ بہمین طریق دائرہ
سائر فصیح ست و بر قانون اصل غیر فصیح بالجملہ کلامِ دعوت ایشان را بر آئین
تقریر و خطاب باید فہمید نہ بر قانون تصنیف کتاب وجہ ثانی آنکہ حال ایشان
در باب تربیت قوم خود حال پدر شفیق ست یا اتالیق دانشور کہ بنظر تربیت
خود بہ احوال ایشان پرداختہ ہر گاہ چیزے غیر مناسب ازان وصادر می شود ازا بطریق
تالیف ایشان تلوب و عنف یا در لباس مشورہ و صلاح یا در رنگ
طیبت و مزاح یا بطریق اشارہ و کنایہ یا بطریق خواندن شعرے

اور در باب اظہار ما فی الضمیر تقریر کی وسعت اور وضاحت عطا فرماتا ہے
چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں سناتا ہی (ترجمہ)
یعنی ہمنے اسکو حکمت اور فصل خطاب عنایت فرمایا۔ مراد حکمت
سے یہی سلیقہ تربیت ہے اور فصل خطاب سے بیانِ بلیغ
مراد ہے اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ارشاد ہوا
(ترجمہ) اور کہہ تو اُن کے نفسوں میں قول بلیغ۔ لیکن غور
فرمانا چاہیے کہ ہادیانِ مبعوثین کی دعوت کا طرز اور ہے اور
دانشمندانِ فنون کی تعلیم کا طریقہ دوسرا ہی اور امتیاز ان دونوں میں
دو وجہ سے حاصل ہوتی ہی اول یہ ہی کہ انکی دعوت کا کلام محاورات
اہلِ عرف پر جاری ہوتا ہی کہ جنہیں معاملات اور مکالمات میں اُس کا
استعمال کرتے ہیں اور دانشمندانِ کلام اور مصنفین کتب کے اصطلاحات
پر اُسکا اجرا نہیں ہوتا کہ انکی تحریر و تقریر کی اصطلاحیں اور ہیں
بہت مجازات ایسے ہیں کہ محاوراتِ عرفیہ میں بہ نسبت حقیقت
زیادہ شیوع رکھتے ہیں اور بہت سی قیدیں اتفاقی ہیں اور اکثر مقام
پر اس قسم کی تکرار ہی کہ محض تقریر اور تاکید کے بارہ میں اس کا
اعتبار ہی اور مضمون جدید کا فائدہ اُس سے متصور نہیں اور بہت
مضمون اس قسم کے ہیں کہ اُس سے بلفظہ معانی حاصل ہوتے ہیں
اور کسی قدر قرائنِ حالیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور اکثر کلمات کا
یہ حال ہی کہ اپنی اصل سے خارج ہو کر غلط العام کے طور پر خاص و عام
کی زبان پر جاری ہی جب بات معلوم ہو چکی تو تامل فرمانا چاہیے کہ تکلم کلمۂ
مذکورہ ایسے طریق جاریہ کے ساتھ فصیح ہی اور قانون اصل پر غیر فصیح
الحاصل اُنکے کلام دعوت کو آئین تقریر و خطاب جاننا چاہیے نہ
قانون تصنیف کتاب پر وجہ ثانی یہ ہی کہ قوم کی تربیت کے بارہ میں
ان حضرت کا حال پدر مہربان کے باحال خیال فرمانا چاہیے یا اتالیق
دانشور پر قیاس کرنا چاہیے اور انکی نگاہ تربیت ہر وقت انکے حال کی طرف
نگراں ہی جس وقت کوئی شی غیر مناسب اُنسے صادر ہوتی ہی اسکو طرح طرح سے
سمجھاتے ہیں کبھی انکو بطریق تالیف انس اچھی بات کے عبرت دلاتے ہیں
اور کبھی ادب اور سختی سے بُری باتوں سے بچاتے ہیں کبھی بہ
لباس مشورہ و صلاح اور کبھی برنگ خوش طبعی و مزاح انکے ساتھ پیش آتے
ہیں اور کبھی انکو اشارے اور کنایے کے طور پر آگاہ کرتے ہیں

از اشعارِ مناسب حال یا بطریقِ بیان مثلی از امثال یا
در ضمن افسانہ ہائے گزشتہ یا در ضمن مواعید پیوستہ او را
بران آگاہ می سازند و ہمچنین وقتے کہ او را می بینند کہ عملی
از اعمال مستحسنہ می کند اما طریقِ آن عمل نمی داند او را برین
معنی بطریقِ مذکورہ آگاہ می سازند یا بہ این طریق کہ خود روبروے
او ہمان عمل را بطریقِ احسن بجا می آرند تا بملاحظہ او طریقِ آن را
یاد گیرد بالجملہ این پارہ ایست از تفصیل اقسام کلام ایشان
پس دعوت از ایشان بر ہمین طریق ظاہر می گردد نہ بطریق
مدرسانِ مدارس کہ وقتے برائے تدریس علم تعین می کنند و
درہمان وقت نشستہ بہ تعلیم بابے از ابوابِ احکام مثل مسائل
طہارت یا صلوٰۃ یا زکوٰۃ ہمت می گمارند و مسائل ہمون
باب را در ان مجلس خواہ واقع باشد خواہ فرضی یک یک
مسلسل می شمارند کہ این طریقِ دانش آموزان ست نہ
روش تربیت کنندگان بالجملہ نفع دعوتِ ایشان ممزوج ست
بہ فیضِ صحبتِ ایشان و انتفاع کامل از کلامِ ایشان مخلوط ست
بطولِ ملازمتِ ایشان تعمق کتاب و تکلف خطاب کمتر
از ایشان راست می آید شان امیت بر ایشان غالب
می باشد و نشانِ تعمق و تکلف مغلوب سادگی در نظر ایشان محبوب
می باشد و بے تکلفی مرغوب و نیز باید دانست کہ دعوت ایشان
بہ دو طریق واقع می شود بیانِ حکمت و کلامِ موعظت اما بیانِ
حکمت پس تفصیلش آنکہ حق جل و علی بہ رحمت خاصہ خود ایشان
را قوت بیانی بہ وجہے عنایت می فرماید کہ مکنون ما فی الضمیر را
بہ وجہے ادا می فرمایند و آن را بہ شواہد و دلائل بہ وضعے
بیان می گردانند و غوامض مقاصد را در ضمن تمثیلات و تشبیہات
بطریقے روشن می کنند کہ مدعاے ایشان در نظر سامعین

اور کبھی اشعار مناسب حال پڑھکر روبراہ کرتے ہیں کبھی عبرتاً
کوئی مثل یا فسانہ سناکر اُن کے کان کھول دیتے ہیں کبھی
نہایت نرمی سے اُنکے سامنے بولتے ہیں اور ایسے ہی جس وقت
یہ حضرات اُن کو کوئی اچھا عمل خلاف طریق پر کرتے ہوے
دیکھتے ہیں اُن کو اس معنی پر بہ طریقِ مذکورہ آگاہ کرتے ہیں یا
اُسی عمل کو بہ طریقِ احسن اُس کے روبرو تعلیماً خود بجا لاتے ہیں
قصہ کوتاہ اُن کے کلام کے اقسام بہت ہیں یہ قسمِ کلام بھی انہیں سے
ہی خیال کرنا چاہیے پس ان حضرات سے دعوت اسی طریق پر ظاہر
ہوتی ہے نہ مُدرسانِ مدارس کے طور پر کہ علم پڑھانے کے واسطے
ایک وقت معین کرتے ہیں اور اُسی وقت کسی جا بیٹھکر مسائل
طہارت اور احکام زکوٰۃ وغیرہ تعلیم فرماتے ہیں خواہ وہ مسائل واقعی
ہوں یا فرضی ایک ایک سلسل سمجھاتے ہیں سو یہ دانش آموزوں کا
طریق ہے تربیت کرنے والوں کی روش ایسی نہیں کہتی -
الحاصل ان کی دعوت کا نفع ان کے فیض صحبت کے
مربوط ہے اور انتفاع کامل ان کے طول ملازمت کے
باعث ان کے کلام سے مخلوط ہے۔ تعمق کتاب اور
تکلف خطاب بہت کم ان کی ذات سے ثابت ہوتا ہے
بلکہ شان اُمیت ان پر غالب ہوتی ہے اور نشانِ
تکلف مغلوب سادگی ان کی نظر میں محبوب ہوتی
ہے اور بے تکلفی مرغوب اور یہ بھی واضح ہو کہ ان کی
دعوت اکثر دو طریق پر واقع ہوتی ہے اوّل بیان حکمت
دوم کلام موعظت۔ بیان حکمت کی یہ تفصیل ہے کہ اللہ
تعالیٰ شانہٗ وعم احسانہٗ اپنی رحمت خاصہ سے اُن کو قوتِ
بیانی ایسے وجہ پر عنایت فرماتا ہے کہ مکنونِ ما فی الضمیر کو
اس طور پر ادا کرتے ہیں اور اس کو دلائل اور شواہد کے
ساتھ اس وضع پر ظاہر کرتے ہیں اور غوامض مقاصد کو
ضمن تمثیلات اور تشبیہات میں ایسے طریق
روشن کرتے ہیں کہ اُن کا مدعا سامعین کی نظر پر

چندان پیدا و ہویدا می گردد کہ گویا معنی معقول بصورت
محسوس متمثل شدہ پیش روے مستمعین حاضر می شود و صورت
آن موبمو بر صفحۂ خیال ایشان منقش می گردد حتی کہ از تہ دل
ہر مستمع گواہی بحقیقت آن سر میزند و اطمینان بصدق
آن در وجدان ہر سلیم الوجدان فرو می رود و عقل ہر صاحب
عقل پسندی می کند و فکر ہر صاحب فکر بہمان سمت بلندی پرد
اگرچہ بسیارے از مستمعین بسینہ زوری آن را اختیار نکنند و از
زبان خود بسبب تعصب بہ آن اقرار نمایند اما در دل
می دانند کہ حق بجانب ایشان ست و تبختر و تکبر بجانب
ایشان کما قال اللہ تعالیٰ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا
أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۱ه و اما کلام موعظت پس بیشتر آنکہ
در اکثر احیان بنا بر بیدار کردن غافلان و آگاہ کردن جاہلان
و چالاک کردن سست ہمتان کلام شوق آمیز و وجد انگیز
از جنس بیان محبت الٰہی یا ذکر وسعت رحمت و شدت
غضب یا بیان معاملات راز و نیاز کہ فیما بین او تعالیٰ و
بندگان او تعالیٰ مشخص گردیدہ یا ذکر تقلب ادوار اسلاف
و اخلاف یا تفصیل معاملات تعذیب و تنعیم کہ در ایام گذشتہ
یا در ایام پیوستہ خواہد گذشت از احوال برزخ و حشر و نشر و جنت
و نار و امثال ذلک بیان می فرمایند تا در باطن مستمعین شورشے
پیدا شود و در خواطر ایشان جوششے ہویدا گردد کہ از قسوت
قلبی زائل گردد و رقتے در دل حاصل شود ہر چند امثال این
کلمات از واعظان ہر زمان صادر می گردد اما واعظ را
ہمین قدر مقصود می باشد کہ گریہ ہاے جان سوز و نعرہ ہاے
جگر دوز بوجد و اضطراب و حالت پیچ و تاب در حاضران مجلس
حادث گردد و انبیاء علیہم السلام را ہمین قدر مقصود نمی شد

اس قدر پیدا اور ہویدا ہوتا ہے کہ گویا معانی معقولہ صور محسوسہ کے
رنگ میں سامعین کے روبرو حاضر ہو کر جلوہ ظہور دکھاتے
ہیں پردہ معانی مو بمو ان کے صفحۂ خیال نقش پذیر ہو جاتے ہیں
یہانتک کہ ہر سامع انکی حقیقت پر واقف ہو کر صدق دل سے انکی
واقفیت کی شہادت دیتا ہے اور اطمینان قلبی ہر سلیم الوجدان کو
اس سے حاصل ہوتی ہے اور ہر صاحب عقل کی عقل ان کو پسند کرتی
ہے اور ہر صاحب فکر کا فکر ان کی جانب بلند پروازی کرتا ہے اگرچہ
بہت سے سامعین اپنی سینہ زوری اور بے انصافی سے اختیار
نکریں اور تعصب کی باعث اپنی زبان سے اقرار نہ کریں لیکن
دل میں جانتے ہیں کہ حق انکی جانب ہے اور تبختر اور تکبروں کی جانب
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ اور انکار کیا انھوں نے انکا
اور یقین کیا انکی جانوں نے ظلم اور تکبر سے انکار کیا) لیکن کلام
موعظت پس اس کا بیان یہ ہے کہ اکثر اوقات میں غافلوں کے بیدار کرنے اور
جاہلوں کے ہوشیار کرنے اور سست ہمتوں کے چالاک کرنے اور
ناپاکوں کے پاک کرنے میں طرح طرح کی نصیحت فرماتے ہیں اور کلام
شوق آمیز اور وجد انگیز کہ جو بیان محبت الٰہی اور ذکر وسعت رحمت و
شدت غضب اور بیان معاملات راز و نیاز اور ذکر گردش
زمانہ اور تفصیل معاملات رنج و راحت اور احوال برزخ و قیامت
اور کیفیت بہشت و دوزخ وغیرہ کو شامل ہو سناتے ہیں
تاکہ سامعین کے دل میں ایک قسم کی سوزش پیدا ہو اور انکی
خاطر میں ایک طرح کا جوش ہویدا ہو جس سے دل کی سختی اور
سیاہی زائل ہو اور اعلیٰ درجہ کی رقت حاصل ہو ہر چند کہ
اس قسم کے کلمات ہر زمانہ کے واعظین کے زبان سے صادر
ہوتے ہیں لیکن ان کو وعظ و نصائح سے یہی غرض ہوتی
ہے کہ گریہ ہائے جاں سوز اور نعرہ ہائے جگر دوز اور
بسبب وجد و اضطراب اور حالت پیچ و تاب حاضرین مجلس
سے پیدا ہوتی اور انبیاء علیہم السلام کو اس سے یہ غرض نہیں

۱؎ کہ فیما بین او تعالیٰ و بندگان او مشخص گردیدہ ۱۲ منہ

بلکہ مقصود ایشان آن ست کہ ورود این حال وسیلۂ رسوخ ایشان
در مقام اطاعت وانقیاد وامتثال احکام رب العباد گردد
و باعث تہذیب اخلاق و صلاح اعمال ایشان شود و این را
موعظۂ حسنہ می گویند وگاہ گاہ ایشان در مقام دعوت طریق
ثالث ہم استعمال می فرمایند و آن جدل ست بیانش آنکہ
گاہے مجادل معاند را بلطیفۂ عام فہم و نکتۂ ظریف پسند ساکت و
ملزم می فرمایند گو کہ اصل حقیقت بہ آن منکشف نگردد کما
قال اللہ تعالیٰ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ
ضِیْزٰی ہرچند نسبت مطلق ولد خواہ ذکر باشد خواہ انثیٰ
بجناب او تعالیٰ سراسر باطل و محال ست فاما از بسکہ مخالفین
برائے او تعالیٰ بنات ثابت می کردند و برائے خود بنین آرزو
می داشتند بنا علیہ بہ این لطیفہ مخاطب شدند ہرچند اکثر
ظرفا این فن جدل را در مابین خود نہایت استعمال می کنند
لکن در ان یک مضرتے ہم ہست و آن این ست کہ ظرفا
را در حال لطیفہ گوئی و نکتہ سنجی پاس دین و ایمان و مراعات
آئین ادب باقی نمی ماند بلکہ ہر لطیفہ کہ مناسب حال می بینند
بلا تکلف آن را بر زبان می رانند و این را عین کمال خود
می دانند و این ہرگز طریقۂ انبیاء علیہم السلام نیست بلکہ
مقصود ایشان ہمین می باشد کہ باوجود حفاظت دین و
رعایت ادب معاندین دین را ساکت می فرمایند و بس و
این را جدال حسنہ می گویند انبیاء بہ استعمال این ہر سہ
طریق مامور اند کما قال اللہ تعالیٰ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ
رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ
و از بسکہ جدل فی الحقیقت از جنس دعوت الی الحق نیست
لکن از لواحق و توابع اوست بنا علیہ این را علیحدہ فرمودند

بلکہ انکا مقصود اصلی وعظ و نصیحت سے یہ ہی کہ بندگان خدا کو مقام اطاعت
اور فرماں برداری میں رسوخ حاصل ہو اور تہذیب اخلاق و صلاح
اعمال بدرجہ کامل ہو اسی کا نام موعظۂ حسنہ ہے اور کبھی کبھی حضرات
مقام دعوت میں طریق ثالث کا بھی استعمال فرماتے ہیں جس کو
جدال کہتے ہیں اور بیان اُس کا یہ ہے کہ کبھی مجادل معاند یعنی دشمن
کو لطیفہ عام فہم اور نکتہ ظریف پسند کے ساتھ ساکت اور ملزم فرماتے
ہیں اگرچہ اصل حقیقت اس سے منکشف اور ظاہر نہو لے
چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کیا تمہارے واسطے بیٹے
ہیں اور اُس کے واسطے بیٹیاں تو یہ بانٹنا بھونڈا ہے) ہرچند
نسبت مطلق ولد خواہ مذکر ہو یا مونث جناب باری کی
طرف کرنا سراسر باطل و محال ہی لیکن از بسکہ مخالفین اُس
ذات پاک کے واسطے لڑکیاں ثابت کرتے تھے اور اپنے واسطے
لڑکوں کی آرزو رکھتے تھے بنا بر علیہ اس لطیفہ کے ساتھ اُن کی
طرف خطاب ہوا۔ اگرچہ اکثر ظریف لوگ اس فن جدل کو
باہم بدرجہ کمال استعمال کرتے ہیں لیکن اُس میں ایک قسم
کی مضرت بھی جس کا بیان یہ ہی کہ ظریف کو لطیفہ گوئی اور نکتہ
سنجی کی صورت میں دین و ایمان کا پاس اور آئین ادب کا
لحاظ باقی نہیں رہتا ہے بلکہ جس لطیفہ کو کہ مناسب حال
اور موافق قال خیال میں لاتا ہے بلا تکلف زبان پر چلاتا ہے
اور اس کو عین کمال جانتا ہے اور یہ ہرگز طریقہ انبیاء علیہم السلام
نہیں بلکہ مقصود اُن کا یہی ہوتا ہے کہ دین کی حفاظت
اور ادب کی رعایت بھی ہاتھ سے نجائے اور دشمن دین بھی سکوت
میں آئے اسی کو جدال حسنہ کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام کو ان
طریقے کے استعمال کا حکم ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
(ترجمہ بلا اپنے پروردگار کی راہ کی طرف تدبیر سے اور اچھی نصیحت سے
اور جھگڑ اُنسے اس طرح سے کہ وہ بہتی ہے) اور از بسکہ جدل فی
الحقیقت جنس دعوت الی الحق سے نہیں لیکن اُس کے
لواحق سے ضرور ہے نظر برآں اس کا ذکر علیحدہ فرمایا

و در تحتِ دعوت داخل نہ نمودند و این ہر سہ را باین وضع در یک سلک نہ کشیدند ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة والجدال احسن۔ اما امتیاز درمیان این طریق و ہر دو طریق اول واضح گردید

تنبیہ خامس در بیانِ سیاست

باید دانست کہ سیاست درین مقام عبارت ست از بندگانِ الٰہی بر قانونِ اصلاحِ معاش و معاد بطریقِ امامت و حکومت پس مقصود از سیاستِ اصلاح ایشان ست بحکمرانی خود و نفع رسانی ایشان در معاش و معاد نہ تحصیل منفعتے برائے ذاتِ خود بہ استخدامِ ایشان تفصیلش آنکہ سیاست بدو وجہ متعدی میشود اول سیاست مربیانہ دوم سیاست امیرانہ مثلاً شخصے می خواہد کہ طفلے را ہنرے و ادبے تعلیم نماید و او را بہ وجہے مہذب و مؤدب گرداند کہ استعداد انسلاک در سلکِ سپاہیانِ سخت معاش و جفاکش کہ دشت نوردی و کوہ گردی کار ایشان ست و قطعِ منازلِ دور دست و طے مراحل بالا و پست و بے نان و آب و بے استراحت و خواب در شدتِ تمازتِ آفتاب شعارِ ایشان ست حاصل نماید و لیاقتِ ملازمتِ بادشاہی کہ موقوف بر یاد گرفتن طریق بجا آوردنِ آدابِ تعظیماتِ آن بادشاہ ست و بر خو گرفتن ہیئتِ تعظیم کہ عبارت از دست بستہ ایستادن تا مدتے سرنگون و خاموش ست بدست آرد لابد او را مامور می فرماید کہ خدمتِ اسپ من بکن کاہ برائے او بیار و بوقتِ حاجت او را دانہ و آب بدہ و مالش بکن و زین بہ این طریق بنہ و لگام بہ این وضع بدہ و رکاب بہ این قدر دراز بکن و امثالِ آن و ہمچنین میفرماید کہ روبروئے من تسلیمات و تعظیمات بہ این طریق ادا بکن و تا مدتے دست بستہ ایستادہ باش و سر بالا مکن و بہ نظرِ تیز مرا مبین و

اور تحت دعوت میں داخل نہ کیا اور تینوں کو اس وضع پر ایک سلسلہ میں کھینچا (ترجمہ بلا اپنے رب کی طرف تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور جھگڑ اُنسے اچھی طرح) پس امتیاز اس طریق اور دونوں تدبیر گزشتہ میں بخوبی واضح ہوئی

پانچویں تنبیہ بیان سیاست میں

جاننا چاہیے کہ سیاست اس مقام میں اس بات کو کہتے ہیں کہ بندگانِ خدا کی تربیت اور تہذیب قانونِ اصلاحِ معاش اور آئین درستی معاد بر امامت اور حکومت کے طور پر لیے جائے پس سیاست سے اُن کے حال کی اصلاح اور درستی دربارہ معاش و معاد مقصود ہوتی ہے کہ ان کی حکمرانی اور اُن کی نفع رسانی اس کا باعث ہوتی ہے اور اِن کو اُنکی خدمت سے اپنی ذات کا کوئی نفع ملحوظ خاطر نہیں ہوتا اس کی تفصیل بایں طور سُننا چاہیے کہ سیاست دو طرح پر جاری ہوتی ہے اول سیاست مربیانہ دوم سیاستِ امیرانہ مثلاً کوئی شخص چاہے کہ کسی لڑکے کو ہنر اور ادب سکھائے اور اُسکو اس طور پر مہذب اور مؤدب بنائے کہ سپاہیوں کے زمرہ میں داخل ہونے کی استعداد حاصل کرے کیسے سپاہی سخت معاش جفاکش کہ دشت نوردی اور کوہ گردی انکا کام ہے نان و آب اور بے استراحت و خواب عین تمازتِ آفتاب میں قطع منازل دور دست اور طے مراحل بالا و پست اُنکا شعار لاکلام ہے اور ملازمتِ بادشاہی کی لیاقت بہم پہنچائی کہ آداب تعظیمات کی بجا آوری کے طریق کا یاد کرنا اور تعظیم دست بستہ ادب تسلیم دو دستہ کی ہیئت کا خوگر ہونا اسکے واسطے امر لابدی ہے یہ لیاقت اُسکو حاصل ہوتی ہے تو لابد اُسکو مامور فرماتا ہے کہ میرے گھوڑے کی خدمت بجا لا اور گھاس اُسکے واسطے بہم پہنچا اور بروقتِ حاجت اُس کو دانہ دے اور اُسکے پانی کی خبر لے مالش اس طرح پر کر زین اس طریق پر رکھ لگام اس طرح پر دے رکاب اس قدر دراز کر وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی حکم کرتا ہے کہ میرے روبرو تسلیمات تعظیمات اس طریق پر ادا کر اور ایک مدت میرے سامنے دست بستہ سرنگوں کھڑا رہ سر نہ اٹھا تیز نظر سے مجھکو نہ دیکھ اور

کلام عنف وبیہودہ روبروے من مکن پس وقتے کہ آن طفل
مطابق امر مربی خود بجامی آرد آن مربی اورا تحسین وآفرین
می کند والا سرزنش ونفرین می فرماید وبیجے از دست و
زبان بہ او می رساند ومقصود ازینہمہ تربیت او ست نہ
خدمت او برای ذات خود لہذا سرانجام دیگر حوائج خود
کہ دخل در تربیت او نمی دارد اورا مامور نمی فرماید مثل
پختن طعام ودوختن جامہ وچرانیدن گاو ومحافظت
سگ کہ ہرگز این خدمات اصلا بہ او تفویض نمی کند واورا
بسر انجام دادن این خدمات تکلیف نمی دہد پس این تربیت
را سیاست مربیانہ می گویم وشخصے باشد کہ کسے را برای
خدمت خود نوکر گیرد پس بہمین امر مذکورہ ودیگر خدمات خود
اورا مامور می سازد واگر از وقصورے صادر می گردد اورا
تعزیرے می رساند پس چنانکہ تادیب طفل در صورت اول
بر تقدیر قصور او برای سد باب آوارگی او بود ہمچنین تعزیر
او در صورت ثانیہ بنا بر انتقام ضرر سابق او ست بہ نسبت
امور خود وبرہم زدن خدمات او ہمچنین نظم ونسق رعایا وتادیب
برایا بنا بر تربیت ایشان می باشد کہ مبادا انتظام معاملات
ایشان برہم شود وایشان بسبب بے انتظامی سرگردان وبے
سروسامان شوند یا در دنیا بغضب ملک جبار گرفتار شوند یا
در عقبیٰ در درکات نار رسند پس ہر چیزے کہ در انتظام معاملات
معاش یا حصول نجات معاد دخلے داشتہ باشد در ہمان
مقدمہ امر ونہی بہ او متوجہ می فرمایند ودر مداہنت آن
بہ او تعزیرے می رسانند وچیزے کہ بہ آن ہر دو تعلق نمی دارد
بہ او تعرض نمی کنند وبنا بر اظہار تحکم خود ایشان را بہ امور
بے فائدہ تنگ نمی کنند وہمچنین محض بنا بر ابقاے امتیاز خود

کلام سخت وبیہودہ میرے حضور میں نہ کر پس جس وقت وہ لڑکا
اپنے مربی کے امر کے مطابق حکم بجالاتا ہے وہ مربی اُسکی تحسین اور
آفرین کرتا ہے ورنہ سرزنش اور نفرین فرماتا ہے اور ایک طرح کا
رنج ہاتھ اور زبان سے اُسکو پہنچاتا ہے اور ان سب باتوں سے
اُسی کی تربیت مقصود ہوتی ہے اپنی ذات کے واسطے کوئی
نفع اُس کی خدمت سے نہیں چاہتا لہذا حوائج دیگر کا سرانجام
کہ اُس کی تربیت میں اُس کو مداخلت نہیں کراتا جیسے کھانا
پکوانا اور کپڑے سلوانا گاؤ کا چروانا کُتّے کی محافظت کرانا
کہ ہرگز یہ خدمات اُس کو تفویض نہیں کرتا ہے اور اُسکو ان
خدمتوں کے سرانجام کرنے کی تکلیف نہیں دیتا ہے سو اس
تربیت کو سیاست مربیانہ کہتا ہوں میں اور بعض شخص کا یہ
حال ہے کہ کسی کو اپنی خدمت کے واسطے نوکر کرے پس امر مذکورہ
اور دوسری خدمتوں کے واسطے اُسکو مامور فرمائے اگر کوئی قصور اس سے
ظہور میں آئے اُسکو تعزیر پہنچائے پس جیسے کہ تادیب طفل صورت
اول میں بتقدیر تقصیر سد باب آوارگی ہوتی ہے ایسی ہی تعزیر اُسکی
صورت ثانیہ میں اُسکے ضرر سابق کے انتقام کی بنا پر ہے کہ بہ نسبت
امور مرجوعہ اور برہم زنی خدمات اُس سے ظہور میں آنا علیٰ ہذا القیاس
رعایا کا بندوبست اور انتظام اور برایا کی تادیب کا اہتمام انکی تربیت
کی بنا پر ہوتا ہے کہ مبادا اُنکے معاملات کا انتظام برہم ہووے اور وہ بے
انتظامی کے باعث سرگردان اور بے سروسامان ہوویں یا دنیا میں
بادشاہ جبار کے غصہ میں گرفتار اور حیران ہوں یا قیامت کو طبقات
جہنم میں پہنچیں پس جس چیز کو معاملات معاش کے انتظام یا
نجات معاد کے حصول میں دخل ہو اُسی مقدمہ میں امر ونہی اُسکی
طرف متوجہ فرماتے ہیں اور اُسکی سستی اور مداہنت میں اُسکو تعزیر
اور ایذا پہنچاتے ہیں اور جو چیز کہ ان دونوں سے
ساتھ تعلق نہیں رکھتے اس سے بحث نہیں کرتے اور اپنے
تحکم اور سیاست کے ظاہر کرنے کے واسطے اُنکو بے فائدہ میں
تنگ اور بیجا نہیں کرتے اور ایسے ہی محض اپنی بقا امتیاز کے لیے

ایشان را از تشبیہ بخود در لباس و طعام و زی و کلام
ممانعت نمی کنند و از مساوات خود در نشستن و برخاستن و
گفتن و شنفتن و سائر عادات و معاملات کہ مضر در حق
ایشان در معاش و معاد نباشد باز نمی دارند و بہ امور
تربیت حتی المقدور طریقے از طرق ہدایت کہ سابق مذکور
گردید از دست نمی دہند اگر حصول تربیت بہ طریق
ہدایت متعذر می نماید ہمان وقت بسیاست نوبت
می رسانند و ترغیب در سیاست ایشان اغلب میباشد
از زجر و لطف اظہر می باشد از قہر اول آئین سیاست
را بر جان خود قبول می نمایند بعد از ان ایشان را طوعاً
یا کرہاً بسوے آن می کشند و این را سیاست ایمانی
می گوئیم و گاہے بنا بر جلب منفعتے برائے ذات خود باشد
بحکوم کردن ایشان مثلاً فراہم کردن خزانہ بیشمار بنا بر
حصول معنی تکلف در طعام و لباس و عمارت و سلاح
و غیر ذلک یا برائے تحصیل معنی بادشاہت و فرمانروائی
سلطنت و کشور کشائی برائے ذات خود یا بنا بر جمع آوری
لشکر جرار خونخوار یا بنا بر زیر و زبر کردن مخالف خود یا بنا بر مجرد
حصول امتیاز از ما بین بنی نوع خود و بہ زیادت عزت و
مکنت و امثال ذلک پس مقصود ایشان از سیاست
افراد انسان مجرد اصلاح حال ایشان نیست بلکہ اصل مقصود
ہمین ست کہ ایشان اطاعت و رفاقت اختیار کنند تا
بہ اعانت ایشان اغراض نفسانیہ خود بدست آید پس حال
این سیاست در امور مذکورۃ الصدر عکس حال سیاست اول
باشد و این را سیاست سلطانی می گوئیم پس مقصود درین
مقام یعنی در مقام ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام ہمان سیاست

تشبیہ لباس و طعام وغیرہ سے اُن کو مانع نہیں ہوتے اور اُٹھنے
اور بیٹھنے اور کہنے اور سننے اور تمام عادات اور معاملات میں
بشرطیکہ ان کے حق میں معاش اور معاد میں مضر نہو
مساوات سے باز نہیں رکھتے حتی المقدور اُمور تربیت میں
کوئی طریقہ طرق ہدایت سے کہ جنکا ذکر پہلے ہوچکا ہاتھ سے
نہیں دیتے اگر حصول تربیت بطور ہدایت متعذر معلوم
ہوئی اُسی وقت سیاست کی نوبت پہنچاتے ہیں۔
اُن کی سیاست کی صورت میں اُن کی ترغیب اُن کی
زجر و توبیخ سے بڑھکر ہوتی ہے اور لطف و مہربانی قہر اور
غضب سے اظہر ہوتی ہے اول آئین سیاست کو اپنی جان
پر قبول کرتے ہیں اور اس کے بعد طوعاً یا کرہاً اُنکو اُسکی
طرف کھینچتے ہیں اور اس کو ہم سیاست ایمانی کہتے ہیں
اور کبھی اُن کے محکوم کرنے کے ساتھ اپنی ذات کے نفع
حاصل کرنے کے واسطے ہوئی مثلاً خزانہ بیشمار کا جمع کرنا
جس سے طعام اور لباس اور عمارت اور ہتیار وغیرہ
میں تکلف کے معنی حاصل ہوویں یا بادشاہت اور
فرمانروائی اور کشور کشائی کے معنی کا حصول ان کی
ذات کے واسطے ہوئی یا دشمن ناہنجار کے زیر و زبر کرنے
کے واسطے لشکر جرار خونخوار کی جمع آوری مقصود ہوئی یا
زیادتی عزت اور مکنت کے ساتھ اپنے بنی نوع اور ہمجنسوں
میں محض حصول امتیاز کا خیال ہوا اور اس کے سوا اور
بھی بہت امور ہیں جو فراہمی خزانہ کا باعث ہوتے ہیں
پس مقصود اُن کا سیاست افراد انسان سے مجرد اُنکے حال کی
اصلاح نہیں بلکہ اصل مقصود یہی ہے کہ وہ لوگ اطاعت اور رفاقت
اختیار کریں تاکہ اُن کی مدد اور اعانت کے ساتھ اپنے اغراض
نفسانیہ حاصل ہوویں سو امور مذکورۃ الصدر میں اس سیاست کا
حال سیاست اول کے برعکس ہے اور ہم اسکو سیاست سلطانی کہتے ہیں
پس مقصود اس مقام یعنی مقام ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام میں وہی سیاست

ایمانی ست نہ سیاستِ سلطانی آرے میگویم کہ سیاستِ ایمانی
دو قسم ست اول آنکہ سیاست بنا بر انتظام اصلاح معاملات
معاشیہ بنی آدم و بنا بر انتظام صورت اجمالیہ ایشان
باشد و آن را سیاست مدنی می گویم مثل احکام معاملات
از بیع و شرا و شراکت و احکام قضا و دعوی و شہادت
و یمین و امثال ذالک و قسم ثانی آنکہ بنا بر پاسداری دین و
خدمت گزاری ملت باشد مثل قتل کفار و اہانت مبتدعین و
الزام جزیہ و خراج بر ذمہ ذمیین و امثال ذالک و این را
سیاستِ ملت می گویم و ہر یک ازین دو قسم بر دو قسم ست
اول آنکہ سیاست در بعضے افعال جاری شود کہ فلان
فعل را از ایشان مطلوب ست و فلان ممنوع و این را
سیاست افعالی گویم و قسم ثانی آنکہ سیاست جاری
شود در باب انفاق اموال یعنی این قدر مال در بیت المال
باید رسانید تا سد باب حوائج بنی آدم باو کردہ شود یا
در خدمت گزاری دین و ملت صرف گردد و این را سیاستِ
اموالی می گویم پس گویا سیاست ایمانی چہار قسم شد سیاستِ
مدنی افعالی و سیاستِ مدنی اموالی و سیاستِ ملت افعالی و سیاستِ
ملتِ اموالی پس پارہ ازین ہر چہار گانہ درین جا مذکور
می نمایم تا نمونہ باشد ازین پس می گویم قسم اول تعین احکام
معاملاتے ست کہ فیما بین بنی آدم جاری و ساری ست
مثل تعین احکام نکاح بہ تبیین ارکان و شروط و لوازم آن
مثل ایجاب و قبول و حضور شہود و وجوب مہر و امثال
آن و ہمچنین احکام طلاق و عتاق و نسب و ولادت و حضانت
و وراثت و نفقات ذوی الحقوق و احکام بیع و شرا و قمار و
ربا و احکام تجارت و شرکت و اجارہ و عاریت و مضاربہ

ایمانی ہے نہ سیاست سلطانی پس کہتا ہوں میں کہ سیاستِ
ایمانی دو قسم پر ہے اول سیاست یہ ہی کہ معاملات معاشیہ
بنی آدم کے اصلاح کا انتظام اور اُن کی صورت اجمالیہ کا
اہتمام اُس کے ساتھ متعلق ہے اور اس کو سیاست
مدنی کہتے ہیں مثل احکام معاملات بیع و شرا و شرکت اور
احکام قضا و دعوی و شہادت وغیرہ اور قسم ثانی یہ ہے
کہ اُس کا حصول پاسداری دین اور خدمت گزاری
ملت کے واسطے ہوئی مثل قتل کفار و اعانت مبتدعین
و الزام جزیہ و خراج بہ ذمہ ذمیین وغیرہ اور اس کو
سیاستِ ملت کہتے ہیں اور پھر یہ دونوں قسم دو قسم
پر منقسم ہیں اول یہ کہ سیاست بعضے افعال میں
جاری ہوئی کہ فلاں فعل اُن سے مطلوب ہے اور فلاں
ممنوع اور اس کو سیاست افعال کہتے ہیں اور
قسم ثانی یہ ہے کہ سیاست در باب انفاق اموال جاری
ہوں یعنی اس قدر مال بیت المال میں پہنچانا چاہیے تا
بنی آدم کے حوائج کا باب اُس کے ساتھ مسدود کیا جاوے
یا خدمت گزاری دین اور ملت میں صرف ہوئے اور اس کو
سیاست اموال کہتے ہیں پس گویا کہ سیاستِ ایمانی کی
چار قسمیں ہوئیں سیاستِ مدنی افعالی سیاستِ مدنی اموالی سیاستِ
ملت افعالی سیاستِ ملتِ اموالی اب کسی قدر ان چاروں قسموں سے
بطور نمونہ اس مقام پر بیان کرتا ہوں میں کہ قسم اول
اُن معاملات کے احکام کے تعین کے واسطے ہی جو فیما بین
بنی آدم جاری اور ساری ہیں مثل تعین احکام نکاح
مع بیان ارکان و شروط و لوازم مثل ایجاب و قبول
حضور و شہود و وجوب مہر وغیرہ اور ایسے ہی احکام طلاق
و عتاق و نسب و ولادت و حضانت و وراثت و نفقات
ذوی الحقوق اور احکام بیع و شرا و ربا اور احکام
تجارت و شراکت و اجارہ و عاریت و مضاربت

و مضارعت و قضا و شہادت و دعوی و انکار و اقرار و
احکام یمین و نکول و احکام شفعہ و احکام جنایات و احکام
غصب و احکام حدود و تعزیرات و احکام بغی و خروج
و اما قسم ثانی پس بہ بیانِ طریقِ تحصیلِ مال در بیت المال و
طریقِ انفاقِ آن مثل اخذِ زکوٰۃ نقود و مالِ تجارت و سوایم و
تعیینِ عشر بر اراضی و بیانِ مقادیرِ آن و تعیینِ نصاب
آن و بیانِ مصارفِ آن اما قسمِ ثالث پس بہ بیانِ طریقِ
حفاظتِ ملتِ حقہ از تغیر و بیانِ طرقِ تائیدِ آن و اہانتِ
ملتِ باطلہ و طریقِ استیصالِ آن مثل بیانِ احکامِ جہاد و
ہدم بنای کفر و ابطالِ رسومِ جاہلیت و استیصالِ اقسامِ بدعت
و ممانعت از شیوعِ فواحش و ظہورِ فسق و سدِ ابوابِ لہو و
لعب و امثالِ آن و تاکید بر تعمیرِ مساجد و ترمیمِ معابد و
اقامتِ جمعہ و اعیاد و نصبِ ائمہ و موذنین و قضاۃ و
محتسبین و امثالِ ذلک و اما قسمِ رابع پس بہ بیان
احکامِ غنایم و تعیینِ خمس در آن و وضعِ جزیہ و خراج
امثالِ ذلک چون اقسامِ سیاستِ ایمانی مجملاً مذکور شد
پس باید دانست کہ مطلقِ سیاستِ ایمانی خواہ اعمالی
باشد خواہ اموالی خواہ سیاستِ مدنیہ باشد خواہ سیاستِ
ملت بہ تمام و کمال نمی رسد مگر بچند سلیقہ کہ یا خود صاحبِ سیاست
بہ آن ہمہ موصوف باشد یا اربابِ آن تدابیر را بحضورِ خود
فراہم آرد و ایشان را تابعانِ خود سازد ہر چند این سلیقہ ہا
بسیار ست اما اصولِ آن پنج ست فراست و امارت و عدالت
و حفاظت و نظافت اما فراست پس عبارت ست از
مردم شناسی کہ از قرائن عالیہ و مقالیہ از رفتار و گفتار صادق
را از بدخواہ و طامع را از مخلص و خائن را از امین و پست ہمت

و مضارعت و قضا و شہادت و دعوی و انکار و اقرار اور
احکام قسم اور انکار اور احکامِ شفعہ اور احکامِ جنایات اور
احکامِ غصب اور احکامِ حدود و تعزیرات اور احکامِ بغاوت و
فساد وغیرہ لیکن قسمِ ثانی پس بیان اُس کا یہ ہے کہ بیت المال
میں مال کے تحصیل کا کیا طریق ہے اور اُسکے انفاق کی کیا صورت
ہے اور نقود اور مالِ تجارت اور سوائم کی زکوٰۃ کیونکر لے اور اراضی
پر عشر وغیرہ کا تعین کسطرح پر ہے اور اُسکے مقادیر کا بیان اور اُسکے نصاب
کی تعیین اور اُسکے مصارف کا ذکر وغیرہ وغیرہ یہ دوسری قسم میں شامل
ہے قسمِ ثالث کے بیان کو شامل ہے بیانِ طریقِ حفاظتِ ملتِ حقہ از
تغیر اور بیانِ طرق تائید مذہب اور اہانتِ ملتِ باطلہ
اور اُسکے استیصال کا طریق مثل بیانِ احکامِ جہاد و ہدم بنائے کفر و
ابطالِ رسوم جاہلیت و بیخ کنی اقسامِ بدعت و ممانعت از شیوعِ فواحش و
ظہورِ فسق و سدِ ابواب لہو و لعب و امثال ذالک اور تاکید تعمیرِ مساجد
اور ترمیم معابد اور اقامتِ جمعہ اور عیدین اور نصبِ ائمہ و
موذنین اور اقامت قضاۃ و محتسبین وغیرہ وغیرہ اور
قسمِ رابع بیانِ احکام غنائم اور تعیینِ خمس اور وضع جزیہ و
خراج وغیرہ کو حاوی ہے جب کہ سیاستِ ایمانی کے اقسام
مجملاً مذکور ہوئے تو معلوم کرنا چاہیئے کہ مطلق سیاستِ ایمانی خواہ
اعمالی ہو خواہ اموالی خواہ سیاستِ مدنیہ ہو خواہ سیاستِ ملت
چند طریقہ اور سلیقہ کے ساتھ کمال کو پہنچتی ہے وہ سلیقے یہ ہیں
یا خود صاحبِ سیاست اُس تمام کے ساتھ موصوف ہو اور ارباب
تدابیر کو اپنے حضور میں حاضر لاوے اور اُن کو اپنا تابع بناوے
ہر چند یہ سلیقے بہت ہیں لیکن اصول اس کے پانچ ہیں
فراست ۔ امارت ۔ عدالت ۔ حفاظت ۔ نظافت ۔
فراست مردم شناسی کو کہتے ہیں کہ قرائن حالیہ اور مقالیہ اور
رفتار اور گفتار کی باعث صادق کو منافق سے تمیز کر سکے
اور خیر خواہ اور بدخواہ میں فرق معلوم کرے اور طامع کو مخلص سے
اور خائن کو امین سے اور پست ہمت اور تنگ حوصلہ کو بلند ہمت

وتنگ حوصلہ را از بلند ہمت وفراخ حوصلہ وعقل وکیاست
ہرکس را بمیزانِ فراست خود بسنجد کہ کدام کس لائق کدام خدمت
است وکدام کس لائقِ کدام منصب وامّا امارت پس عبارت
ست از سلیقہ لشکر کشی ودشمن کشی وتدبیرِ صلح وجنگ ومعرکہ
آرائی وعربدہ پیرائی وکسرِ شوکتِ مخالف خواہ مخالف
ہیئتِ اجتماعیہ مسلمین باشد مثل اہلِ بغی وخروج قطاع الطریق
خواہ مخالفِ ملتِ ایشان باشد مثل کفار جنودِ ایشان پس
لابد قدر شناس اربابِ شجاعت وشہامت باشد واصحابِ
صولت وسطوت بہ وجہے جرأت واستقامت داشتہ
باشد کہ بزدل موافق را پُردل گرداند وپُردل مخالف را بزدل
امّا عدالت پس عبارت ست از سلیقہ فیصل خصومات کہ
درمیان بنی آدم در معاملات واقع می شود پس لابد خدا شناس
وتابعِ قانونِ عدل وانصاف باشد نہ پاسدار غنی وفقیر و
وضیع وشریف وقریب وبعید ودوست ودشمن کہ این ہمہ را
درباب انصاف وعدالت بہ یک نگاہ بیند وازطرف این ہمہ
درین مقدمہ پہلو تہی کند ونیز صاحب کیاست ودرایت باشد کہ
از وضع چشم ورد وازطریقہ کلام وگفتگوے محق از مبطل
تمیز نماید وراستباز را از سخن ساز وسادہ لوح را از حیلہ باز و
محنت کش باشد وفراخ حوصلہ نہ مساہل نازک طبع کہ از تفحص
حق بسبب تکاسل فرو ماند ودرقیل وقالِ اہلِ خصومات
دل تنگ شود وامّا حفاظت پس عبارت ست از سلیقہ سدِ ابواب
فسق وفجور وتعدی وجور وافساد مفسدین ورخنہ اندازی ملحدین
ومبتدعین پس لابد دانشور ودلیر وصاحب حمیتِ اسلامی
وغیرتِ ایمانی وخیرخواہِ صالحین وبدخواہِ مفسدین باشد تا
مانع شود از زنا وشربِ خمر وقمار بازی ومزامیر نوازی بہم زند

اور تنگ حوصلہ کو بلند ہمت اور فراخ حوصلہ سے فیصل کرے اور
ہر کسی کی عقل و دانائی کو میزان فراست میں تولے کہ کون آدمی
کس خدمت کے لائق ہے اور کون شخص کس منصب کا مستحق ہے
لیکن امارت پس عبارت ہے سلیقہ لشکر کشی اور دشمن کشی اور تدابیر
صلح وجنگ اور معرکہ آرائی اور عربدہ پیرائی اور کسر شوکت مخالفت
سے خواہ مخالف ہیئت اجتماعیہ مسلمین ہو مثل اہل بغی وخروج
وقطاع الطریق خواہ مخالف ملت ہو مثل کفار وجنود کفار پس بالضرور
قدر شناس ارباب شجاعت وشہامت ہو اور قدر دان اصحاب
صولت وسطوت اسی وجہ پر جرأت اور استقامت رکھتا ہو کہ
بزدل موافق پُردل کرے اور پُردل مخالف کو بزدل بنائے
اور عدالت سلیقہ فیصل خصومات سے مراد ہے کہ فیما بین بنی آدم
معاملات میں واقع ہوئی پس لابد خدا شناس اور تابع قانون
عدل وانصاف ہوے اور کسی کی پاسداری اور رعایت کو
خیال میں نہ لائے خواہ کوئی غنی ہو یا فقیر وضیع ہو یا شریف قریب ہو
یا بعید دوست ہو یا دشمن بلکہ ان سب کو مقدمہ انصاف و
عدالت میں ایک نظر سے دیکھے اور ان سب کی طرف سے
اس معاملہ میں پہلو تہی کرے اور بھی صاحب کیاست اور
درایت ہو کہ وضع چشم اور رد اور طریقہ کلام اور گفتگو سے
محق کو مبطل سے تمیز کرے اور راستباز کو سخن ساز اور
سادہ لوح کو حیلہ باز سے جدا فرمائے اور محنت کش اور فراخ حوصلہ
بھی ہو نہ مساہل نازک طبع کہ تلاش حق سے تکاسل کے
سبب عاجز رہے اور اہل خصومات کی قیل وقال سے دل تنگ
ہوے لیکن حفاظت پس عبارت ہے سلیقہ سد ابواب فسق و
فجور اور تعدی اور جور وفساد مفسدین اور رخنہ اندازی ملحدین و
مبتدعین سے پس لابد دانشور اور دلیر اور صاحب حمیت اسلامی
غیرت ایمانی اور خیر خواہ صالحین اور بدخواہ مفسدین ہوے تاکہ
زنا اور شرب خمر اور قمار بازی اور مزامیر نوازی سے مانع آئے

ؒ سمجھ ۱۲ ؒ دانائی ۱۲ ؒ حق ۱۲ ؒ ۱۲ | اہل کو ۱۲

ومحافل طرب ونشاط ومجالس مزاح وانبساط را، ہدم کند عمارات
مطلا و مذہب را مانع شود از اختلاط رجال با نسوان و امارد
و از تکلف و اسراف در طعام ولباس و در رسوم شادی و
ماتم و محفوظ دارد ضعفاء مسلمین را از گزند متعدیان جفاکش
خواہ بر آبروئے کسے دست انداز مثل قذف و سب
و شتم و خواہ بر جان کسے مثل قتل و ضرب خواہ بر مال
کسے مثل سرقہ ونہب وخیانت وغصب و مانع شود
از اظہار بدعات مثل گور پرستی و رسوم جاہلیت و اعمال
سحر و طلسم و تعلیم نجوم غیر شرعیہ و شیوع مذاہب غیر
اہل سنت و جماعت و تقریر شبہات ملاحدہ و زنادقہ
و تشبہ بکفار در زی و لباس و رفتار و گفتار و امثال
ذالک۔ و این منصب حفاظت فی الحقیقۃ دو منصب ست
سد ابواب ظلم و تعدی کہ صاحب آنرا عسس می گویند
سد ابواب فسق و فجور و بدعات و منکرات کہ صاحب
آن را محتسب گویند و آنرا انتظامات پس عبارت از سلیقہ
بندوبست مداخل و مخارج بیت المال پس لابد صاحب
کیاست و امانت باشد تا در تحصیل مال و صرف آن
اصلاح حال مسلمین و خدمت گذاری دین متین پیش
نظر دارد نہ منفعت جان خود و اقارب و دوستان خود
و نہ مضرت مخالفان و دشمنان خود ہرچند بحث سیاست
ایمانی صحرائیست بیکران و دریائی ہست نا پایان
اما آنچہ درین مقام ذکر کردہ شد ذرہ ایست از ہمون صحرا
قطرہ ایست از ہمون دریا ہر کرا صاحب ذہن ثاقب و فکر
صائب ست از ہمین کلمات چند بدان مضامین پس
باریک و بلند پے توان برد این ست فکر چندے از کمالات

اور محافل طرب ونشاط اور مجالس مزاح وانبساط کے
رسومات کو مٹائے اور عمارات مطلا[1] اور مذہب گرائے اور
مردوں کو عورتوں اور امردوں کے اختلاط سے بچائے اور
کھانے اور پہنے اور رسوم شادی وغمی میں تکلف اسراف سے
لوگوں کو باز رکھے اور ضعفاء مسلمین کو متعدیان جفاکیش کے
ایذاؤں مثل تہمت وسب وشتم قتل وضرب وسرقہ و
غارت وخیانت وغصب وغیرہ سے محفوظ رکھے اور اظہار
بدعات مثل گور پرستی اور رسوم جاہلیت اور اعمال سحر و
طلسم اور تعلیم نجوم غیر شرعیہ اور شیوع مذاہب غیر اہل
سنت وجماعت اور تقریر شبہات ملاحدہ وزنادقہ[2] و تشبہ[3]
بکفار وغیرہ سے مانع ہوئے اور یہ منصب حفاظت
فی الحقیقت دو منصب کو شامل ہے ایک ظلم وتعدی کے دروازہ کا
بند کرنا کہ اسکے منتظم کو عسس اور کوتوال کہتے ہیں اور دوسرا
سد ابواب فسق وفجور وبدعات ومنکرات کہ اس کے عامل کو
محتسب کہتے ہیں آنا انتظامات پس سلیقہ بندوبست آمد و
خروج بیت المال سے عبارت ہے سو بالضرور ایسا شخص
صاحب کیاست وامانت ہو تاکہ مال کی تحصیل اور
اس کے صرف میں اصلاح حال مسلمین اور خدمت گذاری
دین متین پیش نظر رکھے اور اپنے اور دوست واقارب
کی منفعت اور دشمن اور مخالفوں کی مضرت کا خیال
دل میں نہ لائے ہرچند کہ بحث سیاست ایمانی ایک صحرا ہے
بیکراں اور ایک دریا ہے بے پایاں لیکن جو کچھ اس
مقام میں ذکر کیا گیا اسی صحرا کا ایک ذرہ ہے اور اسی
دریا کا ایک قطرہ ہے جس کسی کو اللہ تعالے نے ذہن
ثاقب[4] اور فکر صائب[5] عطا فرمایا ہے انہیں چند کلموں سے
وہ شخص ان مضامین عالیہ کی طرف راہ پاتا ہے یہ چند کمالات

[1] سنہری ۱۲ [2] کافر ۱۲ [3] خواہ مشابہت صورت میں ہو یا لباس میں۔ رفتار میں ہو یا گفتار میں ۱۲ [4] روشن ۱۲ [5] رسا ۱۲

انبیا رکہ بیانِ آن در تحقیقِ حقیقتِ امامت بکار آید و
چنان مناسب مے نماید کہ درین مقام نامہاے کمالات
مذکورہ بشماریم تا در مقامِ تحقیقِ حقیقتِ امامت اگر کمالے
ازین کمالات مذکور شود ناظر را در تفحصِ آن در جنس این
کلام طویل پریشانی خاطر دامن گیر نشود پس می گوئیم کمالِ
اول وجاہت ست و آن سہ شعبہ ہست۔ محبوبیت بہ نسبت
رب العالمین و عزت در ملائکہ مقربین و شہادت بہ نسبت
عباد صالحین و کمالِ ثانی ولایت ست و آن را سہ شعبہ ہست
معاملاتِ ربانی و مقاماتِ روحانی و اخلاقِ نفسانی اما
معاملات پس چندے ازان درین مقام مذکور گردیدہ کلام
والہام و تعلیم و تفہیم و حکمت اما مقامات پس عبودیت و
عصمت و محبت و توکل و رضا و تسلیم و خوف و رجا
و محو و فنا و صبر و شکر و تجرید و تفرید اما اخلاق پس سخاوت
و شجاعت و علو ہمت و وسعتِ حوصلہ و استقامت و
وفورِ رحمت و شفقت و خیر خواہی دشمنان و قدر شناسے
دوستان و کمالِ ثالث بعثت ست و او را صورتے ہست
و حقیقتے صورتش نزول امرست بہ تربیت خلق اللہ
حقیقتش حدوثِ شفقتِ کاملہ ست بہ نسبت انسان در
دل کمالِ رابع ہدایت ست و آن را پنج قسم ست نزولِ برکت
و عقدِ ہمت و فیضِ صحبت و خرقِ عادت و اظہارِ دعوت
و فیضِ صحبت را ظاہرے ست و حقیقتے ظاہرش حدوثِ رغبت
اتباع ست در قلب بسبب ملاحظہ حالِ ایشان و حقیقت
انعکاسِ نورِ غیبی ست از دلِ ایشان بر دلِ ہمنشینان
ایشان و اظہارِ دعوت بر طریقِ محاوراتِ عرفی ست نہ
اصطلاحاتِ کتابی و وہ طریق در آن اصل ست بیانِ حکمت

انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے کہ بیان اس کا تحقیق حقیقت امامت
میں کام آئے اور ایسا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ہم اس مقام میں ہم
کمالات مذکورہ کے نام بیان کریں تا مقام تحقیق حقیقت
امامت میں اگر کوئی کمال ان کمالات میں سے مذکور ہو
ناظر او مطالعہ کرنے والے کو اس جیسے کلام طویل میں پریشانی
خاطر دامن گیر نہو نظر بریں گذارش کرتا ہوں کہ کمال اول
وجاہت ہی اور اُسکی تین شاخیں ہیں محبوبیت بہ نسبت
رب العالمین عزت بہ زمرۂ ملائکہ مقربین شہادت بہ نسبت
عباد صالحین کمال ثانی ولایت ہی اور اسکے بھی تین شعبے
ہیں معاملات ربانی مقامات روحانی اخلاق نفسانی اما
معاملات پس اُن میں سے چند معاملات کا اس مقام پر
ذکر ہوا کلام الہام تعلیم تفہیم حکمت مقامات یہ ہیں عبودیت
عصمت محبت۔ توکل رضا تسلیم خوف۔ رجا۔ محو۔ فنا صبر
شکر۔ تجرید۔ تفرید۔ اخلاق اس کا نام ہی سخاوت۔ شجاعت
علو ہمت۔ وسعت حوصلہ۔ استقامت۔ وفور رحمت
شفقت۔ خیر خواہی دشمناں۔ قدر شناسی دوستاں
کمال ثالث بعثت ہے اور اُسکے واسطے ایک صورت ہی
اور ایک حقیقت صورت اُس کی تربیت خلق اللہ کے
واسطے امر ہے اور حقیقت اُس کی بہ نسبت انسان دل
میں شفقت کاملہ کا حادث ہونا ہے کمال رابع ہدایت
ہے اور اُس کی پانچ قسمیں ہیں نزول برکت۔ عقد
ہمت۔ فیض صحبت۔ خرق عادت۔ اظہار دعوت
فیض صحبت کے لیے بھی ایک ظاہر اور ایک حقیقت ہی
ظاہر اُسکا یہ ہی کہ اُنکے حال کے ملاحظہ کرنے سے قلب میں
اتباع اور پیروی کی رغبت ظاہر آئی اور حقیقت اُسکی یہ ہی کہ
اُنکے ہمنشینوں کے دل پر اُنکے دل سے نور غیبی کا انعکاس
جلوہ دکھائے اور اظہار دعوت طریق محاورات عرفی پر ہے نہ
اصطلاحات کتابی پر اور وہ طریق اُنمیں اصل ہی بیان حکمت

و کلام موعظت و طریق ثالث از توابع آن فن ظرافت
است و جدل و آنچہ بہ آن ہدایت می نمایند سہ چیز ست
عقائد و احکام و اخلاق۔ کمال خاص سیاست ایمانی ست
و آن بر چہار قسم ست سیاست مدنیہ اعمالی و اموالی و سیاست
ملت اعمالی و اموالی و آن را پنج ملکات می باید۔ فراست
و امارت و عدالت و حفاظت و نظامت و کمال اول و
دوم و سوم و شعب و لوازم آن را کمالات می نامند و
چہارم و پنجم و اقسام و طرق آن را تکمیل می نامند **قسم ثانی**
در بیان آنکہ بعضے از اکابر اولیاء در کمالات مذکورہ بہ انبیا
علیہم الصلوٰۃ والسلام مشابہت میدارند و آن مشتمل بر دو
تنبیہ ست **تنبیہ اول** در بیان آنکہ بعضے از بندگان
مقبولین ہر چند منصب نبوت نمی دارند اما از کمالات
مذکورہ نصیبہ وافر و استعداد خود می دارند باید دانست کہ
دلائل کتاب و سنت بر این معنی دلالت میدارند کہ نصیبہ
از این کمالات مذکورہ بہ دیگر بندگان مقبولین ہم میرسد
ہر چند آیات و احادیث کہ دلالت بر اتصاف مقبولین
باین کمالات مذکورہ می وارد اگر ہمہ را بالاستیعاب ذکر
کردہ شود و در بیان ہر ہر کمال علیحدہ علیحدہ شواہد از آیات
و احادیث گذرانیدہ شود نہایت تطویل کلام دریں مقام
لازم آید بناءً علیہ بہ ذکر چندے از کمالات مذکورہ اجمالاً کہ
عمدہ ترین آنہاست دریں مقام اکتفا کردہ شد تا حال
دیگر کمالات بالاولی در آن فہمیدہ شود پس میگوئیم اما
ثبوت وجاہت اجتبائی مر غیر انبیاء را پس مستفاد ازین
آیہ می شود وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ
وَطَھَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ○

کلام موعظت اور طریق ثالث اُس کی توابع میں سے ہے اور
وہ فن ظرافت اور جدل ہے اور تین چیزیں ہدایت کا باعث
ہیں عقائد احکام۔ اخلاق۔ کمال خاص سیاست ایمانی
ہے اور وہ چار قسم پر ہے سیاست مدنیہ اعمالی و اموالی و
سیاست ملت اعمالی و اموالی اور اسکے لیے پانچ ملکے
چاہئیں۔ فراست۔ امارت۔ عدالت۔ حفاظت۔ نظامت
اور کمال اول اور دوم اور سوم اور اُسکے شعبوں اور لوازم کو
کمالات کہتے ہیں اور چہارم اور پنجم اور اُس کے اقسام اور
طرق کو تکمیل نام رکھتے ہیں **قسم ثانی** اس بات کے بیان
میں ہے کہ بعضے از اکابر اولیاء کمالات مذکورہ میں حضرات
انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور یہ دو تنبیہ پر
مشتمل ہے **تنبیہ اول** اس بات میں ہے کہ بعض
بندگان مقبولین ہر چند منصب امامت نہیں رکھتے
لیکن کمالات مذکورہ سے اپنی استعداد کے موافق نصیب
رکھتے ہیں۔ معلوم کرنا چاہیے کہ کتاب اور سنت کے
دلائل اس معنی پر دال ہیں کہ ان کمالات مذکورہ سے
دوسرے بندگان مقبولین کو بھی حصہ پہنچتا ہے جس قدر
کہ آیات اور احادیث ان مقبولین کی شان میں ان کمالات
مذکورہ کے اتصاف پر دال ہیں اگر سب کا باستیعاب
ذکر کیا جاوے اور ہر ہر کمال کے بیان میں علیحدہ
علیحدہ شواہد اور نظیریں آیات اور احادیث سے گزاری
جائیں نہایت تطویل کلام۔ اس مقام میں لازم آئے
نظر بریں چند کمالات عمدہ ترین مجملاً اس مقام میں ذکر کیے
جاتے ہیں تاکہ اور کمالات کا حال بالاولی اُس سے سمجھا جاوے
پس کہتا ہوں میں کہ وجاہت اجتبائی کا ثبوت غیر انبیاء کو
اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے (ترجمہ جب کہا فرشتوں نے
اے مریم بے شک اللہ نے برگزیدہ کیا تجھکو اور پاک
کیا تجھکو اور برگزیدہ کیا تجھکو جہان کی عورتوں پر

وقال اللہ تعالیٰ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا
نَبَاتًا حَسَنًا ودرین کریمہ ثانیہ ذکر توجہ وعنایتِ حضرتِ
حق سبحانہ بسوے حضرتِ مریمؑ در سن طفولیت وقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفاطمۃؓ ان اللہ اطلع علی
اھل الارض فاختار اباک وبعلک وذکرِ شعب آن
تفصیلاً پس ذکرِ محبوبیت بہ نسبتِ رب العالمین درین آیات
واحادیث واقع شدہ۔ قال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ
وَيُحِبُّونَهُ ومراد ازین قوم درین کریمہ حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ واتباع ایشانند کہ بہ مرتدین مقابلہ نمودند۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم ائتنی باحب خلقک
الیک یاکل معی ھذا الطیر فجاءہ علی فاکل معہ
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ
امرنی بحب اربعۃ واخبرنی انہ یحبہم قیل یا رسول اللہ
سمّھم لنا قال علی منہم یقول ذلک ثلثا وابوذر
ومقداد وسلمان امرنی بحبہم واخبرنی
انہ یحبہم واما ذکر عزت در ملائکہ مقربین۔
فقد قال اللہ تعالیٰ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ
اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا
وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ
نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ و
ملائکتہ یصلون علی معلم الناس الخیر
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبعض الصحابۃ اذ
راٰھم جالسین لذکر اللہ ان جبرئیل اخبرنی ان اللہ

اور کہا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ پس قبول کیا اُسکو پروردگار
اُسکے نے اچھا قبول کرنا اور بڑھایا اُسکو اچھا بڑھانا) اور اس آیت
ثانیہ میں جناب باری کی عنایت اور توجہ کا ذکر ہی جو حضرت مریمؑ
کی طرف سن طفولیت میں متوجہ ہوئی اور جناب نبی کریم علیہ التحیۃ و
التسلیم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین
والوں کو دیکھا تو پسند کیا تیرے باپ کو اور خاوند کو) اور اُسکے
شعبوں کا ذکر تفصیلاً پس ذکر محبوبیت بہ نسبت رب العالمین ان آیات
اور احادیث میں واقع ہوا فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اے مسلمانو
تم سے جو پھر جاوے دین سے پس لے آویگا اللہ تعالیٰ ایسی قوم کہ
دوست رکھے گا وہ اُنکو اور دوست رکھینگے وہ اُسکو) اور مراد قوم سے
اس آیت کریمہ میں حضرت صدیق اکبرؓ اور اُنکے اتباع ہیں کہ مرتدوں کے
ساتھ مقابلہ کیا۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اے اللہ
لا میرے پاس وہ کہ زیادہ محبوب ہو تجھکو تیری خلقت سے کھاوے
میرے ساتھ یہ جانور پس آئے آپ کے پاس حضرت علیؓ پھر آپکے
ساتھ کھایا) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ تعالیٰ
نے مجھکو حکم فرمایا چاروں کی محبت کا اور خبر دی مجھکو کہ وہ یعنی
اللہ تعالیٰ بھی اُنکو دوست رکھتا ہے عرض کیا کہ اے رسول اللہ
ہمکو اُنکے نام بتاؤ فرمایا علیؓ اُنہیں سے ہی فرمایا اسکو تین مرتبہ
اور ابوذرؓ اور مقدادؓ اور سلمانؓ حکم کیا مجھکو اُنکی دوستی کا اور خبر دی
مجھکو کہ وہ بھی اُنکو دوست رکھتا ہے) رہا ذکر عزت بہ زمرۂ ملائکہ
مقربین پس تحقیق فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ جن لوگوں نے
کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہی پھر قائم رہے اُترتے ہیں اُنپر فرشتے یہ کہ
مت خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہو اور خوش ہو ساتھ جنت کے کہ
وعدہ دیے جاتے تھے ہم ہیں دوست تمہارے دنیا اور آخرت میں)
اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے
درود بھیجتے ہیں بھلی بات کے بتانیوالے پر) اور فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ سے (ترجمہ جسوقت دیکھا انکو کہ اللہ کا
ذکر کر رہے ہیں کہ مجھکو جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالے نے

يتباهى بكم الملائكة وقال النبي صلى الله عليه وسلم
من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به
طريقا من طرق الجنة وان الملائكة لتضع
اجنحتها رضًى لطالب العلم وان العالم ليستغفر
له من في السموات ومن في الارض حتى الحيتان في جوف
الماء وقال صلى الله عليه وسلم ان احب الناس الى
الله يوم القيامة واقربهم مجلسا امام عادل وقال حكاية
عن ربه تبارك وتعالى ان عبدي اذا ذكرني في ملاء
ذكرته في ملاء خير منه وقال النبي صلى الله عليه و
سلم ان الله اذا احب عبدا دعا جبرئيل فقال
اني احب فلانا فاحبه قال فيحبه جبرئيل ثم
ينادي في السماء فيقول ان الله يحب فلانا فاحبوه
فيحبه اهل السماء ثم يوضع له القبول في الارض
وقال صلى الله عليه وسلم اهتز العرش لموت سعد
ابن معاذ وقال صلى الله عليه وسلم العالم يدعى عظيما
في السماء آ اسيادت يعني وساطت درميان رب
العالمين وعباد مقبولين در وصول فيض غيبي وانحصار
مقبوليت درمحبت واتباع ايشان قال الله تبارك و
تعالى وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ وقال الله تعالى اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ
ذُرِّيَّتُهُمْ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وقال
النبي صلى الله عليه وسلم في حق علي لا يحبه الا مؤمن
ولا يبغضه الا منافق وقال النبي صلى الله عليه
وسلم اللهم وال من والاه وعاد من عاداه

فخر کرتا ہی بسبب تمہارے فرشتوں میں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے (ترجمہ جو علم کی طلب میں راہ چلا تو اللہ تعالی اُسکو جنت کی
راہ چلاتا ہی اور فرشتے طالب علم کی رضا کو اپنے پر بچھاتے ہیں عالم
کی بخشش آسمانوں اور زمین والے مانگتے ہیں یہانتک کہ پانی کے اندر
کی مچھلیاں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
یہ کہ محبوب لوگوں سے طرف اللہ کے قیامت کے دن اور
قریب تر اُن کا درجہ میں امام منصف ہے) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ترجمہ
میرا بندہ جب میری یاد جماعت میں کرتا ہی تو میں بھی اُسکو بہتر
جماعت میں یاد کرتا ہوں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ تحقیق اللہ تعالی جس وقت کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو
جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہی کہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو
تو بھی محبت کر۔ فرمایا رسول اللہ نے اُسکو دوست کرتا ہی جبرئیل پھر
ندا کرتا ہی آسمان میں کہ فلاں بندہ کو اللہ تعالی دوست رکھتا ہی تم بھی دوست
رکھو محبت کرنے لگتے ہیں آسمان والے پھر زمین میں بھی قبولیت ہو جاتی ہی)
اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ہل گیا عرش بسبب موت
سعد بن معاذ کے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
کہ عالم عظیم پکارا جاتا ہی آسمان میں) اب سیادت یعنی وساطت
درمیان رب العالمین و عباد مقبولین اور وصول فیض غیبی
اور انحصار مقبولیت محبت و اتباع انکی میں اللہ تبارک تعالی
فرماتا ہے (ترجمہ جسنے اطاعت کی اللہ کی اور اُسکے رسول کی ہی
لوگ میں ساتھی اُنکے کہ انعام کیا اللہ نے انپر نبیوں اور صدیقین اور
شہیدوں اور نیکوں سے) اور فرمایا اللہ صاحب نے (ترجمہ وہ لوگ ایمان
لائے اور تابعداری کی انکی اولاد انکی نے ہم انکو انکی اولاد دینگے)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا (ترجمہ
کہ نہیں محبت رکھتا اس سے مگر مومن اور نہیں دشمنی رکھتا مگر منافق)
اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اے اللہ دوستی کر
جو کوئی دوستی رکھے اُس سے اور دشمنی کر جو کوئی دشمنی رکھے اُس سے

وقال صلی اللہ علیہ وسلم مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة
نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها هلك
وقال انی تارك فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما
لن تضلوا بعدی کتاب الله وعترتی اهل بیتی
و اما ذکر ولایت اجمالاً۔ فقد قال اللہ تعالیٰ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ
الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون ۝
الذین آمنوا وکانوا یتقون ۝ لهم البشریٰ
فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة وقال اللہ تعالیٰ
اِنْ اَوْلِیَاؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۝ و اما ذکر شعب آن
تفصیلاً پس باید دانست کہ از آن جملہ الہام ست یعنی الہام
کہ بہ انبیاء اللہ ثابت ست آن را وحی می گویند و اگر بغیر
ایشان ثابت می شود و آن را تحدیث می گویند و گاہے در
کتاب اللہ مطلق الہام را خواہ بہ انبیاء اللہ ثابت ست
خواہ بہ اولیاء اللہ وحی نامند و این مطلق الہام گاہے در
صورت کلام از پردہ غیب بلکہ لاریب نازل می گردد
کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ
اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ وقال اللہ تعالیٰ
وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ
عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا
رَادُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝
وقال اللہ تعالیٰ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ
وَاِمَّا اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا وقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من الامم
محدثون وان یك فی امتی احد فانه عمر
وگاہے یعنی الہام بواسطہ ملک می شود کما قال اللہ تعالیٰ

اور فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ میری اہل بیت مثل نوح کی کشتی
کے ہے جو سوار ہوا بچا اور رہ گیا ہلاک ہوگیا) اور فرمایا (ترجمہ میں
تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان کو
مضبوط پکڑے رہو گے میرے بعد بھٹکنے کے نہیں ایک تو قرآن
شریف دوسری اہل بیت) اب ولایت کا ذکر اجمالاً ملاحظہ فرمائیے
پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہ خبردار ہو اللہ کے دوست
نہ ان پر خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے جو لوگ کہ ایمان لائے اور بچے
پرہیزگار انہیں کو دنیا اور آخرت میں خوشی ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ
نے (ترجمہ نہیں اس کے دوست مگر پرہیزگار) اور اس کے
شعبوں کا ذکر تفصیلاً معلوم کرنا چاہیے از آں جملہ الہام ہے
یعنی الہام کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات کے واسطے ثابت ہے
اس کو وحی کہتے ہیں اور اگر انکے غیر کے لیے حاصل ہے اس کو
تحدیث کہتے ہیں اور کبھی کتاب اللہ میں مطلق الہام کو وحی
کہتے ہیں خواہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہو خواہ اولیاء کرام کو
اور یہ مطلق الہام کبھی صورت کلام میں پردہ غیب سے
لاریب نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے
(ترجمہ اور جب حکم بھیجا ہمنے حواریین کو کہ مجھ پر اور میرے
رسول پر ایمان لاؤ) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (
کہ ہمنے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حکم دیا کہ اس کو دودھ پلا
اور جب تجھکو خوف ہو تو دریا میں ڈال دے اور ڈر مت
اور نہ رنجیدہ ہو کیونکہ ہم اس کو تیرے ہی پاس لوٹا دیں گے
اور اس کو رسول بنا دیں گے۔) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ کہ کہا ہمنے اے ذوالقرنین چاہے تو تو سختی کر
ان ہیں یا بھلائی سے پکڑ ان کو) اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ پہلی امتوں میں محدث تھے
اگر میری امت میں ایک ہو تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے)
اور کبھی یہی الہام فرشتے کے واسطے سے
ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا
مکانا شرقیا ۰ فاتخذت من دونھم حجابا
فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا ۰
قالت انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا ۰
قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا ۰
قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک
بغیا ۰ قال کذلک قال ربک ھو علی ھین و
لنجعلہ ایۃ للناس و رحمۃ منا و کان
امرا مقضیا ۰ وقال اللہ تعالے
واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفک و
طھرک واصطفک علی نساء العلمین ۰ یا مریم
اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین
وقال اللہ تعالی واذ قالت الملائکۃ یا مریم
ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی
ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن
المقربین ۰ وگاہے ہمین الہام بہمین طریق واقع
می شود کہ خود بخود از دل صاحب الہام کلامے جوش
می زند و آن را بر زبان می راند و فی الحقیقت آن کلام
رحمانی ست کہ بر زبان او جاری گشتہ نہ کلام انسانی
این قسم الہام کہ بہ انبیاء اللہ می شود انرا نفث فی الروع
گویند۔ کما قال النبی علیہ السلام الا ان روح القدس
نفث فی روعی۔ واگر بہ نسبت اولیاء اللہ می شود او را
نطق سکینہ می گویند چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہ ذکر فرمودہ اند
ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر و قلبہ
و بسیار قصص از امثال این از جناب فاروق اعظم مروی ست

(ترجمہ یاد کر مریم علیہا السلام کا قصہ جبوقت اپنے گھروالوں سے علیحدہ
ہوکر شرقی مکان میں گئی پھر درمیان میں ایک پردہ ڈال لیا۔
پھر اُسکے پاس ہمنے اپنی روح بھیجی وہ اُسکو آدمی کی شکل میں نظر آیا
کہا مریم عؑ نے کہ میں تو اللہ کی پناہ مانگتی ہوں چاہیے تو پرہیزگار
کیوں نہو۔ کہا اُس نے کہ مجھے تو تیرے پروردگار نے بھیجا ہے کہ
میں تجھے ایک لڑکا پاک سا دوں۔ کہا مریم عؑ نے کہ بھلا میرے لڑکا
کہاں ہوسکتا ہے مجھے کسی مرد نے تو چھوا ہی نہیں اور میں خراب
بھی تو نہیں ہوں۔ کہا اُس آنیوالے نے کہ اسی طرح ہوگا
تیرے پروردگار نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور ہم اُسکو لوگوں کے
واسطے ایک نشانی بنائینگے اور ہماری طرف سے ایک رحمت ہو او
یہ بات تو ہوئی ہوائی ہے) اور کہا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور جب
کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ نے تجھکو پسند کیا اور پاک کیا
اور پسند کیا جہان کی عورتوں پر۔ اے مریم فرمانبرداری کر اپنے
پروردگار کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالوں کے
اور کہا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور جب کہا فرشتوں نے اے
مریم اللہ تعالی تجھکو خوشی سناتا ہے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی ک
نام اُسکا مسیح عیسی بن مریم علیہما السلام ہے خوبی والا ہے د
اور آخرت میں اور نزدیک والوں سے ہے) اور کبھی یہی الہا
اس طور پر واقع ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے
کلام جوش مارتا ہے اور اُسکو زبان پر لاتا ہے اور فی الحقیقت
وہ کلام رحمانی ہے کہ اُس کی زبان پر جاری ہوا نہ کلام انسا
اس قسم کا الہام کہ انبیاء علیہم السلام کو ہوتا ہے اُسکو نفث
فی الروع کہتے ہیں۔ جیساکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(ترجمہ خبردار ہو کہ روح پاک نے میرے دل میں پھونک د
اور اگر بہ نسبت اولیاء اللہ ہوئے اُسکو نطق سکینہ کہتے ہیں چنا
صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے (ترجمہ ہمکو دوری نہیں ہوتی تھی
سکینہ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر جاری ہو) اور ا
اس جیسے قصے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہ

و از جملہ اقسام الہام خواب ست کہ کسے را از مقبولین عالی
مقام در حالت منام بر امرے از امور غیبیہ مطلع می نمایند
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق من النبوۃ الا
المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یریھا
المؤمن او تری لہ و از عمدہ کمالات ولایت تعلیم غیبی ست
قال اللہ تبارک و تعالی وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ
بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا
وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً
مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ
وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وظاہر ست کہ
طالوت نبی نبود و قال اللہ تعالی فَوَجَدَا عَبْدًا
مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ
مِن لَّدُنَّا عِلْمًا و مراد از عبد درین مقام حضرت خضر
اند و ایشان بر اصح اقوال از جملہ انبیاء نیستند و از کمالات
مذکورہ تفہیم غیبی ست و معنی آن القاء برکت ست در
فکر و نظر کہ قوت نظریہ را کشان کشان بہ راہ راست
آرد و بحق مشخص ساند۔ قال اللہ تعالی فَفَهَّمْنَاهَا
سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۔ وظاہر ست
کہ حضرت سلیمان درین زمان کہ ہفت سالہ بود بہ منصب
نبوت فائز نشدہ بودند و قال علی رضی اللہ تعالی عنہ
والذی خلق الجنۃ وبرء النسمۃ ما عندنا الا هذا القرآن
وقال علی بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الی الیمن قاضیا فقلت یا رسول اللہ ترسلنی و
انا حدیث السن ولا علم لی بالقضاء فقال
ان اللہ سیہدی قلبک ویثبت لسانک قال علی

اور منجملہ اقسام الہام خواب ہے کہ کسی کو مقبولین عالی مقام میں
سے حالت منام یعنی خواب میں کسی امر غیبی پر مطلع اور آگاہ کرتے
ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ نہیں باقی رہا نبوت سے مگر
خوشخبریاں صحابہ نے پوچھا کہ خوشخبریاں کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ
خواب نیک جو مومن دیکھتا ہے) اور عمدہ کمالات ولایت سے
تعلیم غیبی ہے فرمایا اللہ تبارک و تعالی (ترجمہ اور ان سے انکے نبی نے
کہا کہ اللہ تعالی نے تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ بنایا ہی
کہا انہوں نے وہ ہم پر بادشاہ کیونکر ہوگا اور بادشاہی کے تو
ہم زیادہ حقدار ہیں اس سے اور وہ مالدار بھی تو نہیں ہے کہا
اللہ تعالی نے اسکو پسند کیا تم پر اور زیادہ کیا اسکو علم اور
جسم میں) اور ظاہر ہے کہ طالوت نبی نہ تھا اور فرمایا اللہ تعالی
نے (ترجمہ کہ وہ دونو ہمارے ایک بندہ سے ملے کہ اسکو
ہمنے رحمت اور علم اپنے پاس سے دیا تھا) اور مراد عبد سے
اس مقام میں حضرت خضر ہیں اور وہ اصح قول پر منجملہ انبیا نہیں
بلکہ از زمرۂ اولیا ہیں اور کمالات مذکورہ سے تفہیم غیبی ہے
اور معنی اس کے یہ ہیں کہ القاء برکت فکر و نظر میں ہو
کہ قوت نظریہ کو کشاں کشاں راہ راست پر لاسکے اور
حق مشخص کو پہنچا دے چنانچہ جناب باری جل جلالہ
فرماتا ہے (ترجمہ پھر سمجھا دیا وہ ہمنے سلیمان علیہ السلام کو
اور ہر ایک کو دیا ہمنے حکم اور علم) اور ظاہر ہے کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام اس زمانے میں کہ سات برس کے تھے
منصب نبوت پر نہ پہنچے تھے) اسی بارہ میں حضرت علی نے
فرمایا ہی (ترجمہ قسم ہے اس ذات کی کہ پیدا کیا جنت کو اور جان کو
سوا اسکے اس قرآن شریف کے ہمارے پاس کچھ اور نہیں ہے مگر سمجھ
جو آدمی کو دیا گیا) اور علی سے ہے (ترجمہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ نے مجھ
یمن کا قاضی کر کے بھیجنے لگے تو مینے کہا آپ مجھکو بھیجتے ہیں اور میں کم عمر
ہوں اور فیصلوں کا مجھکو علم نہیں پس فرمایا اللہ تعالی تیرا دل کھول دے گا
اور ثابت رکھیگا تیری زبان کو کہا علی رضی اللہ عنہ نے

فاشکلت فی قضاء بعد وفی التوریۃ المقدسۃ انہ لیس قاض
یقضی بالحق الا کان عن یمینہ ملک وعن شمالہ
ملک یسددانہ ویوفقانہ للحق مادام علی الحق
فاذا ترک الحق عرجا وترکاہ . واز انجملہ حکمت ست
قال اللہ تبارک وتعالی ولقد اٰتینا لقمان الحکمۃ
ان اشکر للّٰہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا دار العلم
وعلی بابہا ودعی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس
اللّٰھم علمہ الحکمۃ واز عمدہ ترین مقامات ولایت عبودیت
ست. قال اللہ تعالی فوجدا عبدا من عبادنا اٰ
تیناہ رحمۃ من عندنا وقال اللہ تعالی ان الابرار یشربون
من کاس کان مزاجھا کافورا ۝ عینا یشرب
بہا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا ۝ ومراد از
عباد اللہ درین مقام حضرت مرتضی وحضرت زہرا وامامین
شہیدین علیہم السلام اند وقال اللہ تعالی وعباد الرحمن
الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم
الجاھلون قالوا سلاما ۝ والذین یبیتون
لربھم سجدا وقیاما ۝ والذین یقولون ربنا
اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما
انھا ساءت مستقرا ومقاما ۝ والذین اذا انفقوا
لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما ۝
والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ولا یقتلون
النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن
یفعل ذلک یلق اثاما ۝ یضاعف لہ العذاب
یوم القیمۃ ویخلد فیہ مھانا ۝ الا من تاب واٰمن و
عمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات

پھر مینے شک بھی تو نہیں کیا فیصلے میں) اور تورات مقدس میں ہے
(ترجمہ یہ کہ کوئی قاضی جب حق کرتا ہی تو ایک فرشتہ اُسکے سیدھے
طرف اور ایک اُلٹی طرف ہوتا ہی کہ مدد کرتے رہتے ہیں واسطے حق کے
جب تک مستحق ہوتا ہی پھر جب حق کو ترک کر دیتا ہی تو چڑھ جاتے ہیں
اور چھوڑ جاتے ہیں اسکو) اور از انجملہ حکمت ہی۔ فرمایا اللہ جل شانہ نے
(ترجمہ اور البتہ دی ہمنے لقمان کو حکمت یہ کہ اللہ کا شکر کر ہے) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ مین حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ
دروازہ اُسکا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کے
واسطے دعا کی کہ ای اللہ سکھا اسکو حکمت) اور عمدہ ترین مقامات ولایت سے
عبودیت ہی فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ کہ ملے وہ دونوں ہمارے ایک
بندے سے کہ ہمنے اپنے پاس سے اسکو رحمت دی تھی) اور فرمایا اللہ تعالی نے
(ترجمہ بیشک نیک لوگ پینگے پیالہ کہ ملونی اُسکی کافور سے ایک چشمہ ہی کہ
پیتے ہیں اُس سے بندے اللہ کے چلاتے ہیں وہ اُسکی نالیاں) اور
مراد عباد اللہ سے اس مقام میں حضرت مرتضی اور حضرت زہرا اور امامین
شہیدین علیہم السلام ہیں اور فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور بندے
رحمن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نرم اور جب جھگڑتے ہیں اُنسے
جاہل کہتے ہیں سلامتی ہے اور وہ جو رات گزارتے ہیں پروردگار
اپنے کو سجدے اور قیام میں اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے پھیر دے
عذاب جہنم کا بیشک اُسکا عذاب بھاری ہے تحقیق وہ بری جگہ
اور برا مقام ہے اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں نہیں زیادتی
کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور درمیانہ ٹھیک ہیں
اور وہ جو نہ پکارتے ہیں ساتھ اللہ کے معبود اور نہ مارڈالتے
ہیں جان کو جو حرام کیا اللہ نے مگر حق پر اور نہ زنا کرتے
ہیں اور جس نے ایسا کیا گناہ کیا دونا کیا جاوے گا عذاب
قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اُس میں رسوا مگر جس نے
توبہ کی اور ایمان لایا اور کام کیے اچھے پس یہی لوگ ہیں کہ
بدل دیں اللہ نے برائیاں اُن کی نیکیوں سے اور
ہے اللہ بخشش کرنے والا مہربان

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝

و از اعظم مقامات ولایت عصمت ست باید دانست که حقیقت عصمت حفاظت غیبی ست که جمیع اقوال و افعال و اخلاق و احوال و اعتقادات و مقامات معصوم را بر راه حق کشاں کشاں می برد و از انحراف حق مانع می شود ہمیں حفاظت که با انبیاء اللہ متعلق می باشد آنرا عصمت می نامند و اگر به کاملے دیگر متعلق می باشد آنرا حفظ میگویند پس عصمت و حفظ فی الحقیقت یک چیز ست اما بنا بر تادب لفظ عصمت را حفظ که متعلق به اولیاء اللہ ست اطلاق نمی نمایند بالجملہ مقصود ازین مقام آن ست که این حفاظت غیبی چنانکه با انبیاء اللہ متعلق ست ہمچنین بعضے اکابر از اتباع ایشان ہم متعلق می باشد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝ پس معلوم شد که تعلق حفاظت غیبیہ ثمرہ کمال عبودیت ست خواہ در انبیاء اللہ یافته شود خواہ در اتباع ایشان وقال اللہ تعالیٰ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ و در قراۃ ابن عباسؓ این کریمہ مسطورہ باین طریق مرویست وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی

اور جس نے توبہ کی اور کام کیے اچھے پس بیشک وہ رجوع کریگا اسکی طرف رجوع کرنا اور وہ جو نہیں حاضر ہوتے ہیں گناہ کو اور جب گزرتے ہیں بیہودہ پر گزرتے ہیں باکرامت اور وہ کہ جب سمجھائی انکو رب کی باتیں نہ ہو پڑیں انپر بہرے اندھے اور وہ کہ کہتے ہیں اے رب ہمارے دے ہمکو بیبیوں ہماری اور اولاد ہماری سے ٹھنڈک آنکھوں کی اور کر ہمکو پرہیزگاروں کے آگے انکو بدلا ملیگا کوٹھوں کے جھروکے اسپر کہ ٹھہرے رہے اور لینے آوینگے وہاں انکو سلام اور دعا کہتے ہوئے رہا کرینگے انہیں خوب جگہ ہی ٹھہراؤ کی اور رہنے کی) اور اعظم مقامات ولایت سے عصمت ہی جاننا چاہیے کہ حقیقت عصمت کی حفاظت غیبی ہے کہ جمیع اقوال اور افعال اور اخلاق اور احوال اور اعتقادات اور مقامات معصوم کو راہ حق کی طرف کشاں کشاں لیجاتی ہے اور حق سے انحراف کرنے کو مانع آتی ہے یہی حفاظت کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اُسکا عصمت نام ہے اور اگر کسی کامل دوسرے کے ساتھ متعلق ہو اُسکو حفظ کہتے ہیں پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک چیز ہے لیکن بوجہ ادب لفظ عصمت کو حفظ متعلق با اولیاء اطلاق نہیں کرتے ہیں بالجملہ مقصود اس مقام سے یہ ہے کہ یہ حفاظت غیبی جیسے کہ انبیاء اللہ کے ساتھ متعلق ہے ایسے ہی بعض بزرگان دین کو بھی شامل ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ تحقیق میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہے اور کافی ہے پروردگار تیرا کارساز) پس معلوم ہوا کہ تعلق حفاظت غیبیہ ثمرہ کمال عبودیت ہے خواہ انبیاء اللہ میں پائی جائے خواہ اولیاء اللہ میں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھسے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جس وقت تمنا کی ڈالا شیطان نے خواہش انکی میں پھر مٹا دیا اللہ تعالیٰ نے جو القا کیا تھا شیطان نے پھر محکم کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ آیتیں اپنی) قراۃ ابن عباسؓ میں یہ آیت اس طور پر مروی ہے (ترجمہ اور نہیں بھیجا پہلے تجھسے کوئی رسول اور نہ نبی

ولا محدث الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته
فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله آیته
پس ازین تقدیر معنی عصمت که مفاد این کریمه است چنانکه
به رسل و انبیا ثابت شده بجهلین به محدثین هم ثابت گردید هرچند
قراة ابن عباسؓ از قراة متواتره نیست اما قراة غیر متواتره
در اثبات حکم بمنزله خبر مشهور ست پس امتیاز متواتر از
غیر متواتر در تلاوت ست نه در اثبات حکم - وقال النبی صلعم
لعلی اللهم ادر الحق معه حیث دار وقال النبی صلعم
القرآن مع علی وعلی مع القرآن وقال النبی صلی الله
علیه وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی
اهل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض
وقال النبی علیه السلام الحق ینطق علی لسان عمر وقلبه
وقال النبی صلی الله علیه وسلم نعم المرء صهیب
لو لم یخف الله لم یعصه واز جمله مقامات ولایت زهد ست
قال النبی صلی الله علیه وسلم ان تؤمروا ابابکر تجدوه
امینا زاهدا فی الدنیا راغبا فی الآخرة
وقال النبی صلی الله علیه وسلم من احب
ان ینظر عیسی ابن مریم فی زهده فلینظر الی
ابی الدرداء واز انجمله تفرد ست قال النبی علیه السلام
سیروا سبق المفردون قالوا وما المفردون یا
رسول الله قال الذین وضع الذکر عنهم اثقالهم
واز انجمله توکل ست قال النبی صلی الله علیه وسلم
سید خل من امتی الجنة سبعون الفا بغیر
حساب وجوههم کالقمر لیلة البدر هم الذین
لا یسترقون ولا یتطیرون ولا یکتوون وعلی ربهم یتوکلو

اور نہ محدث مگر جس وقت کہ تمنا کی ڈالا شیطان نے خواہش انکی
میں پھر مٹا دیا اللہ نے جو ڈالا شیطان نے خواہش انکی میں پھر
محکم کرتا ہے اللہ تعالی آیتیں اپنی) پس اس تقدیر پر معنی عصمت کے
اس آیت کریمہ کے مفاد ہیں جیسے کہ حضرات انبیاء اور مرسلین کی
ذات کے واسطے ثابت ہیں ایسے ہی محدثین کو بھی شامل ہیں
ہر چند قراۃ ابن عباسؓ قراۃ متواترہ سے نہیں ورقراۃ غیر متواترہ
اثبات حکم میں بمنزلہ خبر مشہور ہے لیکن امتیاز متواتر از غیر متواتر
تلاوت میں ہے نہ اثبات حکم میں اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علیؓ کے حق میں (ترجمہ اے اللہ حق جاری کر اسکے ساتھ جس جگہ وہ
جائے) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ قرآن شریف
ساتھ علیؓ کے اور علیؓ ساتھ قرآن کے) اور فرمایا نبی صلعم نے
(ترجمہ میں چھوڑے جاتا ہوں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں
قرآن شریف اور اہل بیت اپنی اور جدا نہیں ہونے کے وہ
یہاں تک کہ حوض پر آویں گے) اور فرمایا نبی صلعم نے (ترجمہ
حق جاری ہوتا ہے عمرؓ کی زبان اور دل پر) اور فرمایا نبی صلعم نے
(ترجمہ اچھا آدمی صہیب ہے اگر نہ خوف کرتا اللہ سے نہ نافرمانی
کرتا اسکی) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اگر حکم کرو
ابوبکرؓ کو پاؤ گے اسکو امین بے رغبتی کرنیوالا دنیا میں رغبت کرنیوالا
آخرت میں) اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے (ترجمہ جو کوئی دوست
رکھے کہ دیکھے عیسی بن مریم کو اسکی زہد میں تو ابو درداء کو دیکھے)
اور از انجملہ تفرد ہے - فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
پھر کر دیکھو سبقت لیگئے مفردون دریافت کیا کون ہیں مفردون
فرمایا آپ نے وہ ہیں کہ دور کر دیے اُسنے ذکر نے اُنکے بوجھ) اور از انجملہ
توکل ہے - فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ میری امت
کے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب جائینگے چودھویں رات
کے چاند جیسے اُنکے منہ ہونگے وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہ
کرتے تھے اور نہ جانوروں سے فال لیتے تھے اور نہ داغ
لگاتے تھے اور اپنے پروردگار ہی سے بھروسہ رکھتے تھے

فقام عکاشۃ فقال یارسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی
منہم قال انت منہم و آزانجملہ محو و فناست۔ قال النبی
صلے اللہ علیہ وسلم عن ربہ تبارک وتعالی لایزال یتقرب
الیّ عبدی بالنوافل حتی احببتہ کنت سمعہ
الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی
یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا ولئن سألنی
لاعطینہ ولئن استعاذنی لأعیذنّہ و آزانجملہ
تہذیب اخلاق ست۔ قال النبی صلی علیہ وسلم لجعفر
ابن ابی طالب اشبہت خلقی وخُلقی واخبر النبی
صلی اللہ علیہ وسلم عن المہدی علیہ السلام انہ یشبہ
فی خُلقی و لایشبہ فی خَلقی و ازانجملہ کمالات مذکورہ
درین مقام بعثت ست۔ قال اللہ تبارک وتعالی
وَلَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ
اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وظاہرست کہ این دوازدہ بزرگ
از انبیاء اللہ نبودند۔ قال اللہ تعالی اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمُ
اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْكُمْ
مُّرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ
الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ
اِنَّآ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝
وظاہرست کہ این بزرگوار از حواریین حضرت عیسی علیہ السلام بودند نہ انبیاء
وقال اللہ تعالے وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ
طَالُوْتَ مَلِكًا وقال اللہ تعالی وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ
بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ۝
وقال النبی علیہ السلام ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی
رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا و آز جملہ

عکاشہؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ ای رسول اللہ میرے واسطے
دعا فرمائیے کہ اللہ تعالی مجھکو انھیں میں کر دے فرمایا تو انھیں میں
سے ہے) واز انجملہ محو اور فنا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ
اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرا بندہ نوافل سے میری قربت حاصل کرتا
رہتا ہی یہانتک کہ میرا محبوب ہوجاتا ہی جب میرا محبوب ہوجاتا ہے
تو میں اُسکے کان ہوں گویا مجھسے سنتا ہی اور بینائی کہ دیکھتا ہی اور
ہاتھ کہ چھوتا ہی اور پاؤں کہ چلتا ہے اگر مجھسے پناہ مانگے تو
مین اُسکو پناہ دوں) آز منجملہ اُسکے تہذیب اخلاق ہی فرمایا نبی صلعم نے
جعفر بن ابی طالب سے (ترجمہ مشابہ ہوا تو میری صورت اور
سیرت میں) آور خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مہدی علیہ السلام کے حال سے (ترجمہ بیشک وہ مشابہ ہوگا خو
میری میں اور نہ مشابہ ہوگا صورت میری میں) اوران کمالات
مذکورہ میں سے اس مقام میں بعثت ہی۔ فرمایا تبارک تعالی نے
(ترجمہ ہمنے بنی اسرائیل کا عہد لیا اور اُنہیں بارہ نقیب بنائے)
آور ظاہر ہے کہ بارہ بزرگ نبی نہ تھے۔ فرمایا اللہ تعالی نے
(ترجمہ جب بھیجے ہمنے اُنکی طرف دو پیغمبر جھٹلایا انکو پھر ہمنے
زور دیا تیسرے سے جب کہا ہم آئے ہیں تمھاری طرف بھیجے
بولے تم تو انسان ہو جیسے ہم اور رحمن نے کچھ نہیں اُتارا تم
سارے جھوٹ کہتے ہو کہا ہمارا رب جانتا ہے ہم بیشک تمھاری
طرف بھیجے ہوے آئے ہیں اور ہمارا ذمہ یہی ہے کھول کر پہنچانا)
آور ظاہر ہے کہ یہ بزرگوار حوارین حضرت عیسی علیہ السلام سے
تھے نہ نبی۔ آور فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور کہا اُنکے نبی نے
بیشک اللہ نے بھیجا ہے تمھارے واسطے طالوت کو بادشاہ
بناکر) آور فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور کیے ہمنے اُنہیں سے
امام ہمارے حکم سے امام بناتے ہیں جب صبر کیا انھوں نے اور
ہماری آیتوں پر یقین ہے) آور فرمایا نبی علیہ السلام نے (ترجمہ
بیشک اللہ اس امت میں ہر صدی کے شروع میں ایک
شخص ایسا اُٹھادیگا کہ دین کی درستی کردیا کرے گا) آور منجملہ

کمالاتِ مذکورہ ہدایت ست۔ قال النبی علیہ السلام
ان تؤمروا علیاً ولا اراکم فاعلین تجدوہ هادیاً
مهدیاً یاخذ بکم الصراط المستقیم اما اقسام ہدایت
پس از انجملہ نزولِ برکت ست۔ قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی الشام ان فیها ابدالا بهم یمطر اهل الارض
وبهم یرزقون وبهم ینصرون من اعدائهم واما
عقدِ ہمت۔ قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا
هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَ
اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝ وقال اللہ تعالیٰ حَتَّىٰ
إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي
أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ
وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي
تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ارحم امتی بامتی ابوبکر یعنی بسیار شفقت وافر
دارد بہ نسبتِ ایشان وہمت بغایت مصروف
میدارد بہ اصلاح حالِ ایشان۔ اما فیضِ صحبت
فقال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ
كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ وقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی الذین یجلسون لذکر اللہ هم القوم
لا یشقی بهم جلیسهم وقال النبی صلی اللہ
علیہ و[illegible] خیار عباد اللہ الذین اذا
رؤا ذکر اللہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک
ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک
واما ان تبتاع منه واما ان تجد ریحا طیبة

کمالاتِ مذکورہ ہدایت ہی فرمایا نبی علیہ السلام نے (ترجمہ اگر امیر
بناؤگے تم علیؓ کو اور نہیں دیکھتا ہوں میں تمکو کرنے والا پاؤگے
تم اسکو ہادی مہدی لیگا ساتھ تمھارے راہ سیدھی) اب اقسام
ہدایت سنیے از انجملہ نزولِ برکت ہی۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ ملکِ شام میں کہ یہاں ابدال ہیں انھیں کی وجہ سے
زمین والوں پر بارش ہوتی ہے اور انھیں کے سبب رزق
دیے جاتے ہیں اور انھیں کے سبب دشمنوں پر فتح پاتے ہیں)
اب عقدِ ہمت کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ اور وہ لوگ کہ کہتے ہیں ای رب ہمارے دے ہمکو
بیبیوں اور اولاد ہماری سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور کر ہمکو
نیکوں کے آگے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ یہانتک کہ
پہنچا جوانی کو اور پہنچا چالیس برس کو کہا اے رب میرے
توفیق دے مجھکو یہ کہ شکر کروں میں تیری نعمت کی کہ تونے انعام کیا
مجھپر اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ میں اچھے کام کروں کہ
تو انسے خوش ہو جاوے اور میری اولاد کو سنوار دے تحقیق میں نے رجوع
کیا طرف تیرے اور میں ایمان والوں سے ہوں) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ میری امت میں
سب سے زیادہ رحم کرنیوالا امت پر ابوبکرؓ ہے) یعنی انکی نسبت
شفقت کامل رکھتا ہے اور انکی اصلاح حال میں ہمت کو
بدرجہ غایت مصروف رکھتا ہے اور لیکن فیضِ صحبت پس
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو
اور سچوں کے ساتھ رہو) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ ان لوگوں میں کہ بیٹھتے ہیں اللہ کے ذکر کو کہ وہ قوم
ہے کہ انکے پاس والے بھی بدنصیب نہیں) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ کے اچھے بندے
وہ ہیں جب انکو دیکھو تو خدا یاد آوے) اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ اچھا ساتھی اور برا ساتھی ایسے ہیں جیسے
مشک والا اور لوہار پس مشک والا یا تو تجھکو ہدیۃً مشک دیگا یا تو خریدیگا

ونافخ الکیر امّا ان یحرق ثیابك واما ان تجد
منه ریحا خبیثة وقال ابن مسعود رضٰ لمجلس
من عمر خیر من عبادة سنة واما خرق عادت
پس احتیاج بہ بیان ندارد زیرا کہ ظہور خوارق از ہادیان راہ
حق کہ از اتباع انبیا اند بوجہے مشہور و متواتر ست کہ حاجت بیان
نیست واما اظہار دعوت۔ قال اللہ تعالی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ
اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ قال اللہ تعالی وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ
اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وقال النبی صلی علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ
عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من
دعی الی الهدی کان له اجره واجر من عمل علیه
من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا وقال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما العلماء ورثة الانبیاء واز جملہ کمالات
مذکورہ سیاست ایمانی ست۔ قال اللہ تعالی اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ
فِیْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا
لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ وقال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم تكون النبوة فیكم ما شاء الله ان تكون ثم
یرفعها الله تعالی ثم یكون ملكا عاضا
فیكون ما شاء الله ان یكون ثم یرفعها
الله ثم یكون ملكا جبریة فیكون ما شاء الله
ان یكون ثم یرفعها الله تعالے
ثم تكون خلافة علی منهاج
نبوة ثم سكت واز جملہ مناسبات سیاست ایمانی فراست ست
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا فراسة المومن

ورنہ اچھی خوشبو تو تجھکو آوے ہی گی اور بھٹی والوں نے تو تیرے
کپڑے ہی پھونکے اور بدبو سے تو تو بچ ہی نہیں سکتا) یعنی ابن مسعودؓ
نے فرمایا (ترجمہ البتہ عمرؓ کی مجلس ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے)
اب ہا خرق عادت تو اسکے بیان کی حاجت نہیں اسلیے کہ ظہور
خوارق ہادیانِ راہِ حق سے ایسے طور پر مشہور اور متواتر ہے کہ
حاجت بیان نہیں اب اظہار دعوت کا حال سنیے۔ فرمایا اللہ
تعالی نے (ترجمہ کہ تم بہترین اُمت ہو لوگوں کے واسطے نکالے
گئے بھلی باتیں بتاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالی پر
یقین رکھتے ہو) فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور تم میں سے ایک جماعت
ایسی ہو کہ بھلائی کی طرف بلاوے اور اچھی باتیں بتاوے اور
برائی سے روکے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ کہ اللہ اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں بھلائی کے بتانیوالے پر)
اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جو بلاوے
ہدایت کی طرف اُسکا ثواب ہوتا ہے اور جو کوئی عمل کرے
اور عمل کرنیوالے کا کچھ ثواب کم نہیں ہوتا) اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ بیشک علما نبیوں کے وارث
ہیں) اور منجملہ کمالات مذکورہ سیاست ایمانی ہے۔ فرمایا
اللہ تعالی نے (ترجمہ ہمنے بیشک توریت اُتاری اُسمیں ہدایت
اور نور ہے حکم کرتے ہیں اُس سے نبی کہ ایمان لائے اُن لوگونکو
کہ یہودی ہوے اور اللہ والونکو اور علماء کو) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ نبوت تم میں جب تک چاہے اللہ کہ رہے
پھر اُٹھالیگا اُسکو اللہ تعالی پھر ہو خلافت نبوت کے طریق پر
جب تک چاہے اللہ کہ رہے پھر اُٹھالیگا اللہ تعالی اُسکو پھر ہو
بادشاہی مضبوط پھر رہے جب تک چاہے اللہ تعالی پھر اُٹھالیگا
اُسکو پھر ہو بادشاہی زبردستی کی پھر جب تک چاہے اللہ تعالی
پھر اُٹھاوے اُسکو پھر ہوئی خلافت نبوت کے طریق پر پھر آپ
چپ ہو رہے) اور سیاست ایمانی کی مناسبت فراست
ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خیال کرو فراست مومن

انہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ و از انجملہ امارت ست۔ قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فی اسامۃ بن زید ان کنتم تطعنون فی
امارتہ فقد کنتم تطعنون فی امارۃ ابیہ من قبل
وایم اللہ ان کان لخلیقا للامارۃ و از انجملہ عدالت ست
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقضی ھم علی الخ و از انجملہ حفاظت ست
و او دو شعبہ ہست انتظام امت کہ صاحب این خدمت را عسس میگویند
دفع مفاسد دین و ملت کہ صاحب این خدمت را محتسب میگویند اما
اول فقد روی کان قیس بن سعد من النبی صلعم
بمنزلۃ صاحب الشرط من الامیر و صاحب الشرط عسس را
میگویند۔ و اما ثانی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رضیت لامتی
ما رضی بہا ابن ام عبد مراد از ابن ام عبد عبد اللہ بن
مسعودؓ ست و اما نظامت کہ آنرا امانت نیز گویند قال النبی
صلے اللہ علیہ وسلم لکل امۃ امین و امین ھذہ الامۃ
ابو عبیدۃ بن الجراح انچہ درین تنبیہ مذکور گردید از اتمام این
بیان واضح شد کہ کمالات مذکورہ چنانکہ در انبیاء اللہ یافتہ میشود ہمچنین
اتباع ایشان را ہم ازان نصیبے میسر ست ہرچند ہمہ کمالات مذکورۃ الصدر
درین مقام بالاستیعاب مذکور نگردیدہ و انچہ مذکور گردیدہ تمامی شواہد
آن از کتاب و سنت مذکور نشدہ بلکہ از کمالات مذکورۃ الصدر انچہ
عمدہ ترین آنہا بود درین مقام مذکور گردید و بر ذکر شواہد و دلائل قلیلہ از
کتاب و سنت اکتفا کردہ شد تا نمونہ باشد برائے منفعت طالب
حق ہر کہ ذہن ثاقب و فکر صائب داشتہ باشد کمالات غیر مذکورہ
را بر کمالات مذکورہ قیاس تواند کرد و از ہمین شواہد
قلیلہ بدلائل کثیرہ پے تواند برد۔ واللہ یھدی
من یشاء الی صراط مستقیم **تنبیہ ثانی**۔ در تحقیق
معنی مشابہت اولیاء بہ انبیاء در کمالات مذکورہ باید دانست

کیونکہ وہ دیکھتا ہے ساتھ نور اللہ کے۔ اور از انجملہ امارت بھی ہے فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کی بابت (ترجمہ اگر تم
اسکے امیر ہونے میں طعن کرتے ہو تو تم پہلے اسکے باپ کی امارت میں بھی
طعن کرتے تھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اور بیشک وہ خلیق تھا وہ امارت کو)
اور از انجملہ عدالت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ انہیں اچھا فیصلہ کرنے والا علیؓ ہے آخر تک) اور از انجملہ
حفاظت ہے اور اسکی دو شاخیں ہیں اول انتظام امت کہ
اس خدمت والے کو عسس کہتے ہیں دوم دفع مفاسد دین و ملت کہ
اس خدمت والے کو محتسب فرماتے ہیں۔ پہلے کا حال سنیئے (ترجمہ
بس تحقیق روایت کیا گیا کہ تھے قیس بن سعدؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
اسکی جگہ صاحب شرط امیر سے) دوسرے کی کیفیت یہ ہے۔ فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ راضی ہوں میں اپنی امت کو جو کہ
راضی ہوا ساتھ اسکے ابن ام عبد) یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ۔ اب
نظامت یعنی امانت کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ ہر امت میں امین ہوتا ہے اس امت میں
امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے) جو کچھ اس تنبیہ میں مذکور ہوا اسکے
اتمام بیان سے واضح ہوا کہ کمالات مذکورہ جیسے کہ حضرات انبیا
میں پائے جاتے ہیں ایسے ہی انکے تابعین کو بھی انسے حصہ ملا ہے
اب سننا چاہیے کہ تمام کمالات مذکورہ اس مقام میں کامل طور پر
مذکور نہیں ہوئے اور جو کچھ مذکور ہوئے ان کے تمامی شواہد اور دلائل
کتاب و سنت سے مذکور نہوئے بلکہ کمالات مذکورۃ الصدر سے
جو کچھ عمدہ تھے اس مقام میں ذکر کیے گئے اور کسی قدر ذکر کرنے اور
شواہد و دلائل پر کتاب سنت سے ثبت ہیں اکتفا کیا گیا تا
طالب حق کی منفعت کے لیے نمونہ ہو اور جو کوئی ذہن ثاقب و
فکر صائب رکھتا ہے کمالات غیر مذکورہ کو کمالات مذکورہ پر
قیاس کر سکتا ہے۔ (ترجمہ سیدھی راہ پر چلانا اللہ ہی کا کام ہے)
تنبیہ ثانی۔ معنی مشابہت کی تحقیق میں ہے کہ اولیا کو انبیا
کے ساتھ کمالات مذکورہ میں کیونکر حاصل ہوتی ہے معلوم کرنا

که هرچند مراتبِ عالیه از کمالاتِ مذکوره مخصوص ست بذاتِ انبیاء
علیهم السلام فاما اصلِ هر کمال و تخم این نهال در دلِ هر مومن
صحیح الاعتقاد و سلیم قوی الانقیاد یافته می شود مثلاً هر مومن
صادق را یک گونه وجاهتے بحضور حضرت رب العالمین و
در مجامع ملائکه مقربین ثابت ست۔ کما قال الله تعالیٰ
الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
و همچنین نوعے از ولایت مومن مخلص را ثابت ست کما قال
الله تعالیٰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝
چنانکه ثبوت نوعے از اصلِ ولایت برائے هر مومن ازین کریمه
مستفاد گردید همچنین ثبوت نوعے از شعب و فروعِ آن هم برائے
هر مومن از آیات و احادیث مستفاد می شود مثلاً از انجمله
الهام ست که ملکِ ملهم خیر همراه هر مومن ملازم ست و آن
مومن در اکثر اقوال تابع الهامات اوست همچنین تعلیم و
تفهیم در منام بطریقِ رویا هر مومن را حاصل و قدرے از
توکل که باعث بر ترکِ اسبابِ شرکیه و محرمه شرعیه باشد
از لوازمِ اصل ایمان ست۔ کما قال الله تعالیٰ
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ و همچنین قدرے از
زهد که باعثِ آن بر ترکِ مستلذاتِ ممنوعه شرعیه باشد
از ارکانِ اسلام ست و همچنین بوجهے حفاظتِ غیبی بواسطه
مَلَکِ ملهم خیر یا بواسطه وعظ و تذکیر بادیانِ راهِ حق بسوے
هر مومن متحقق ست و همچنین مرتبه از بعثت و هدایت که ادنائے
آن فرضیت امر بالمعروف و نهی عن المنکر ست هر مومن را
حاصل و همچنین شرکت در سیاستِ ایمانی در بعضے اوقات

کہ ہر چند مراتبِ عالیہ منجملہ کمالاتِ مذکورہ ذواتِ انبیاء علیہم السلام کے
ساتھ مخصوص ہیں لیکن ہر کمال کی اصل اور اُسکا تخم ہر مومن صحیح
الاعتقاد اور سلیم قوی الانقیاد (تابعداری) کے دل میں پایا جاتا ہے مثلاً
ہر مومن صادق کو ایک طرح کی وجاہت حضرت رب العالمین کے
حضور اور ملائکہ مقربین کے مجمع میں ثابت ہے چنانچہ اللہ
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ (ترجمہ جو کہ اُٹھائے ہوئے ہیں عرش کو
اور جو گرد اُسکے ہیں تسبیح کرتے ہیں ساتھ تعریف پروردگار اپنے
کی اور یقین لاتے ہیں اُسپر اور بخشش ایمان والوں کی) اور ایسی
ہی ایک قسم کی ولایت مومن مخلص کو حاصل ہے۔ فرمایا اللہ
تعالیٰ نے (ترجمہ خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ
خوف اور نہ غم اور جو یقین رکھتے ہیں اور رہیں پرہیزگار)
جس طور پر کہ اصل ولایت کی ایک نوع کا ثبوت ہر مومن کے
حق میں اس آیتِ کریمہ سے مستفاد ہوا اسی طور پر اُسکے فروعات
کی بھی ایک نوع کا حصول ہر مومن کے واسطے آیات اور
احادیث سے مستفاد ہوتا ہے مثلاً از انجملہ الہام ہے کہ ایک
فرشتہ ملہم خیر ہر مومن کے ہمراہ ہر وقت رہتا ہے اور وہ
مومن اکثر اقوال میں اسکے الہامات کا تابع ہوتا ہے اور ایسے
ہی تعلیم و تفہیم خواب میں بطریقِ رویا ہر مومن کو حاصل ہے۔
اور کسی قدر توکل منجملہ لوازمِ ایمان ہے کہ اُسی کی وجہ سے انسان
اسبابِ شرکیہ اور محرمہ شرعیہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جیسا
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں
ایمان والے) اور ایسے ہی کسی قدر زہد ارکانِ اسلام سے ہے
جسکے باعث ممنوعاتِ شرعیہ سے اجتناب حاصل ہوتا ہے
اور ایسے ہی ایک طرح کی حفاظتِ غیبی بواسطہ ملہم خیر اور
بذریعہ وعظ و نصیحت ہر مومن کی طرف متحقق ہے اور ایسے
ہی ایک مرتبہ بعثت اور ہدایت کا کہ ادنیٰ اُسکا فرضیت امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے ہر مومن کو حاصل ہے اور ایسے
ہی شریک ہونا ریاستِ ایمانی میں بعض اوقات میں ذمہ

مثل شرکت در اقامت جہاد در صورت نفیر عام یا غلبۂ کفار
بر ذمۂ ہر مسلم واجب پس فی الحقیقت اصل این ہمہ کمالات از
لوازم کمال آن قدر کہ ایمان کامل تر ظہور آثار این کمالات قوی تر
پس گویا کہ ہر کمال را ازین کمالات یک سلسلہ ست کہ ابتدا آن
از نفس ایمان حادث می شود و باعتبار تفاوت مراتب ایمان
در مراتب آن کمال ہم تفاوت می گردد تا آنکہ بمرتبۂ نبوت منتہی
می شود کہ ہر کمال آنجا بکمال خود می رسد پس لابد اگر در سلسلۂ مراتب
ہر کمال اضعف مراتب آن گرفتہ کہ نصیبۂ انبیاست تامل نماید
البتہ واضح خواہد گردید کہ از جملہ مراتب مذکورہ مرتبہ ایست کہ
متصل مرتبۂ کمال انبیاء واقع گردیدہ کہ اضعف ست از مرتبۂ
کمال انبیاء واقوی ست از سائر مراتب دیگر پس ہرگز مرتبہ مراتب
کمال انبیاء در سلسلۂ مراتب آن کمال شمار نمی کنیم بنا بر آنکہ انبیاء
نوعے دیگر اند و سائر بشر نوعے دیگر پس ہمین مرتبۂ کمال را کہ متصل
مرتبۂ کمال ایشان واقع ست منتہای سلسلۂ مراتب کمال مذکور
شماریم و اگر در مرتبۂ کمال انبیاء را ہم درہمین سلسلہ وارد کنیم پس
کمال ایشان را در درجۂ اول نہیم و این مرتبہ را در درجۂ ثانیہ و نیز
باید دانست کہ تفاوتیکہ درمیان مراتب ہر کمال قوۃً و ضعفاً
واقع ست آنرا مشابہ اختلاف اشیائے منسلکہ در سلک واحد باید دید۔
تفصیلش آنکہ اختلاف درمیان شیئین بدو نہج واقع می شود اول آنکہ
ہریک ازان ہر دو شئی بہ نسبت دیگرے از ذات و آثار و احکام امتیازی
ظاہر داشتہ باشد مثل اختلاف درمیان چوب و سنگ و انسان و
حیوان و اسپ و گاؤ و شیر و بز و امثال ذالک و دیگر آنکہ ہریکے بہ
نسبت دیگرے امتیاز کلی نہ داشتہ باشد و بالذات درمیان آنہا
اختلاف نباشد بلکہ ہر دو در یک سلک منسلک باشند و از یک جنس
معدود اختلاف فقط باعتبار کمال و نقصان باشد پس

ہر مسلمان کے واجب ہے مثل شرکت جہاد بصورت اذن عام یا غلبۂ
کفار پس در حقیقت ان تمام کمالات کے اصل منجملہ لوازم اصل ایمان ہے
اور کمال اسکا لوازم کمال سے جس قدر کہ ایمان کامل تر ہوگا ان
کمالات کے آثار کا ظہور بھی قوی زیادہ ہوگا پس گویا کہ ہر کمال کو
ان کمالات سے ایک سلسلہ ہے کہ جسکی ابتدا نفس ایمان سے ظاہر
ہوتی ہے اور باعتبار فرق مراتب ایمان اس کمال کے مراتب
میں بھی تفاوت ہوتا ہے یہانتک کہ مرتبہ نبوت پر منتہی ہوتا ہے
کہ ہر کمال اس مقام پر اپنے کمال پر پہنچتا ہے پس بالضرور اگر سلسلۂ
مراتب ہر کمال میں اسکا اضعف مراتب لیکر (کہ حصہ عوام مومنین کا
ہے) اسکے اقوی تک (کہ حصہ انبیا ہے) تامل کرے البتہ واضح ہوگا
کہ منجملہ مراتب مذکورہ ایک مرتبہ ہے کہ متصل مرتبہ کمال انبیا کے
واقع ہوا جو اضعف ہے مرتبہ کمال انبیا سے اور اقوی ہے تمام
مراتب دیگر سے پس ہرگز مرتبہ مراتب کمال انبیا کو سلسلہ مراتب
اس کمال میں شمار نہیں کر سکتے اس بنا پر کہ انبیا ایک نوع دوسری
ہیں اور تمام انسان نوع دوسری پس ایسے مرتبہ کمال کو کہ ان کے
مرتبہ کمال کے متصل واقع ہے منتہائے سلسلہ مراتب کمال مذکور کا
معلوم کریں اور اگر مرتبہ کمال انبیا کو بھی ایسے سلسلہ میں وارد کریں ہم
پس کمال انکے کو درجہ اول میں رکھیں ہم اور اس مرتبہ کو درجہ ثانیہ
میں۔ بعد یہ بھی معلوم کرنا چاہیے وہ تفاوت کہ درمیان مراتب
ہر کمال کے قوۃً اور ضعفاً واقع ہے اسکو مشابہ اختلاف اشیائے
منسلکہ سلک واحد کے دیکھنا چاہیے تفصیل اسکی یہ ہے کہ اختلاف
دو شے کے درمیان دو طرح پر واقع ہوتا ہے اول یہ ہے کہ
ہر ایک انمیں سے دوسرے کی نسبت ذات اور آثار اور احکام
میں امتیاز ظاہری رکھے مثل اختلاف فیما بین چوب سنگ انسان
و حیوان و اسپ و گاؤ و شیر و بز وغیرہ وغیرہ اور دوسری یہ
ہے کہ ہر ایک بہ نسبت دیگر امتیاز کلی نہ رکھتی ہو اور بالذات
انمیں اختلاف نہ ہو بلکہ دونوں ایک سلک میں منسلک ہوں
اور ایک جنس معدود سے اختلاف فقط باعتبار کمال یا نقصان کے ہو

مثل اختلاف مراتب حرارت که حرارت قویه وضعیفه هر دو از قسم
حرارت اند و متحد الجنس اگرچه باعتبار شدت وضعف تفاوت
میدارند وهمچنین اختلاف مراتب برودت ومراتب نور وظلمت و
اختلاف مراتب الوان در ضعف وقوت واختلاف مراتب شیرینی
ونمکینی وتلخی وشوری وامثال ذلک پس از لوازم اختلاف
اول آنست که اشتباه را دران گنجائش نیست مثلاً درمیان
چوب وسنگ هیچگونه اشتباهے نیست ودرمیان اسپ وخر
اصلا التباسے نه بخلاف اختلاف ثانی که هرچند در بعضے مقامات
درین قسم هم اشتباه را گنجائش نمی باشد اما در بعضے مقامات
التباس شدید بحدے راه می یابد که امتیاز آن بدقت نظر
هم متعذر میگردد مثلاً اگرچه درمیان حلاوت قند سیاه و
قند سفید اصلا اشتباه نیست فاما درمیان حلاوت شکر سپید
نفیس مصفا وحلاوت قند سفید بحدے التباس واقع ست
خصوصاً وقتیکه باورچی استاد برنج باریک مصفا را دران پخته
باشد که امتیاز آن بدقت نظر دریافت نتوان کرد واصل درین
مقام آنست که چون سلسلهٔ مراتب مختلفه یک چیز را ملاحظه نمائیم
پس اگر ادنائے او را به اعلائے او قیاس کنیم البته امتیاز در ما بینهما
ظاهر و باهر میباشد واگر یک مرتبه را ازان با مرتبه دیگر که متصل
آن واقع ست قیاس نمائیم لابد ادراک امتیاز فیما بینهما متعسر بل متعذر
میگردد واین معنی ظاهرست بل وجدان سلیم پس باید دانست که اختلاف
مراتب کمالات مذکوره از قبیل اختلاف ثانی ست نه از جنس اختلاف
اول چه اختلاف مراتب محبوبیت محبوبین ومراتب توکل متوکلین
ومراتب سخاوت اهل سخاوت ومراتب شفقت مشفقین و
مراتب برکت متبرکین ومراتب فراست متفرسین
از جنس اختلاف مراتب اقسام نور ورنگ ست

مثل اختلاف مراتب حرارت کہ حرارت قویہ اور ضعیفہ دونوں از
قسم حرارت اور متحد الجنس ہیں اگرچہ باعتبار شدت وضعف باہم
تفاوت رکھتے ہیں اور ایسے ہی اختلاف مراتب برودت اور مراتب
نور وظلمت ہے اور اختلاف مراتب الوان میں ضعف اور قوت
میں اور اختلاف مراتب شیرینی ونمکینی وتلخی وشوری وغیرہ پس
لوازم اختلاف اول سے یہ ہے کہ اشتباہ کو اس میں گنجائش نہیں
مثلاً درمیان چوب اور سنگ کے کسی طرح پر اشتباہ نہیں اور
درمیان اسپ اور خر کے اصلا التباس نہیں بخلاف اختلاف
ثانی کہ ہرچند بعض مقامات میں اس قسم میں بھی اشتباہ کو گنجائش
نہیں ہوتی ہے لیکن بعض مقامات میں التباس شدید اس حد کو
پہنچتا ہے کہ اسکی امتیاز بنظر غور بھی متعذر معلوم ہوتی ہے مثلاً
اگرچہ درمیان حلاوت قند سیاہ اور قند سفید کی اصلا اشتباہ
نہیں لیکن درمیان حلاوت شکر سپید نفیس مصفا اور حلاوت
قند سفید کی ایک درجہ کا التباس واقع ہے خصوصاً اس وقت کہ
باورچی برنج باریک مصفا کو پکائے اور اسکی امتیاز بدقت
نظر دریافت نہیں کرسکتا اصل اس مقام میں یہ ہے کہ جو سلسلہ
مراتب مختلفہ ایک چیز کو ملاحظہ کریں ہم پس اگر اسکے ادنی کو اسکے
اعلی پر قیاس کریں ہم البتہ امتیاز مابین ان دونوں کے ظاہر
اور باہر ہوئی اور اگر ایک مرتبہ کو اس سے ساتھ مرتبہ دوسرے
کے کہ اسکے متصل واقع ہے قیاس لابد امتیاز کا حصول
ان دونوں سے متعذر ہے اور یہ معنی وجدان سلیم پر خوب ظاہر
باہر ہیں پس جاننا چاہیے کہ اختلاف مراتب کمالات مذکورہ از
قبیل اختلاف ثانی ہے نہ از جنس اختلاف اولی کیونکہ محبوبین
بارگاہ کی محبوبیت کا اختلاف اور متوکلین درگاہ کے توکل
کے مراتب کا اختلاف اور اہل سخاوت کی سخاوت کے
مراتب کا اختلاف اور مشفقین کی شفقت کے مراتب کا
اختلاف اور متبرکین کی برکت کا اختلاف اور متفرسین کی فراست
کے مراتب کا اختلاف از جنس اختلاف مراتب اقسام نور و رنگ ہے

نہ از قبیل اختلاف چوب و سنگ پس اگر توکل ادنائے مومن را با توکل انبیاء اللہ مقایسہ کنند البتہ ہیچگونہ مماثلتے درمیانِ این ہر دو توکل بدرک نخواہد گردید و اگر توکل زید را با توکل عمرو کہ در معنی توکل قریب بہم باشند مقایسہ کنند پس اگرچہ یکے را فوقیتے بہ نسبت دیگرے در نفس الامر متحقق باشد اما در ظاہرِ نظر امتیازے دریافت نخواہد گردید پس واضح گشت کہ مرتبہ ہر کمال کہ در انبیاء اللہ ثابت ست اگر آنرا با مرتبہ ہمان کمال کہ در ادنائے مومنین واقع باشد مقایسہ کنند البتہ ہیچ اشتباہے والتباسے درمیان این ہر دو مرتبہ نخواہند یافت فاما اگر مرتبہ ایشان را باہمان مرتبہ مقایسہ کنند کہ متصل مرتبہ ایشان واقع ست بوجہے معنی مماثلت ظاہر خواہد گردید کہ بجز علام الغیوب بحقیقت امتیازے کہ در نفس الامر فیما بینہما متحقق ست کسے دیگر نخواہد رسید وہمین مماثلت را مشابہت می گوییم پس کسے کہ بہ مرتبہ ثانیہ از مراتب کمالِ مذکور متصف باشد ہمون ست مشابہ بانبیاء در ان کمال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجعفر بن ابی طالب اَشْبَہْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المہدی علیہ السلام اِنَّہٗ یُشْبِہُ خُلُقِیْ وَلَا یُشْبِہُ خَلْقِیْ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؓ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَقَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ فِیْ زُھْدِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِی الدَّرْدَاءِ وَقَالَ حُذَیْفَۃُ ابْنُ الْیَمَانِ اِنَّ اَشْبَہَ النَّاسِ دَلًّا وَّسَمْتًا وَّھَدْیًا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم لَابْنُ اُمِّ عَبْدٍ

نہ از قبیل اختلافِ چوب و سنگ پس اگر ادنیٰ مومن کے توکل کو انبیاء علیہم السلام کے توکل کے ساتھ قیاس کریں البتہ کسی قسم کی مماثلت اِن دونوں توکل میں حاصل نہ ہوگی اور اگر زید کے توکل کو عمرو کے توکل کے ساتھ کہ معنی توکل میں متقارب ہیں باہم قیاس کریں اگرچہ ایک کو دوسرے کی نسبت ایک قسم کی فوقیت نفس الامر میں متحقق ہو لیکن بنظرِ ظاہر امتیاز دریافت نہ ہوگی پس واضح ہوا کہ مرتبہ ہر کمال حضرات انبیاء میں ثابت ہے اگر اُسکو اُسی کمال کے مرتبے کے ساتھ کہ ادنیٰ مومن میں واقع ہو مقائسہ کریں البتہ کسی قسم کا اشتباہ اور التباس ان دونوں مرتبوں میں نہ پایا جائیگا لیکن اگر ان کے مرتبے کو اُسی مرتبے کے ساتھ کہ اُن مرتبے کے متصل واقع ہے قیاس کریں ایسے معنی پر مماثلت ظاہر ہوگی کہ سوائے ذات علام الغیوب امتیاز نفس الامری فیما بینہما کو کوئی دوسرا نہ پہنچے گا اور ایسی مماثلت کا مشابہت نام ہے پس جو شخص کہ مراتبِ کمالِ مذکور کے مرتبہ ثانیہ کے ساتھ موصوف ہو اُس کمال میں وہی مشابہ بانبیاء ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ میری اُمت کے عالم بنی اسرائیل کے نبی جیسے ہیں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب سے (ترجمہ مشابہ ہوا تو میری صورت اور سیرت میں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی علیہ السلام کو (ترجمہ کہ وہ مشابہ ہونگے میری سیرت میں نہ مشابہ ہونگے پیدائش میں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو (ترجمہ کہ تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں اور فرمایا جسکی خواہش ہو کہ دیکھے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا زہد پس چاہیے کہ ابو درداؓ کو دیکھے) اور کہا حذیفہ بن یمان ؓ نے کہ تحقیق مشابہ تر لوگوں کی دلالت اور عادت اور ہدایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ ہیں) جبکہ مشابہت کے معنی

فہم گردید پس میگویم کہ امامت در ہر کمال عبارت ست از
حصولِ مشابہتِ تامہ بانبیاء اللہ در آن کمال مثلاً علم باحکام
شرعیہ بدو طریق حاصل میشود تقلید و تحقیق و علم انبیاء از جنس
علم تقلیدی اصلاً نیست بلکہ آنچہ ایشان را ازین علم بدست آمد
ہمہ بطریقِ تحقیق حاصل شد و تحقیق را دو طریق ست اجتہاد
بشرطیکہ معقول ذوی العقول باشد و الہام بشرطے کہ از
مداخلتِ نفسانی محفوظ باشد پس مشابہ بانبیاء در علم احکام یا
مجتہدین مقبولین باشند یا ملہمین محفوظین و ازینکہ استناد
احکام بسوے کشف و الہام در اوائلِ اُمت معروف نبود پس
مشابہ بانبیاء درین فن مجتہدین مقبولین اند پس ایشان را از
ائمہ فن باید شمرد مثل ائمہ اربعہ ہرچند مجتہدین بسیار از بسیار گذشتہ
اند اما مقبول در میانِ جمہور اُمت ہمین چند اشخاص اند پس
گویا کہ مشابہتِ تامہ درین فن نصیبِ ایشان گردیدہ بنا علیہ
در میان جماہیر اہلِ اسلام از خواص و عوام بلقبِ امام معروف گردیدند
و بقوتِ اجتہاد موصوف و در عقائد نیز تقلید را در علمِ انبیاء ہیچ
مداخلتے نیست پس طریقِ ایشان در فن یا استدلال ست یا الہام و طریقۂ
استدلال ظاہر ست و طریقۂ الہام مخفی پس مستدلین را مشابہت ظاہرہ
درین فن با ایشان ثابت ست بنا علیہ مستدلین استدلالات قویہ را
از متکلمین بلفظِ امام تعبیر می نمایند مثل غزالی و رازی و ہمچنین اقامتِ
سیاستِ ایمانی بدو طریق میشود یا بطریقِ تبعیۃ مثل اعوانِ خلفا
و نائبانِ ایشان یا بطریقِ متبوعیۃ مثل خود خلفا و سیاستِ
انبیاء بے شک بطریقِ ثانی ست نہ بطریقِ اول پس خود
خلیفہ مشابہ بہ نبی ست در بابِ سیاستِ ایمانی
لہذا او را امام میگویند و ہمچنین ادائے نماز مثلاً
بدو طریق متصور می شود بطریقِ انفراد یا بطریقِ اجماع

معلوم ہوئے تو کہتا ہوں میں کہ امامت ہر کمال میں عبارت ہے
حصول مشابہت تامہ سے جو انبیاء اللہ کے ساتھ اس کمال
میں حاصل ہے مثلاً علم بہ احکام شرعیہ دو طریق پر حاصل
ہوتا ہے تقلیداً و تحقیقاً اور علم انبیاء منجملہ علمِ تقلیدی اصلاً نہیں
بلکہ جو کچھ اُن کو علم حاصل ہوا تمام بطریقِ تحقیق حاصل ہوا
اور تحقیق کے دو طریق ہیں اول اجتہاد بشرطیکہ معقول
ذوی العقول ہو دوم الہام بشرطیکہ مداخلت سے محفوظ ہو
پس انبیاء علیہم السلام کے مشابہ علم احکام میں یا مجتہدین
مقبولین ہوں یا ملہمین محفوظین اور چونکہ کشف و الہام کی
طرف احکام کی نسبت اوائل اُمت میں معروف و مشہور نہ
تھی پس مشابہ بانبیاء اس فن میں مجتہدین مقبولین ہیں سو
اُنکو ائمہ فن سے معلوم کرنا چاہیے مثل ائمہ اربعہ ہرچند کہ
مجتہدین بہت کچھ گزرے ہیں لیکن مقبول درمیانِ جمہور
اُمت یہی چند اشخاص ہیں پس گویا کہ مشابہت تامہ اس
فن میں انھیں کے نصیب ہوئی نظر برآں تمام اہلِ اسلام
خواص و عوام میں بلقبِ امام معروف ہیں اور بقوت
اجتہاد موصوف۔ اور عقائد میں بھی تقلید کو علم انبیاء میں
کچھ مداخلت نہیں پس طریق اُنکا فن میں یا استدلال ہے
یا الہام اور طریقۂ استدلال ظاہر ہے اور طریقۂ الہام مخفی
پس مستدلین کو مشابہت ظاہرہ اس فن میں اُنکے ساتھ
ثابت ہے بناءً علیہ متکلمین مستدلین استدلالات قویہ کو بلفظ
امام تعبیر فرماتے ہیں مثل امام غزالی و امام رازی علیہما الرحمۃ
والرضوان۔ اور ایسے ہی سیاست ایمانی کا قیام بھی دو طریق
ہوتا ہے یا بطور تبعیۃ (پیروی) مثل مددگاران خلفا و نائبانِ خلفا یا بطریق
متبوعیۃ مثل خود خلفا اور سیاست انبیاء بے شک بطریق
ثانی ہے نہ بطریق اول پس خود خلیفہ در باب سیاست
مشابہ بہ نبی ہے لہذا اُسکو امام کہتے ہیں اور ایسے ہی ادائے
نماز مثلاً دو طریق پر متصور ہوتی ہے بطریق انفراد یا بطریق اجماع

بر تقدیر اجتماع شخص یا تابع خواہد شد یا متبوع وطریق انبیاء ہمین ست
ادائے نماز باجماع می کنند نہ بانفراد و متبوع میشوند نہ تابع
پس متبوع جماعت مصلیان مشابہ بنبی ست در ادائے صلوٰۃ
پس ہمون ست امام صلوٰۃ بالجملہ ہر کہ در کمالے از کمالات مذکورہ
مشابہت تامہ بانبیاء اللہ داشتہ باشد ہمون ست امام آن
کمال خواہ درمیان مردم باین لقب معروف باشد خواہ نہ
پس لابد کسے از اکابر امت امام المجبوبین باشد و کسے امام
المعظمین فی الملائکۃ المقربین و کسے امام السادات و کسے
امام الملہمین و کسے امام المتوکلین و کسے امام الاسخیاء و کسے امام
المبعوثین و کسے امام الرحماء و کسے امام المبارکین و کسے
امام الداعین و کسے امام الفاضلین و کسے امام الحکماء و کسے
امام الوعاظ و کسے امام المجادلین و کسے امام المتفرسین و کسے
امام الامراء و کسے امام القضاۃ و کسے امام المجتبین الی غیر
ذالک و نیز باید دانست کہ بعضے کاملین را در یک کمال
مشابہت بانبیاء اللہ حاصل میشود و بعضے را در دو کمال و بعضے
را در سہ کمال و ہمچنین بعضے را در ہمہ کمالات مذکورہ پس امامت ہم
بر مراتب مختلفہ باشد کہ بعضے مراتب امامت اکمل ست از بعضے
مراتب دیگر اینست بیان حقیقت مطلق امامت پس کسیکہ در ہمہ
کمالات مذکورہ بانبیاء اللہ مشابہت داشتہ باشد امامت او
اکمل باشد از امامت سائر کاملین پس لابد درمیان این
امام اکمل و درمیان انبیاء اللہ امتیازے ظاہر نخواہد شد
الا بہ نفس مرتبہ نبوت پس در حق مثل این شخص توان گفت
کہ اگر بعد خاتم الانبیاء کسے بمرتبہ نبوت فائز می شد ہر آئینہ
ہمین اکمل الکاملین فائز میگردید چنانکہ در حدیث
شریف وارد شدہ لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ

اور بر تقدیر اجتماع شخص یا تابع ہوگا یا متبوع اور طریق انبیاء
یہی ہے کہ ادائے نماز جماعت کے ساتھ کرتے ہیں نہ تنہا
اور متبوع ہوتے ہیں نہ تابع پس باجماعت مصلیان کا متبوع
ادائے صلوٰۃ میں مشابہ بنبی ہے پس وہی نماز کا امام ہے
حاصل کلام جو کوئی کمالات مذکورہ سے کسی کمال میں انبیاء
کرام کے ساتھ مشابہت تامہ رکھتا ہو وہی اس کمال کا
امام ہے خواہ آدمیوں میں اس لقب کے ساتھ معروف ہوے
یا نہوے پس بالضرور کوئی بزرگان امت سے امام المجبوبین
ہو اور کوئی امام المعظمین فی الملائکۃ المقربین اور کوئی امام
السادات ہو اور کوئی امام الملہمین کوئی امام المتوکلین ہو
کوئی امام الاسخیا کوئی امام المبعوثین کوئی امام الرحماء کوئی
امام المبارکین کوئی امام الداعین ہو کوئی امام الفاضلین
کوئی امام الحکما کوئی امام الواعظین ہو کوئی امام المجادلین
کوئی امام المتفرسین ہو کوئی امام الامراء کوئی امام القضاۃ ہو
کوئی امام المجتبین وغیر ذالک۔ اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ
بعضے کاملین کو ایک کمال میں مشابہت بہ انبیاء حاصل
ہوتی ہے اور بعض کو دو کمال میں اور بعض کو تین کمال میں
اور ایسے ہی بعض کو تمام کمالات مذکورہ میں پس امامت
بھی مراتب مختلفہ پر ہوئی کہ بعض مراتب امامت اکمل ہے
بعض مراتب دیگر سے یہ بیان حقیقت مطلق امامت کا ہے
پس جو شخص کہ کمالات مذکورہ حضرات انبیاء کے ساتھ مشابہت
رکھتا ہو اسکی امامت تمام کاملین کی امامت سے اکمل اور
افضل ہو پس بالضرور درمیان اس امام اکمل اور درمیان
انبیاء کے بجز مرتبہ نبوت امتیاز ظاہر نہوئی سو حق میں اس
جیسے شخص کے کہہ سکتے ہیں کہ اگر بالفرض و التقدیر بعد
جناب ختم الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا کوئی شخص مرتبہ نبوت پر
فائز ہوتا البتہ یہی اکمل الکاملین ہوتا چنانچہ حدیث شریف
میں آیا ہے (ترجمہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا)

ونیز در حق این جلیل القدر توان گفت کہ درمیانِ او و درمیانِ نبی ہیچ فرقے نیست الا منصب نبوت چنانچہ در حق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمودہ انہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ہَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ این ست بیان حقیقت مطلق امامت اما اقسام او پس آنکہ در فصل ثانی مذکور میشود ان شاء اللہ تعالیٰ

فصلِ ثانی در ذکر اقسام امامت

و آن مشتمل بر یک مقدمہ و دو قسم و یک خاتمہ ست مقدمہ در بیان امامت حقیقیہ و امامت حکمیہ و آن مشتمل بر دو تنبیہ ست **تنبیہ اول** باید دانست کہ اکثر احکام شرعیہ را حقیقتی میباشد و ظاہرے اما حقیقتش پس ہمان حکمتے ست کہ باعث این حکم گردیدہ و اما ظاہرش پس صورتے ست کہ بران حکمت مشتمل شدہ تفصیلش آنکہ اصل مقصود از شرائع تہذیب نفوس بنی آدم ست در اعتقادات و اخلاق و عبادات و عادات و معاملات پس ہرچہ بالذات باعث تہذیب نفس انسانی ست ہمان چیز در شرائع مقصود لذاتہ ست لیکن بسا میباشد کہ اصل مقصود نکتہ میباشد بغایت نازک و باریک کہ اذہان اکثر افراد انسان بہ آن نمیتوانند رسید و اگر احیانا برسند آن نکتہ لطیف با امورے دیگر کہ از جنس آن نیست بر اذہان ایشان ملتبس میگردد و تمیز مقصود از غیر مقصود از ایشان متعذر میشود بنا علیہ بعضے امور ظاہرہ را بجائے آن سر مخفی می نہند و صورت را حکم معنی میدہند و ہمین ظاہر را اجرائے حکم میفرمایند و ہمین ظل را قائم مقام اصل می نمایند مثلاً در باب ایمان اصل مقصود تصدیق قلبی ست کہ باعث توجہ الی اللہ ست و سبب تذکر جلال او و تولد حکمت ست

اور حق میں اس جلیل القدر کے یہی کہہ سکتے ہیں کہ اسکے درمیان اور نبی کے درمیان سوائے منصب امامت کوئی فرق نہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے (ترجمہ تم مجھسے ایسے ہو جیسے کہ ہارون موسیٰ علیہ السلام سے مگر میرے بعد نبی نہیں) یہ مطلق امامت کی حقیقت کا بیان ہے رہے اس کے اقسام سو فصل ثانی میں ان شاء اللہ مذکور ہوں گے

فصل ثانی میں اقسام امامت کا ذکر ہے

اور یہ ایک مقدمہ اور دو قسم اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ امامت حقیقیہ اور امامت حکمیہ کے بیان میں ہے اور یہ دو تنبیہ کو مشتمل ہے **تنبیہ اول** معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر احکام شرعیہ کے واسطے ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک ظاہر لیکن حقیقت اسکی پس وہ ایک حکمت ہے کہ باعث اس حکم کا ہوئی اور لیکن ظاہر اسکا پس ایک صورت ہے کہ اس حکمت پر مشتمل ہوئی تفصیل اسکی یہ ہے کہ اصل مقصود شرائع سے تہذیب نفوس بنی آدم ہے اعتقادات اور اخلاق اور عبادات اور عادات اور معاملات میں پس جو کچھ بالذات باعث تہذیب نفس انسانی ہے وہی چیز شرائع میں مقصود لذاتہ ہے لیکن بسا اوقات اصل مقصود نکتہ ہوتا ہے جو نہایت نازک اور باریک ہے کہ اکثر افراد انسان کے اذہان اس تک نہیں پہنچ سکتے اور اگر کسی طرح پہنچ بھی سکیں تو وہ نکتہ لطیف اور امور کے ساتھ جو اسکے جنس سے نہیں انکے ذہنوں میں ملتبس ہوتا ہے پھر تمیز مقصود اور غیر مقصود میں انسے متعذر ہوتی بنا بریں بعضے امور ظاہرہ کو اس سر مخفی کے جائے پر رکھتے ہیں اور صورت کو معنی کا حکم دیتے ہیں اور ایسے ظاہر پر اجرائے حکم فرماتے ہیں اور ایسے ظل کو اصل کے قائم مقام کرتے ہیں مثلاً در باب ایمان اصل مقصود تصدیق قلبی ہے کہ توجہ الی اللہ باعث ہے اور تذکر جلال خداوندی اور تولد حکمت کا سبب ہے

الت خشیت و مہیج معرفتِ عظمتِ الوہیت ست تخم شجرۂ
بیت و ہرگاہ یکہ این امر مخفی ست کہ ادراک کسی بحالاتِ قلبیہ
برے نمی تواند رسید و نیز آرزوے حصولِ این حالت دیگر ست و
ن حصول این حالت دیگر و بسا ست کہ احدہما بدیگرے ملتبس
مکردد حالانکہ منافع مذکورہ بنفسِ تصدیق تعلق میدارد نہ بآرزوے
صولِ التصدیق چنانکہ آثارِ شجاعت تعلق بنفس شجاعت میدارند
بآرزوے حصولِ شجاعت بناءً علیہ امرے را از امور ظاہرہ کہ
بارت از اقرار لسانی ست قائم مقام ہمان سر خفی کہ عبارت
ز تصدیقِ قلبی ست فرمودہ اند و ہمین اقرار را مدارِ احکام
رعیہ نمودند و احکامِ اسلام برہمون شخص جاری نمودند کہ اقرار
سانی از وصادر گردید و ہمچنین قیاس باید کرد حضور قلب و احکام
ظاہرہ را در باب صلوۃ و حصولِ معنی سخاوت و ادائے قدر معین
ل را در باب زکوۃ و حصول بلکہ صبر و ترک اکل و شرب و جماع را
رباب صوم و جوش عشق و محبت و طواف و سعی را در باب حج و
وش خون غیرتِ ایمانی و جمعیتِ اسلامی و میل نہب و
ارتاراج را در بابِ جہاد و رضاے جانبین و ایجاب و قبول را
ر باب نکاح و بیع و سائر عقود و حصول معنی مشقتِ سفر را در
باب احکام سفر و علیٰ ہذا القیاس بالجملہ تمام شریعت را بمثابہ
ک شخص مجسم باید فہمید کہ او را ظاہر ست و آن جسم مرکب ست از
لحم و شحم و عظم و اخلاط و ارکان و حقیقتے ست و آن روح لطیف
ست از عالمِ امر کہ منبع قواے لطیفہ ست درین جسم مثل قوت
باصرہ و سامعہ و ذائقہ و شامہ و لامسہ و خیالیہ و وہمیہ و فکریہ
و امثال آن چون این نکتہ واضح گردید پس نکتہ باریک تر
باید فہمید کہ ہرچند در باب تہذیب نفسِ انسان مقصود از انسان حقیقت
شریعت کردہ از محیب را ہمان اسور مخفیہ ظاہر خواہد گردید

اور حالتِ خشیت اور مہیج معرفتِ عظمتِ الوہیت ہے اور تخم
شجرۂ عبودیت ہے اور ہرگاہ کہ یہ امر مخفی ہے کسی کا ادراک دوسرے کے
حالات قلبیہ کو نہیں پہنچ سکتا ہے اور نیز اس حالت کی آرزوے حصول اور
شے اور اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ان دونوں کا دوسرے کے ساتھ
ملتبس ہوتا ہے حالانکہ منافع مذکورہ نفس تصدیق کے ساتھ تعلق
رکھتی ہیں اور آرزوے حصول تصدیق سے علاقہ نہیں رکھتی جیسے کہ
آثار شجاعت نفس شجاعت سے تعلق رکھتی ہیں نہ آرزوے حصول
شجاعت سے نظر براں ایک امر کو امور ظاہرہ سے کہ عبارت
اقرار لسانی سے ہے اسی سر خفی کے قائم مقام جو عبارت تصدیق
قلبی سے ہے فرمایا اور ایسے اقرار کو احکام شرعیہ کا مدار ٹھہرایا
اور احکام اسلام اسی شخص پر جاری کیے کہ اقرار لسانی اس سے
صادر ہوا اور ایسے ہی حضورِ قلب اور احکام ظاہرہ کو نماز کے بارہ
میں اور حصول معنی سخاوت اور ادائے قدر معین مال کو زکوۃ
کے معاملہ میں اور حصول بلکہ صبر اور ترک اکل و شرب و جماع کو
در باب صوم اور جوش عشق و محبت اور طواف و سعی کو
در باب حج اور جوش خون غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی
اور غنیمت اور کارزار کو در بابِ جہاد اور رضائے جانبین اور
ایجاب و قبول کو نکاح کے معاملہ میں اور بیع اور تمام عقود اور
حصول معنی مشقت سفر کو احکام سفر کے معاملہ میں قیاس کرنا
چاہیے بالجملہ تمام شریعت کو بمنزلہ ایک شخص مجسم کے سمجھنا چاہیے
کہ اسکے واسطے ایک صورت ہے اور وہ جسم مرکب ہے لحم و شحم و
عظم و اخلاط و ارکان سے اور ایک حقیقت ہے اور وہ روح لطیف
ہے عالم امر سے کہ اس جسم میں قواے لطیفہ مثل قوت باصرہ و سامعہ
و ذائقہ و شامہ و لامسہ و خیالیہ و وہمیہ و فکریہ وغیرہا کے منبع ہے
جبکہ یہ نکتہ معلوم ہوا تو ایک نکتہ باریک تر معلوم کرنا چاہیے کہ
ہرچند در بارہ تہذیب نفس انسان مقصود انسان سے حقیقت
شریعت ہے کہ دار التجربہ میں وہی امور مخفیہ ظاہر ہونگے

۱؎ کھینچنے والا ۱۲ منہ ۲؎ ... ۱۲ منہ ۳؎ برانگیختہ کرنے والا ۱۲ منہ

وبقدر ہمان امورِ خفیہ بمدارجِ تعذیب وتنعیم خواہد رسید
قال اللہ تبارک وتعالیٰ یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنۡ
قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ولکن مدارِ احکامِ شرعیہ دنیویہ
برہمان ظاہر ست وبس پس درصورتیکہ حقیقت مفقود
باشد وظاہر موجود ہرچند آن امر عنداللہ محض بے اعتبار ست
اما مردم را در بابِ اجرائے احکام با صاحبِ صورتِ
ظاہرہ ہمان معاملہ باید کرد کہ با صاحبِ حقیقت
کردنی ست مثلاً مقر منافق اگرچہ عنداللہ از زمرۂ اہلِ نار
ست واقبح انواع کفار اما مسلمین را با او ہمان معاملہ باید کرد
کہ با مومن حقیقی پس گویا کہ آن منافق مومن حکمی ست و
آن مصدق مومن حقیقی یعنی منافع وفوائد کہ مومن وفوائد کہ
مومن را از ایمان خود در دار الجزا متوقع ست آن ہمہ
مصدق را بدست خواہد آمد نہ منافق را آرے در اجرائے احکام
منافق ہم حکم مومن دارد لہٰذا او را مومن حکمی باید گفت
ہمچنین کسیکہ با زنے عقدِ نکاح بجبر واکراہ کرد وکرہاً لفظ ایجاب
یا قبول از و صادر گردید پس ہرچند این ناکح مثل زانی در دار الجزا
جزائے عمل خود گرفتار خواہد گردید اما در احکامِ ظاہرہ مثل
ثبوتِ نسبت وعلاقۂ مصاہرت واحکامِ مواریث ناکحِ مجبر را
مثل ناکحے کہ نکاح او بتراضی طرفین واقع شدہ باید شمرد وہمچنین
قیاس باید کرد در عابد ریاکار واخلاص شعار مثلاً مصلی مخلص
مصلی حقیقی ست کہ آنچہ قرب ومرتبت عنداللہ ونزولِ رحمت در
دارِ دنیا وفوز بدرجاتِ جنت در دارِ عقبیٰ موعود در حقِ مصلیان ست
بلا ریب باین مصلی خواہد رسید ومصلی ریاکار مصلی حکمی کہ تعزیر وحد تارکین
صلوٰۃ در دنیا از و ساقط گردید اگرچہ عنداللہ مثل تارکین صلوٰۃ
مردود ست واز آن درگاہ سراسر مطرود وقال اللہ تبارک وتعالیٰ

اور انھیں امور کے مقدار مدارج ثواب وعذاب کو پہنچیگا چنانچہ
فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے (ترجمہ جسوقت جانچے جاویں زور
تو کچھ نہو گا اسکو زور نہ کوئی مدد کرنیوالا) ولیکن احکامِ شرعیہ
دنیویہ کا مدار اُسی ظاہر پر ہے اور بس پس جس صورت میں کہ
حقیقت مفقود ہوا ور ظاہر موجود ہرچند وہ امر عنداللہ محض
بے اعتبار ہی لیکن ہم جیسے آدمیوں کو درباب اجرائے احکام
صورتِ ظاہرہ والے سے وہی معاملہ کرنا چاہیے کہ صاحب
حقیقت سے کرتا ہے مثلاً منافق اقرار کرنے والا اگرچہ
عنداللہ از زمرہ اہل نار اور منجملہ بدترین اقسام کفار ہے لیکن
مسلمانوں کو اُس کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیے جیسا
مومن حقیقی سے پس گویا کہ وہ منافق مومن حکمی ہے اور
وہ مصدق مومن حقیقی یعنی جن منافع اور فوائد کے مومن
کو اپنے ایمان سے دار الجزا میں امید ہے وہ مصدق کو
حاصل ہونگے نہ منافق کو ہاں اجرائے احکام میں منافق بھی
مومن کا حکم رکھتا ہے لہٰذا اُسکو مومن حکمی کہنا چاہیے ایسے
ہی وہ شخص کہ ایک عورت کے ساتھ بجبر[1] واکراہ نکاح کرے
اور کرہاً لفظ ایجاب یا قبول اُس سے صادر ہوئے پس ہرچند یہ
نکاح کرنیوالا زانی کے مثل دار الجزا میں اپنے کیے ہوے کی سزا
کو پہنچیگا لیکن احکامِ ظاہرہ میں مثل ثبوت نسبت وعلاقہ مصاہرت
واحکامِ مواریث ناکح مجبر[2] کو ناکح متراضی[3] کے مثل گننا چاہیے
اور ایسے ہی عابد ریاکار اور اخلاص شعار میں قیاس کرنا چاہیے
مثلاً مصلی مخلص مصلی حقیقی ہے کہ جو کچھ قرب اور مرتبہ اللہ کے
نزدیک اور نزول رحمت وبرکت دارِ دنیا میں اور حصولِ درجاتِ
جنت دارِ عقبیٰ میں حق میں نمازیوں کے موعود[4] ہے بلاریب اس
نمازی کو پہنچیگا اور مصلی ریاکار مصلی حکمی ہو کہ تارکین صلوٰۃ کی تعزیر
اور حد دنیا میں اُس سے ساقط ہوئی اگرچہ عنداللہ مثل تارکین صلوٰۃ
مردود اور مطرود ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نمازیوں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے

[1] زبردستی ۱۲ [2] جبر کرنیوالا ۱۲ [3] راضی ہونیوالا ۱۲ [4] وعدہ دیا گیا ۱۲

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۗءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۞

تنبیہ ثانی

باید دانست چنانکہ واضح گردید کہ احکام شرعیہ را حقیقت ست و ظاہر اعتبار عند اللہ مربوط است بحقیقت و اجرای احکام متعلق ست بظاہر ہمچنین مناصب شرعیہ را بر احکام شرعیہ قیاس باید نمود مثلاً حقیقت امامت در ہر کمال حصول معنی مشابہت باپیغمبران در ہمون کمال ست و ظاہرش علامت ست کہ در شرع چند چیز را از علامات آن منصب قرار دادہ باشند پس اعتبار عند اللہ منوط باشد بحصول معنی مشابہت مذکورہ و احکام ظاہرہ مربوط باشد بوجود علامت آن پس صاحب حقیقت امام حقیقی آن کمال باشد و صاحب علامت امام حکمی آن کمال مثلاً امامت فقاہت را حقیقی ست و آن ملکہ اجتہاد صحیح ست و صورتیست و آن بیان احکام غیر منصوصہ پس علو درجہ عند اللہ منوط است بہ ملکہ اجتہاد و تفویض منصب قضاء و افتاء و احتساب مربوط ست بہ بیان احکام اگرچہ بجہت تقلید باشد پس قاضی مجتہد قاضی حقیقی ست و قاضی مقلد قاضی حکمی ہرچند قاضی مجتہد عند اللہ بنہایت افضل و اکمل ست بہ نسبت قاضی مقلد فاما مسلمین را با قاضی مقلد ہمان معاملہ باید کرد کہ با قاضی مجتہد کردنی ست مثل تسلیم نفاذ حکم او در مسائل اختلافیہ و وجوب حضور در محکمہ بطلب او و اقامت حدود و تعزیرات بامر او و ہمچنین سیاست ایمانی را حقیقتے ست و آن مشابہت اوست با پیغمبر در باب وفور شفقت بندگان الٰہی کمال رغبت باصلاح ایشان معاشاً و معاداً بجہت حکومت مع وجود سلیقہ ہائے مذکورہ از فراست

پس خرابی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کی کہ اپنی نماز سے بے خبر ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں کو

تنبیہ ثانی

معلوم کرنا چاہیے جیسا کہ واضح ہوا کہ احکام شرعیہ کے واسطے حقیقت ہے اور ظاہر اعتبار عند اللہ حقیقت کے ساتھ مربوط ہے اور اجرائے احکام ظاہر کے ساتھ متعلق ہے ایسے ہی مناصب شرعیہ کو احکام شرعیہ پر قیاس کرنا چاہیے مثلاً ہر کمال میں امامت کی حقیقت اُسی کمال میں پیغمبروں کے ساتھ مشابہت کی معنی کا حصول ہے اور ظاہر اسکا علامت ہے کہ شرع میں چند چیز کو اُس منصب علامات سے قرار دیا ہو پس اعتبار عند اللہ حصول معنی مشابہت مذکورہ سے تعلق رکھتا ہے اور احکام ظاہرہ وجود علامت کے ساتھ مربوط ہوں پس صاحب حقیقت امام حقیقی اُس کمال کا ہوا اور صاحب علامت امام حکمی اُس کمال کا مثلاً امامت فقاہت کے لیے ایک حقیقت ہے اور وہ ملکہ اجتہاد صحیح ہے اور ایک صورت ہے اور وہ احکام غیر منصوصہ کا بیان ہے پس علو درجہ عند اللہ ملکہ اجتہاد کے ساتھ ربط رکھتا ہے اور تفویض منصب قضاء و فتویٰ وغیرہ بیان احکام کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اگرچہ بجہت تقلید ہو پس قاضی مجتہد قاضی حقیقی ہے اور قاضی مقلد قاضی حکمی ہرچند قاضی مجتہد عند اللہ بہ نسبت قاضی مقلد نہایت افضل و اکمل ہے لیکن مسلمانوں کو قاضی مقلد کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیے جو قاضی مجتہد کے ساتھ کرتے ہیں مثلاً جب وہ حکم کرے تو اسکے اجرائے حکم کو مسائل اختلافیہ میں تسلیم کریں اور جب محکمہ میں بلاوے تو اُسکے حضور کو واجب جانیں اور جب اپنے امر سے حدود و تعزیرات قائم کرے اُسکو دل سے قبول کریں ایسی ہی سیاست ایمانی کے واسطے ایک حقیقت ہے اور وہ پیغمبر کے ساتھ مشابہت حاصل کرنا ہے ان اُمور میں کہ بندگان الٰہی کے ساتھ کمال شفقت سے پیش آئیں اور اُنکی دنیا اور آخرت کی صلاح میں جبراً و حکومتاً نہایت رغبت اور سعی فرمائیں اور اُسکے ساتھ فراست

و امارت و غیر ذالک وصورتے ست و آن اجرائے احکام شرعیہ ست یعنی
احکامیکہ مخالف شرع نباشد پس علو درجہ عند اللہ و قرب منزلت
فی جوار اللہ منوط ست بہمین شفقت و رغبت و وجوب اطاعت
مربوط ست بر تسلط و اجرائے احکامیکہ مخالف شرع نباشد اگرچہ
اجرائے احکام مذکورہ بنا بر سیاست سلطانی باشد یعنی بنا بر
طمع مال و آرزوے حصول سلطنت و توقع اجتماع عساکر مسلمین
بنا بر برہم زدن مخالف خود پس صاحب سیاست ایمانی امام حقیقی
است در فن سیاست و صاحب سیاست سلطانی امام حکمی ست در
آن فن آرے اگر احکام شرعیہ را تبدیل نمودہ و امریکہ مخالف شرع ست
اجرا فرمودہ پس برین تقدیر در باب این حکم مذکور صورت سیاست
ایمانی را برہم زد پس اطاعت درین حکم بر کسے از مسلمین واجب نیست
بلکہ ممنوع ست و حرام ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ
لمخلوق فی معصیۃ الخالق و امامت حکمیہ عبارت ست
از وجود علامت آن مشابہت در شخصے کہ مشابہت او را
حاصل نیست بناءً علیہ لازم آمد کہ اقسام امامت حقیقیہ را
در یک قسم بیان کنیم و اقسام امامت حکمیہ را در قسمے دیگر

قسم اول در اقسام امامت حقیقیہ ۔ باید دانست کہ
از بسکہ امامت حقیقی در وصفے از اوصاف مذکورہ عبارت
است از حصول معنی مشابہت تامہ در ہموں وصف با پیغمبر علیہ السلام
و اوصاف مذکورہ بسیار از بسیار ست پس اقسام امامت ہم
بیشمار اگر بہ بیان حقیقت ہر قسمے از اقسام امامت و تفصیل
احکام او ہمت گماشتہ شود ہر آئینہ کلام درین مقام بپایۂ تطویل
رسد بناءً علیہ اقسام عمدہ درین مقام ذکر کردہ می شود تا اقسام
دیگر را بران قیاس نمایند پس باید دانست کہ اگر فقط در
کمال وجاہت و شعب آن و کمال ولایت و اقسام آن

اور امارت وغیرہ کا بھی سلیقہ ضروری ہے اور صورت اسکی یہی کہ
احکام شرعیہ کا اجرا بخوبی ظہور میں آئے پس بلندی مرتبہ عند اللہ
اور قرب منزلت فی جوار اللہ ایسی شفقت اور رغبت کے
ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وجوب اطاعت تسلط اور اجرائے
احکام شرعیہ پر موقوف ہے اگرچہ اجرائے احکام مذکورہ سیاست
سلطانی کی بنا پر ہو جیسے مال کی طمع اور حصول سلطنت کی
آرزو اور دشمن کے دفع کرنے کے واسطے مسلمانوں کے
لشکر کے اجتماع کی توقع ملحوظ ہے پس صاحب سیاست ایمانی
فن سیاست میں امام حقیقی ہے اور صاحب سیاست سلطانی
اُس فن میں امام حکمی ہے ہاں اگر احکام شرعیہ کو تبدیل کر کے
کوئی امر خلاف شرع شریف جاری کرے اس صورت میں
در بارہ حکم مذکور سیاست ایمانی کی صورت کو مٹانیوالا
ہووے پس اطاعت اس حکم میں کسی مسلمان پر واجب نہیں
بلکہ ممنوع اور حرام ہے ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
کسی مخلوق کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی درست نہیں اور
امامت حکمیہ کے یہ معنی ہیں کہ اس مشابہت کی علامت اس شخص
میں پائی جائے کہ مشابہت اسکو حاصل نہیں نظر بران لازم آیا کہ اقسام
امامت حقیقیہ کو ایک قسم میں بیان کریں ہم اور اقسام امامت
حکمیہ کو دوسری قسم میں **قسم اول اقسام امامت حقیقیہ**
میں جاننا چاہیے از بسکہ امامت حقیقی کسی وصف میں اوصاف
مذکورہ سے عبارت ہے حصول معنی مشابہت تامہ سے
اُسی وصف میں ساتھ پیغمبر علیہ السلام کے اور اوصاف مذکورہ
بسیار از بسیار ہیں پس اقسام امامت بھی بیشمار ہیں اگر اقسام
امامت کی ہر قسم کی حقیقت کا بیان اور اُسکے احکام کی تفصیل
کا اظہار کیا جائے البتہ کلام اس مقام میں ملالت خاطر دکھائے
بناءً علیہ عمدہ اقسام اس مقام میں بیان کیے جاتے ہیں تا اقسام
دیگر کو اس پر قیاس کریں پس معلوم کرنا چاہیے کہ اگر فقط کمال
وجاہت اور اسکی فروع میں اور کمال ولایت اور اسکی قسموں میں

مشابہت حاصل شود و در باب بعثت و ہدایت ہم
سیاست مشابہت حاصل نگردد پس آن را قسمے از
اقسام امامت باید شمرد و آن را بہ امامت خفیہ تعبیر
باید کرد و اگر بعثت و ہدایت ہم با او منضم شود آن را
قسمے دیگر باید شمرد و اورا بہ امامت باطنہ مسمی باید ساخت
و اگر سیاست ہم با او منضم شود آن را قسم ثالث باید شمرد
و اورا بہ امامت تامہ ملقب باید نمود و درین مقام قسمے
دیگر ہم بظاہر متصور می شود و آن اینکہ فقط در بعثت و ہدایت
مشابہت حاصل شود نہ در وجاہت و ولایت و نہ در سیاست
و این قسم ہرچند بظاہر متصور می شود اما باعتبار فکر دقیق و نظر
عمیق این قسم باطل ست زیرا کہ کلام درین مقام در اقسام
امامت حقیقیہ ہست نہ در اقسام امامت حکمیہ پس فقط وجود
آثار بعثت و ہدایت درین مقام کافی نیست بلکہ حصول معنی
مشابہت تامہ با انبیاء اللہ درین ہر دو کمال و اقسام
و شعب آن ضروری ست پس گویا کہ حقیقت امامت در
باب بعثت و ہدایت باین معنی راجع می شود کہ حکیم علی الاطلاق
بنا بر پرورش بندگان خود شخصے را از مقربان بارگاہ
خود چیدہ و برگزیدہ منصب نیابت انبیاء اللہ در باب
تکمیل عباد باو عطا فرمودہ پس تفویض منصب نیابت
شخصے جلیل القدر بشخصے کہ در باب عزت و اعتبار محفل
حضار دربار و در باب کمالات نفسانی مشابہت منیب
خود نداشتہ باشد منافی حکمت ست پس واضح شد کہ حصول
منصب نیابت انبیاء اللہ در باب تکمیل بدون حصول معنی
مشابہت با ایشان در نفس کمال متصور نیست پس فی الحقیقت
امامت خفیہ تخم امامت باطنہ ست و منصب نیابت

مشابہت حاصل ہوئی اور دربارہ بعثت اور ہدایت اور
سیاست مشابہت حاصل نہوئی پس اسکو ایک قسم اقسام
امامت سے گننا چاہیے اور اسکو امامت خفیہ کے ساتھ تعبیر کرنا
چاہیے اور اگر بعثت اور ہدایت بھی اُسکے ساتھ ملجائے اُسکی
دوسری قسم معلوم کرنا چاہیے اور اُسکا امامت باطنہ نام
رکھنا مناسب ہے اور اگر سیاست بھی اُسکے ساتھ منضم
ہوئی اُسکو قسم ثالث کہنا چاہیے اور اُسکو امامت تامہ کے
ساتھ ملقب فرمانا چاہیے اور اس مقام میں ایک قسم اور بھی
بظاہر متصور ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ فقط بعثت اور ہدایت
میں مشابہت حاصل ہوئی نہ وجاہت اور ولایت میں
اور نہ سیاست میں اور یہ قسم ہرچند بظاہر متصور ہوتی ہے
لیکن باعتبار فکر دقیق و نظر عمیق یہ قسم باطل ہے اسی لیے
کہ کلام اس مقام میں اقسام امامت حقیقیہ میں ہے نہ اقسام
امامت حکمیہ میں پس لفظ وجود آثار بعثت و ہدایت اس مقام
میں کافی نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت
تامہ کی معنی کا حصول ان دونوں کمال اور اسکی اقسام اور
فروع میں ضروری ہے پس گویا کہ امامت کی حقیقت دربارہ
بعثت و ہدایت اس معنی کی طرف راجع ہوتی ہے کہ حکیم
علی الاطلاق نے اپنے بندوں کی پرورش کے واسطے
ایک شخص کو اپنے مقربان بارگاہ سے چنکر انبیاء اللہ کی
نیابت کا منصب درباب تکمیل بندگاں عطا فرمایا ہے
پس ایک شخص جلیل القدر کی نیابت کا منصب ایسے
شخص کو دینا چاہیے کہ عزت و آبرو کے بارہ میں حاضرین
دربار کے محفل میں وقعت اور کمالات نفسانی کے معاملہ
میں اپنے منیب کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو پس واضح ہوا
کہ انبیاء اللہ کی نیابت کی منصب کا حصول دربارہ تکمیل
بدون حصول معنی مشابہت نفس کمال میں متصور نہیں پس
فی الحقیقت امامت خفیہ امامت باطنہ اور منصب نیابت کا تخم ہے

وحصول ثمر بدان تخم اصلا متصور نیست آرے بایں معنی ممکن کہ
چیزے را در ظاہر صورت مشابہ ثمرے از اثمار بسازند بشا آنکہ
از چوب و سنگ دانہ ہاے بس نازک و لطیف مثل دانہ ہاے انگور
تراشیدہ بجاے او نہند پس آن دانہ ہاے انگور حکمی باشند
نہ حقیقی پس امامت باطنہ را دو جز است لباس ظاہر و
آن منصب نیابت است در بعثت و ہدایت و حقیقت مکنون
و آن مقام وجاہت ست و ولایت و قسمے دیگر آنکہ با امامت
در کمال سیاست حاصل شود نہ در کمالات اربعہ سابقہ و این
قسم ہم مثل قسم اول نزد اہل اذہان ثاقبہ و افکار صائبہ
از قبیل محالات ست چہ مراد از امامت در سیاست
درین مقام حصول مشابہت تامہ ست با انبیاء اللہ در
اقامت سیاست ایمانی نہ سیاست سلطانی و ظاہر
کہ سیاست ایمانی بتمام و کمال از شخصے مثل سیادت انبیاء علیہم
صادر نمی شود بے آنکہ آن شخص از مقربان بارگاہ ربانی
باشد و مخزن کمالات انسانی و بدون آنکہ مامور بہ تکمیل عباد
باشد و ماہر در طرق ہدایت و ارشاد و این امری ست بغایت
بعید از عقل و این شخص بدان ماند کہ شخصے خلیفہ بادشاہی
جلیل القدر باشد و ابواب سیادت سلطانی از دست او
بخوبی سرانجام گیرد باز در حق او گمان کنند کہ ہرچند ابواب سیاست
از و بخوبی سرانجام شد فاما در کمالات ذاتیہ مثل عقل و
کیاست و فہم و فراست و بخت ارجمند و ہمت بلند با بادشاہ
مذکور مشابہت ندارد کہ این امر سراسر باطل ست و محال و
این بدان ماند کہ کسے بگوید کہ فلان کس ہرچند اشعار لطیفہ
می گوید اما نزاکت طبعی و ملکہ شعر ندارد و ہرچند
مضامین دقیقہ می نویسد اما حدت ذہن و ملکہ تقریر و تحریر

اور حصول ثمر بدون تخم اصلا متصور نہیں ہاں بایں معنی ممکن ہے
کہ ایک چیز کو ظاہر میں صورت مشابہ ثمر کے اثمار سے بنائیں
مثلاً چوب اور سنگ سے بہت نازک اور لطیف دانہ انگور کے
دانوں کے مثل تراش کر اُسکی جاے پر رکھیں پس وہ دانہاے
چوبی انگور حکمی ہونہ حقیقی فلہذا امامت باطنہ کے دو جزء
ہیں لباس ظاہر اور وہ منصب نیابت ہی بعثت اور ہدایت
میں۔ اور حقیقت مکنون اور وہ مقام وجاہت اور ولایت
ہے اور ایک قسم دوسری یہ ہے کہ امامت کے ساتھ
کمال سیاست میں حاصل ہوئی نہ کمالات اربعہ سابقہ میں
اور یہ قسم بھی قسم اول کی طرح اذہان ثاقبہ اور افکار صائبہ
کے نزدیک از قبیل محالات ہے کیونکہ مراد امامت سے
سیاست میں اس مقام پر حاصل ہونا مشابہت تامہ کا ہے
ساتھ انبیاء اللہ کے اقامت سیاست ایمانی میں نہ سیاست
سلطانی میں۔ اور ظاہر ہے کہ سیاست ایمانی بتمامہ کسی
شخص سے مثل سیاست انبیاء صادر نہیں ہوتی ہے بغیر اس
بات کے کہ وہ شخص مقربان بارگاہ ربانی اور مخزن کمالات
انسانی سے ہو اور بدون اس بات کے کہ مامور بہ تکمیل
بندگان اور ماہر بطرق رشد و ہدایت ہو اور یہ امر عقل سے
نہایت بعید ہے اور اس شخص کی ایسی مثال ہے کہ کوئی
شخص خلیفہ بادشاہ جلیل القدر ہو اور ابواب سیاست
سلطانی اُسکے ہاتھ سے بخوبی سرانجام پائیں پھر حق میں اُسکے
گمان کریں کہ ہرچند ابواب سیاست اُس سے بخوبی سرانجام
ہوئے لیکن کمالات ذاتیہ مثل عقل و کیاست اور فہم و فراست
اور بخت ارجمند اور ہمت بلند میں بادشاہ موصوف کے ساتھ
مشابہت نہیں رکھتا ہے کہ یہ امر سراسر باطل اور محال ہے
اور یہ بھی ایسی مثال ہو سکتی ہے کہ کوئی کہے کہ فلاں شخص ہرچند
اشعار لطیفہ کہتا ہے لیکن نزاکت طبع اور ملکہ شعر نہ رکھے اور
ہرچند مضامین دقیقہ لکھتا ہی لیکن تیزی ذہن اور ملکہ تحریر و تقریر

یدا ہمچنین امامتِ ظاہرہ کہ آن را خلافت میگویند بنسبت امامت
طنہ قیاس باید کرد کہ خلافت بمنزلۂ سامانِ ظاہر بادشاہی از
تماع عساکر و نفاذ حکم بر رعایا و تسلط بر بلدان و بنار قلاع و حصون
و وجود اسلحہ و امثال ذلک و امامت باطنہ بمثابہ حقیقت
لطنت ست مثل اقبال و عقل و تدبیر و خزائن و دفائن و
مثالِ ذلک پس چنانکہ رونقِ سامانِ سلطنت و انتظامِ
رخانۂ حکومت دلالت میکند بر وفورِ خزائن و قوت عقل و
تدبیر و ترقی اقبال ہمچنین جریانِ سیاستِ ایمانی راست
است بر قانونِ سیاستِ انبیاء دلالت میکند بر تحقیق
امامتِ باطنہ پس فی الحقیقت ابوابِ امامت تامہ را
اصلی ست و آن امامت باطنہ ست و اثری ست و آن
خلافت ظاہرہ پس ازینمقام واضح شد کہ آنچہ زبان زد خواص و
عوام ست کہ در بعضے احیان شخصے را منصب امامت ظاہرہ
بحسبِ اتفاق بدست می آید حالانکہ از امامتِ باطنہ عاطل
میباشد پس این کلامی ست بعید از عقل محتمل آنست کہ مرادِ
ایشان از امامتِ ظاہرہ امامت حکمیہ باشد پس حاصل کلام
ایشان چنین باشد کہ بعضے اشخاص را منصب سلطنت بدست
می آید و سیاستِ سلطانی از دستِ ایشان بخوبی می انجامد
حالانکہ ایشان در معاملاتِ ربانی و کمالاتِ نفسانی و اصلاحِ عالم و
تربیت بنی آدم ہیچگونہ مناسبت با انبیاء الله ندارند و مقربانِ
بارگاہ حضرتِ حق ایشان را از جملہ کبراءِ امت و عظماءِ ملت نمی شمارند و این
امریست سراسر حق ست اما کلام درین مقام در تحقیق معنی سلطنت نیست بلکہ
در تحقیق معنی خلافت نبوت ست پس ازین بیان ظاہر گشت کہ عمدہ اقسام امامت حقیقیہ
ہمین سہ نوع اند امامت خفیہ و امامت باطنہ و امامت تامہ پس اقسام آن را در ضمن تنبیہات
ثلثہ باید شمرد تنبیہ اول در ذکر امامت خفیہ ۔ باید دانست کہ

نہیں رکھا ایسی ہی امامتِ ظاہرہ کہ اس کو
خلافت کہتے ہیں کہ بہ نسبت امامتِ باطنہ قیاس کرنا چاہیے کہ
خلافت بمنزلہ سامانِ ظاہری کے ہے جو بادشاہ کو اجتماع لشکر
اور نفاذ حکم اور تسلط بلدان اور بنار قلاع اور وجود اسلحہ وغیرہ سے
مہیا ہو اور امامتِ باطنہ بمثابہ حقیقت سلطنت ہے مثل اقبال و
عقل اور خزائن و دفائن وغیرہ پس جیسے کہ سلطنت کے سامان
کی رونق اور حکومت کے کارخانہ کا انتظام خزانہ اور قوت اور
عقل و تدبیر اور جاہ و اقبال کی زیادتی اور ترقی پر دلالت کرتا ہے
ایسی ہی سیاستِ ایمانی کا راست راست قانون سیاستِ
انبیاء پر جاری ہونا تحقیق امامت باطنہ پر دال ہے پس
فی الحقیقت ابوابِ امامتِ تامہ کے واسطے ایک اصل ہے
اور وہ امامت باطنہ ہے اور ایک اثر ہے اور وہ خلافت
ظاہرہ ہے پس اس مقام سے واضح ہوا کہ جو کچھ زبان زد خواص و
عوام ہے کہ بعض اوقات میں ایک شخص کو منصب امامت ظاہرہ
بحسب اتفاق حاصل ہوتا ہے حالانکہ امامتِ باطنہ سے
عاطل ہوتا ہے عقل سے نہایت بعید ہے احتمال یہ ہے کہ مراد انکی امامت
ظاہرہ سے امامتِ حکمیہ ہو پس انکے کلام کا حاصل یہ ہے کہ بعض
اشخاص کو منصب سلطنت حاصل ہوتا ہے اور سیاستِ سلطانی
انکے ہاتھ سے بخوبی انجام پاتی ہے حالانکہ وہ لوگ معاملاتِ ربانی
اور کمالات نفسانی اور اصلاح عالم اور تربیت بنی آدم میں
کسی طور پر حضرات انبیاء کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی اور
مقربانِ بارگاہ ایزدی انکو منجملہ بزرگانِ امت و ملت نہیں
جانتے ہیں اور یہ امر سراسر حق ہے کلام اس مقام پر تحقیق معنی
سلطنت میں نہیں بلکہ نبوت کی خلافت کی معنی کی تحقیق میں ہے
پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ امامت حقیقیہ کے عمدہ
اقسام یہی تین قسم ہیں امامت خفیہ ۔ امامت باطنہ ۔ امامت
تامہ پس انکے اقسام کو تنبیہات ثلثہ کے ضمن میں گننا چاہیے
تنبیہ اول در ذکر امامت خفیہ میں معلوم کرنا چاہیے کہ

امامتِ خفیہ عبارت ست از حصولِ معنی مشابہت تامہ با انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام در منازلِ وجاہت و مقاماتِ ولایت
وازبسکہ سیادت کہ عبارت از وساطت ست درمیانِ
رب العالمین و بندگان او درباب وصولِ فیض غیبی نیز ایشان را
حاصل میشود باوجودیکہ ایشان مبعوث برائے ہدایت نمی شوند
پس لابد این وساطت متحقق میشود درباب وصولِ فیضِ تکوینی نہ
تشریعی یعنی حکیم علی الاطلاق ایشان را واسطہ در تصرفاتِ کونیہ
می گرداند مثل نزولِ امطار و نمو اشجار و سرسبزی نباتات و
بقاے انواعِ حیوانات و آبادی قرے و امصار و تقلبِ احوال و
ادوار و تحولِ اقبال و ادبار سلاطین و انقلابِ حالاتِ اغنیاء و
مساکین و ترقی و تنزلِ اصاغر و اکابر و اجتماع و تفرق جنود و
عساکر و رفع بلا و دفع وبا و امثال ذالک قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا
کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم
الغیث وینصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل
الشام بھم العذاب و وساطت ایشان در امور مذکورہ بصد
بسہ وجہ متحقق میشود اول نزولِ برکت ثانی عقدِ ہمت و ثالث
ورودِ الہام اما نزولِ برکت پس بیانش آنکہ چنانکہ حق جل و علا بحکمت بالغہ
خود جرمِ آفتاب را واسطہ اشراقِ عالم فرمودہ و رافع تاریکی قرار دادہ
پس ہرچند انتشار نور در اطرافِ عالم و اضمحلال ظلمت از روے زمین
محض از قدرتِ کاملہ او تعالیٰ ہست ہرکہ آفتاب را خالقِ نور
قرار دہد ہر آئینہ کافر گردد والعیاذ باللہ لیکن سنت اللہ برین طریق جاری
گردیدہ کہ ہرگاہ آفتاب طلوع میکند تمام عالم پر از انوار میشود و روے
زمین از غبارِ ظلمت پاک میگردد ہمچنین ازبسکہ اکابر ایشان ملکی
اند و بشر فلکی وجود باجود ایشان آفتابے ست کہ براوج چرخ

امامت خفیہ عبارت ہے حصول معنی مشابہت تامہ سے جو
منازلِ وجاہت اور مقاماتِ ولایت میں انبیاء علیہم السلام کے
ساتھ حاصل ہے اور ازبسکہ سیادت کہ عبارت وساطت
سے ہے جو حضرت رب العالمین اور اسکے بندوں میں دربارہ
وصولِ فیض غیبی بھی انکو حاصل ہوتی ہے باوجودیکہ یہ اشخاص
ہدایت کے واسطے مبعوث نہیں ہوتے ہیں پس بالضرور یہ وساطت
درباب وصولِ فیض تکوینی متحقق ہوتی ہے فیض تشریعی
میں اسکو دخل نہیں یعنی حکیم علی الاطلاق انکو تصرفات کونیہ
میں واسطہ بناتا ہے مثل نزولِ امطار و نمو اشجار و سرسبزی
نباتات و بقاے انواعِ حیوانات و آبادی دیہات و تقلب
احوال و ادوار اور گردشِ اقبال و ادبار اور انقلاب حالات
اغنیاء اور تحول معاملات فقراء اور ترقی و تنزل اصاغر و
اکابر اور اجتماع و تفرق جنود و عساکر و رفع بلا و دفع وبا و
امثال ذالک۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ) ابدال
ہونگے ملک شام میں اور چالیس مرد ہیں جب کوئی ایک
آدمی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے اسکی جگہ اور نہیں کی
برکت سے مینہ برستا ہے اور دشمنوں پر فتح ہوتی ہے اور انھیں
کی برکت سے شام والوں پر عذاب نہیں آتا ہے) اور وساطت
انکی امور مذکورہ میں تین وجہ پر ثابت ہوتی ہے اول نزولِ
برکت ثانی عقد ہمت ثالث ورود الہام۔ اول نزول برکت کا
حال سننا چاہیے جس طور پر کہ حق جل و علا نے اپنی حکمت بالغہ سے
جرم آفتاب کو عالم کے منور ہونے کا واسطہ فرمایا اور دافع تاریکی
ظلمت قرار دیا ہرچند کہ نور کا پھیلنا اطراف عالم میں اور سیاہی کا
دور ہونا روے زمین سے محض اُس خداے باری تعالیٰ کی قدرت
کاملہ سے ہے جو کوئی آفتاب کو خالق نور ٹھہرائے البتہ کافر ہوجائے
لیکن عادت اللہ اس طریق پر جاری ہوئی کہ جس وقت آفتاب طلوع
فرماتا ہے تمام عالم پر انوار ہوجاتا ہے ایسے ہی مقربان بارگاہ
ملکی ہیں اور بشر فلکی انکا وجود باجود ایک آفتاب ہے کہ اوج چرخ

ملکوت تابندہ وقمرے ست از جبروت کہ در شب تار ناسوت درخشیدہ
ابد ہمراہ نزول ایشان یک نورے از غیب الغیب بروز میفرماید کہ
سبب صلاح عالم وانتظام بنی آدم وباعث تقلب ادوار وتغیر
اطوار میگردد پس آنچہ از تغیرات وتقلبات مذکورہ چہ در اقطار
عالم واطوار بنی آدم حادث میگردد ہمہ از قدرت کاملہ ایشان
نیست از نتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جل وعلا ایشان را
قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ وکار وبار بنی آدم بایشان
تفویض نمودہ پس ایشان بامر الٰہی قدرت خود صرف می نمایند و
این تصرفات گوناگون وتغیرات بوقلمون در عالم کون بروے
کار می آرند کہ این اعتقاد شرک محض ست وکفر بحت ہر کہ بجناب
ایشان این عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بیشک مشرک مردود ست و
کافر مطرود بالجملہ نزول تقدیر الٰہی بنا بر وجاہت کسے یا بجائے
کسے از مقبولین امرے دیگر وصدور تصرفات کونی از ایشان
مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام ست
وثانی محض کفر صریح پس تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
آما عقدہ ہمت پس بہ دو وجہ متحقق میشود اول فور شفقت وثانی
ظہور اثر تقدیر اما اول پس بیانش آنکہ از بسکہ فور شفقت بنسبت
عباد اللہ از جملہ مقامات ولایت ست پس لابد ایشان را بوجہ
اتم حاصل باشد اما چون ایشان برائے ہدایت مبعوث
نیستند پس لابد شفقت ایشان مصروف باشد باصلاح
حال معاشیہ ایشان مثل دفع بلایا وحصول عطایا وترقی
مال وعروج اقبال وامثال آنکہ پس چنانکہ شفقت پیغمبرین
مصروف ست باصلاح حال ایشان در امور معاد ہمچنین شفقت این
اکابر مبذول ست بانتظام حال ایشان در مقدمہ
معاش پس شفقت پیغمبرین بہ نسبت عباد اللہ بمثابہ

ملکوت پر درخشاں ہے اور ایک قمر ہے عالم جبروت سے
کہ شب تار ناسوت میں تاباں ہے لابد اُنکے نزول کے
ساتھ ایک نور غیب الغیب سے ظہور فرماتا ہے کہ سبب صلاح
عالم وانتظام بنی آدم اور باعث گردش ادوار وتغیر اطوار
ہوجاتا ہے پس جو کچھ تغیرات اور تقلبات مذکورہ اطراف عالم
اور اطوار بنی آدم میں حادث ہوتی ہیں تمام اُنکی قدرت کاملہ
سے نہیں اور طاقت امکانی کے نتائج سے بھی نہیں اور
یہ بات بھی نہیں کہ جناب باری نے اُنکو تصرف عالم کے
آثار کی قدرت عطا فرما کر بنی آدم کے کاروبار اُنکو تفویض کئے
کہ یہ امر الٰہی سے ان امور میں اپنے قدرت کو صرف فرماتے ہیں
اور یہ تصرفات گوناگوں اور تغیرات بوقلموں عالم کون میں لاتے
ہیں اسلیئے کہ یہ اعتقاد شرک محض ہے جو کوئی اُن کی جناب
میں ایسا عقیدہ فاسد رکھتا ہو بیشک مشرک مردود ہے اور
کافر مطرود بالجملہ نزول تقدیر الٰہی کسی مقبول بارگاہ کی وجاہت
یا دعا کی بنا پر امر دیگر ہے اور صدور تصرفات کونی ایسے مقبول
سے اگرچہ بامر اللہ ہو امر دیگر کہ پہلا عین اسلام ہے اور دوسرا
محض کفر صریح پس تفاوت رہ از کجاست تا بکجا اب عقدہ
ہمت کو ملاحظہ فرمائیے پس وہ دو وجہ پر متحقق ہوتا ہے اول فور
شفقت ثانی ظہور اثر تقدیر۔ وفور شفقت کا بیان یہ ہے
از بسکہ زیادتی شفقت بنسبت بندگان خدا منجملہ مقامات ولایت ہے
پس بالضرور اُنکو بوجہ کامل حاصل ہوئی لیکن چونکہ وہ حضرات ہدایت
کے واسطے مبعوث نہیں پس لابد انکی شفقت اُنکے حال
معاشیہ کی صلاح میں مصروف ہو مثل دفع بلایا وحصول عطا
وترقی حال وعروج اقبال وامثال ذالک پس جس طور پر کہ
حضرات انبیاء کی شفقت بندگان خدا کی آخرت کے امور کی
اصلاح میں مصروف ہے ایسی ہی ان اولیا کی شفقت دربارۂ
معاش اُنکے حال کے انتظام میں مبذول ہے پس بندگان خدا
کے حق میں حضرات انبیاء کی شفقت کی ایسی مثال ہے جیسے

شفقتِ آبا ست بہ نسبت ابنا و شفقتِ این اکابر بہ نسبت
ایشان بمثابہ شفقت اُمہات ست بہ نسبت ابنا پس چنانکہ
شفقت پدری صلاح حال را پیش نظر میدارد اگرچہ یک گونہ
رنجے فی الحال او را پیش آید و حال شفقت مادری بالعکس
است ہمچنین تفاوتیکہ درمیان شفقت مبعوثین این بزرگوارا
واقع ست قیاس باید کرد بالجملہ وجود باجود ایشان سبب فورِ
شفقت سراسر دعاے حالی ست و حیانا بدعاے مقالی ہم
میکشند و مجیب الدعوات و واہب العطیات اکثر ادعیہ
اضطراریہ ایشان را کہ از شدت شفقت سر بر زدہ بمقتضاے
حکمت بالغہ خود اجابت میفرماید اما ظہور اثر تقدیر پس بیانش
آنکہ از آنجا کہ سینہ صفا گنجینہ ایشان بمثابہ آئینہ بیزنگ ست
و بسان شیشہ بیرنگ از انعکاس نور غیبی سراسر درخشان ست
و بفیض الٰہی بر تمام عالم نور افشان ہرچہ در عالم تقدیر مقدر
میگردد و ارادہ ربانی بصدور آن متعلق می شود ہر آئینہ
خواہش وجود آن چیز از دل ایشان جوش میزند و دعاے
ظہور آن در سینہ ایشان خروش میکند و این استدعاے
بلاشک مستجاب میشود بحضور رب الارباب چہ ظہور این دعا
تمہید نزول تقدیر ربانی ست نہ از مختلات تدبیر انسانی
و اما ورودِ الہام پس بیانش آنکہ ایشان بطریق اشارت
غیبی یا بطریق تفہیم و تعلیم یا در منامات و معاملات مامور
میشوند بفعلے از افعال عامہ بشریہ مثل کشتن کسی یا شکستن
چیزے یا دادن چیزے یا گرفتن چیزے و امثال آن از امور یکہ
درمیان افراد بنی آدم تعامل بہ آنہا جاری ست
اما دیگر افراد انسان ہمان امور را بنا بر اقتضاے
ہواے نفسانی بعمل می آرند و این اکابر بنا بر الہام

آبا و اجداد کو بیٹوں پوتوں کے ساتھ شفقت ہوتی ہے اور
حضرات اولیاء کو اُن لوگوں کے ساتھ ایسی شفقت ہے جیسے
ماؤں کو فرزندوں پر پس جیسے کہ شفقت پدری اپنے حال
کی صلاح کے واسطے پیش نظر رکھتا ہے اگرچہ ایک قسم کا رنج
فی الحال اُسکو پیش آئے اور شفقتِ مادری کا حال بالعکس ہے
ایسے ہی وہ فرق کہ درمیان شفقت مبعوثین اور ان بزرگوں کے
واقع ہے قیاس کرنا چاہیے الحاصل ان کا وجود باجود
بسبب زیادتی شفقت سراسر دعاے حالی ہے اور کبھی دعاے
مقالی کی طرف بھی کھینچتا ہے اور مجیب الدعوات واہب العطیات
اکثر انکی دعاہاے اضطراریہ کو کہ کمال شفقت سے ظاہر ہوتی
ہیں اپنی حکمت بالغہ کی مقتضا سے قبول فرماتا ہے لیکن ظہور
اثر تقدیر پس بیان اُسکا یہ ہے جس صورت میں کہ اُنکا سینہ صفا
گنجینہ آئینہ کی طرح بے زنگ ہے اور شیشہ کی مانند بے رنگ
انعکاس نورِ غیبی سے سراسر درخشاں ہو اور فیض الٰہی سے
تمام عالم پر نور افشاں جو کچھ عالم تقدیر میں مقدر ہوتا ہے اور
ارادہ ربانی اُسکے صدور کے ساتھ متعلق ہوتا ہے البتہ
اُس چیز کے وجود کی خواہش اُنکے دل سے جوش مارتی ہے
اور اُسکے ظہور کی دعا اُنکے سینہ میں خروش کرتی ہے اور یہ
استدعا بلاشک حضور رب الارباب میں مستجاب ہوتی ہے
کیونکہ اس دعا کا ظہور تقدیر ربانی کے نزول کی تمہید ہے
تدبیر انسانی کے خیالات سے اسکو کچھ تعلق نہیں لیکن ورود
الہام سو اسکا یہ بیان ہے کہ یہ حضرات بطریق اشارات
غیبی یا بطور تفہیم و تعلیم یا منامات و معاملات میں افعال عامہ
بشریہ میں سے کسی فعل کے ساتھ مامور ہوتے ہیں جیسے کسی کو
مار ڈالنا یا کسی چیز کا دینا یا کسی چیز کا لینا اور اُسکے مثل اور بہت
امور ہیں جنکا افراد بنی آدم میں رواج شیوع اور اجرا ہے
لیکن دوسرے افراد انسان ان اُمور کو اپنی خواہش نفسانی کی
اقتضا سے عمل میں لاتے ہیں اور یہ بزرگان دین بنا بر الہام

ربانی چنانکہ حضرت خضر علیہ السلام فرمودند وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ پس ہمین افعال و اقوال کہ از سائر بنی آدم صادر میگردد در حق ایشان از جملہ عادات شمردہ میشود در حق این بزرگواران از جملہ عبادات بالجملہ اعمال این بزرگان راجع میشود باصلاح حال عالم و ثمرہ اعمال دیگران راجع بایفاے لذات نفسانی بیت

موسی اندر درخت آتش دید ٭ سبز شد آن درخت اندر نار

شہوت و حرص مرد صاحبدل ٭ ہمچنین دان و این چنین انگار

حال ایشان را بر حال ملائکہ قیاس باید کرد قتل ہزاران انبیاء و اولیاء کہ از حضرت عزرائیل علیہ السلام صادر میگردد چون بر طبق الہام ربانی است سرمایہ سعادت ست و قتل حضرت زکریا کہ از ظالم شقی سر بر زد چون باقتضاے ہواے نفسانی بود سراسر باعث شقاوت و از بسکہ حال ایشان مثل حال ملائکہ ست پس چنانکہ ملائکۃ اللہ دو قسم اند ملأ اعلیٰ و مدبرات الامر اما ملأ اعلیٰ پس شان ایشان اطلاقی ست کہ باصلاح قومی خاص یا شہری خاص اختصاص ندارد بلکہ نظر ایشان متوجہ ست باصلاح تمام عالم و خدمت کافہ بنی آدم و اما مدبرات الامر پس ہر یکے از ایشان موکل ست بکارخانہ معین و ہمت ایشان مصروف است باصلاح ہمون کار و بار کسے از ایشان موکل است بکارخانہ ابر و میغ و کسے موکل ست بر ارحام بنابر تقدیر صورت و کسے از ایشان موکل ست بر حفاظت بنی آدم الی غیر ذالک و ہمچنین بعضے ازین بزرگواران بشان اصلاح حال مطلق بنی آدم ماموراند اختصاص بہ قومے از اقوام یا شہرے از شہرہا ندارند

ربانی کام فرماتے ہیں چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایسے ہی امور کی شان میں فرمایا ہے (ترجمہ اور میں نے خود بخود نہیں کیا) پس یہی افعال اور اقوال کہ تمام بنی آدم سے صادر ہوتے ہیں انکے حق میں از قبیل عبادات الحاصل ان بزرگواروں کے اعمال کا مرجع اصلاح حال عالم ہے اور دوسرے لوگوں کے افعال کا ثمرہ لذات نفسانی ہیں بیت

موسی اندر درخت آتش دید ٭ سبز شد آن درخت اندر نار

شہوت و حرص مرد صاحبدل ٭ این چنین دان و این چنین انگار

انکے حال کو ملائکہ کے حال پر قیاس کرنا چاہیے ہزاروں انبیاء اور لاکھوں اولیاء کا قتل کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے صادر ہوتا ہے چونکہ موافق الہام ربانی ہے سراسر سرمایہ سعادت ہے اور حضرت زکریا کا قتل کہ ظالم شقی سے واقع ہوا چونکہ باقتضائے خواہش نفسانی تھا بالکل باعث شقاوت ہے اور از بسکہ انکا حال فرشتوں کے حال کے مثل ہے پس جس طور پر کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے دو قسم کے ہیں ملأ اعلیٰ اور مدبرات امر ـ ملأ اعلیٰ کا یہ حال ہے کہ ان کی شان اطلاقی ہے یعنی کسی قوم خاص یا کسی شہر خاص کے اصلاح میں خصوصیت نہیں رکھتے بلکہ انکی نظر تمام عالم کی اصلاح اور جملہ بنی آدم کی خدمت کی طرف متوجہ ہے اور مدبرات امر کی یہ شان ہے کہ ہر ایک انہیں سے ایک کارخانہ معین اور مخصوص پر موکل اور متعین ہے اور انکی ہمت اسی کار و بار کی اصلاح میں مصروف ہے کوئی انہیں سے کارخانہ ابر و بادل پر موکل ہے اور کوئی صورت بنانے کے لیے ارحام پر متعین ہے اور کوئی بنی آدم کی حفاظت پر متعین ہے علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ہر کام کے واسطے علیحدہ علیحدہ موکل کر رکھا ہے ایسے ہی بعض ان بزرگواروں میں سے بنی آدم کے حال مطلق کی اصلاح کے واسطے مامور ہیں کسی شہر یا کسی قوم کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے

مثل خضر علیہ السلام وابدال واوتاد وافراد وبعضے دیگر
بقومے خاص یا ببلدے خاص یا بعسکرے خاص
اختصاص میدارند مثل اقطاب ونجباء ورقباء وایشانرا
از اہل خدمات میگویند پس قوم اول نائبان ملاء اعلی اند
وقوم ثانی نائبان مدبرات الامر وچنانکہ گاہے در باب
ادعیہ حالیہ ومقالیہ ملائکہ مقربین اختلافے واقع میشود کہ
یکے عروج قومے میخواہد ودیگرے عروج قومے دیگر ویکے
چیزے را ترجیح میدہد ودیگرے چیزے دیگر را واین اختصام
ملاء اعلی میگویند۔ قال اللہ تعالی وتبارک حکایۃ عن رسولہ
وَمَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ
وبارحق جل جلالہ بحکمت بالغہ خود امرے را مناسب مصلحت
باشد جاری مینماید گاہے دعایکے را اجابت میفرماید وگاہے دعاء
دیگرے۔ قال اللہ تبارک وتعالی وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ
مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ
بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
ہمچنین درمیان ادعیہ اہل خدمات وہمم ایشان نیز
تخالفے واقع می شود کہ یکے ظفر وفیروزی لشکری خواہد
ودیگرے فتح ونصرت لشکرے دیگر حکیم علی الاطلاق و
مالک باستحقاق گاہے دعاکسے را بموقع اجابت میرساند
وگاہے دعاے دیگرے را۔ قال اللہ تعالی ذَٰلِكَ
تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وباید دانست کہ این بزرگواران
ہرچند دراوصاف وجاہت ومقامات ولایت مشابہت
تامہ بانبیاء اللہ میدارند اما چون منصب نیابت ایشان
درباب ہدایت ومرتبہ خلافت ایشان درباب
سیاست نمی دارند بنا علیہ بلقب ائمہ ملقب نشدند

مثل خضر علیہ السلام وابدال و اوتاد وافراد اور بعضے ایک
قوم خاص یا ایک شہر خاص یا ایک لشکر خاص کے ساتھ
اختصاص رکھتے ہیں مثل اقطاب ونجبا ورقبا اور ان کو
اہل خدمت کہتے ہیں پس قوم اول نائبان ملاء اعلی ہے
اور قوم ثانی نائبان مدبرات الامر ہے اور جیسا کہ کبھی ملائکہ
مقربین کی دعاء حالیہ اور مقالیہ کے بارہ میں اختلاف واقع
ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ ایک قوم کا عروج چاہتا ہے اور
دوسرا فرشتہ دوسری قوم کی ترقی کا طالب ہے اور ایک
ایک چیز کو ترجیح دیتا ہے اور دوسرا دوسری چیز کو غلبہ دیتا ہے
اور اسکو اختصام ملاء اعلی کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و
تعالی نے حکایۃ اپنے رسول کی طرف سے فرمایا ہے (ترجمہ مجکو
معلوم نہیں جب ملاء اعلی جھگڑتے تھے) اور حق جل وعلا
اپنی حکمت بالغہ سے کسی امر کو کہ مناسب مصلحت ہو جاری کرتا
ہے اور کبھی دوسرے کی دعا کو درجہ اجابت پہنچاتا ہے
فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور فرشتوں کو دیکھا تونے
صفیں کیے ہوے گرد عرش کے تسبیح کرتے ہیں ساتھ
تعریف پروردگار کے اور فیصلہ کیا گیا انمیں اور کہا گیا سب
تعریف اللہ ہی کو ہے جو رب ہے جہان والوں کا) ایسے ہی
اہل خدمات کے دعاؤں اور انکی ہمتوں میں بھی تخالف
واقع ہوتا ہے کہ ایک ایک لشکر کی فتحمندی اور فیروزی کا
جویاں ہے اور دوسرا دوسرے لشکر کی نصرت اور مدد کا
خواہاں ہے حکیم علی الاطلاق کبھی انکی دعا کو قبول کرتا ہے اور
کبھی اسکی چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ یہ اندازہ ہے غالب
جاننے والے کا۔ ہے) اور جاننا چاہیے کہ یہ بزرگواران بارگاہ
ہرچند اوصاف وجاہت اور مقامات ولایت میں حضرات
انبیاء کے ساتھ کامل مشابہت رکھتے ہیں لیکن چونکہ ان کی
نیابت کا منصب درباب ہدایت اور انکی خلافت کا مرتبہ درباب
سیاست نہیں رکھتے بنظر براں ائمہ کے لقب سے ملقب نہیں

تنبیہ ثانی در ذکر امامت باطنہ باید دانست کہ
اصحاب امامت خفیہ از بسکہ ظلال ملائکہ مقربین اند نہ
تمثال انبیاء مرسلین مامور برعایت نظام عالم اند نہ مبعوث
بہدایت بنی آدم منصوب برائے خدمت شان تکوین اند
نہ متبوع در احکام شرع متین بنا علیہ بلقب امام نگردیدند
و بہ منصب بعثت نرسیدند و ارباب امامت تامہ ملقب
بہ خلیفہ راشد اند پس تبادر از مطلق لفظ امام صاحب منصب
امامت باطنہ ست و بس بلکہ در کلام ملک علام ہم اکثر
استعمال لفظ امام بر صاحب ہمین منصب ست۔ قال
اللہ تبارک و تعالیٰ وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ
فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا و نیز ظاہر ست
کہ از حضرت خلیل علیہ السلام سیاست صورت نہ بستہ
بلکہ آنچہ آنجناب را بہ نسبت عموم ناس ثابت ست ہمین
متبوعیت در اقسام ہدایت ست۔ قال اللہ تعالیٰ
وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا
وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ۔ و قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنٰهُمْ
اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ
وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ
پس باید فہمید کہ از آنجا کہ ایشان تمثال انبیاء اند و حال انبیاء اللہ
در باب انتشار ہدایت مختلف ست از بعضے انتشار ہدایت بوجہ اتم
صورت بست مثل خاتم الانبیاء و کلیم اللہ علیہما السلام و از بعضے
ایشان کمتر و از بعضے ایشان اقل قلیل مثل حضرت نوح علیہ السلام و
از بعضے ایشان یک فردے از افراد بنی آدم ہم مہتدی نشدہ مثل
حضرت لوط علیہ السلام پس چنانکہ ہر یکے از ایشان در منازل وجاہت
و مقامات ولایت فائق بود و بہ ارسال و بعثت لائق

تنبیہ ثانی ذکر امامت باطنہ میں معلوم کرنا چاہیے
کہ اصحاب امامت خفیہ از بسکہ ملائکہ مقربین کے ظل اور
سایہ ہیں نہ تمثال انبیاء مرسلین انتظام عالم کی رعایت کے
ساتھ مامور ہیں بنی آدم کی ہدایت کے واسطے مبعوث نہیں
مخلوق کی خدمت کے واسطے منصوب اور قائم ہیں احکام
شرع متین میں متبوع نہیں بنا بریں لقب امام انکے نام نہوا اور
منصب بعثت پر نہ پہنچے اور ارباب امامت تامہ کو خلیفہ
راشد کا لقب عطا ہوا پس مطلق لفظ امام سے صاحب منصب
امامت باطنہ سمجھا جاتا ہے اور بس بلکہ کلام ملک علام میں
بھی لفظ امام کا استعمال اکثر ایسے منصب والے پر ہے فرمایا
اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ترجمہ اور جب آزمایا ابراہیم کو
اسکے رب نے چند باتوں سے پس پورا کیا انکو فرمایا میں تجھکو
لوگوں کا پیشوا کرونگا) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام
سے سیاست ظاہر نہوئی بلکہ جو کچھ آنجناب کو بہ نسبت عوام الناس
ثابت ہے یہی متبوعیت اقسام ہدایت میں ہے۔ فرمایا اللہ
تعالیٰ نے (ترجمہ اللہ تعالیٰ نے اور ہمنے انہیں سے امام بنائے
ہیں کہ ہمارے حکم سے راہ بتاتے ہیں جب صبر کیا انھوں نے
اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ اور ہمنے انکو امام بنایا ہمارے حکم سے راہ بتاتے ہیں
اور حکم کیا ہمنے انکو اچھے کاموں اور قائم رکھنے نماز اور دینے زکوٰۃ کا
اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے) پس سمجھنا چاہیے از آنجا
کہ یہ حضرات تمثال انبیاء ہیں اور حال انبیاء در باب انتشار
ہدایت مختلف ہے بعضوں سے انتشار ہدایت بوجہ کامل ہوا
مثل خاتم الانبیاء و کلیم اللہ علیہما السلام اور بعضوں سے کمتر
اور بعضوں سے بہت ہی کم مثل حضرت نوح علیہ السلام اور
بعضوں سے ایک فرد بھی افراد بنی آدم سے مسلمان نہوا مثل
حضرت لوط علیہ السلام پس جس طور پر کہ ہر ایک انہیں سے منازل
وجاہت اور مقامات ولایت میں فائق اور ارسال و بعثت میں لائق

و درو فور رحمت و شفقت یگانۂ عصر بود و در ابواب ہدایت
یکتائے دہر قلت و کثرت ظہور ہدایت ہیچگونہ باعث سقوطِ
ایشان در منصب خود نگردیدہ و ازین سبب ہیچ وجہ غبار منقصہ بہ
دامنِ پاک ایشان نرسیدہ بانکہ کلّہم باہمدیگر در منصب نبوت
یکرنگ اند و در میزانِ رسالت ہمسنگ ہمچنین قیاس باید کرد کہ
شانِ آئمہ ہم درباب قلت و کثرت انتشار ہدایت مختلف ست
باوجود تماثل ایشان در منصب امامت قلتِ ظہورِ ہدایت از
امامے باعث سقوط او از درجۂ علو وکمال یا انحطاط او در منصب
امامت نمی تواند شد ہمین ائمہ اہل بیت اند کہ از جملہ ایشان
امام جعفر صادقؑ کہ پیشوائے عالم اند و رہنمائے بنی آدم و از
جملہ ایشان جد امجد آنجناب حضرت سجادؑ اند کہ غیر از چندے
اکابر اہل بیت کمتر کسے از ایشان مستفید گردیدہ پس بملاحظہ
این تفاوت اثبات منصب امامت بیکے و سلب اِن از دیگرے
مشابہ اثبات نبوت جناب حبیبؐ و کلیمؑ ست و سلب آن از لوطؑ
والعیاذ باللہ پس ازینجا امامت منقسم شد بامامت مشہورہ و غیر
مشہورہ پس امامت فی الحقیقت از عطایاے ربانی ست نہ از
اصطلاحات انسانی آرے اگر سعادتمندان اہل زمان ازان فیضیاب
شوند آن امامت مشہورہ باشد والا غیر مشہورہ درین مقام
چند لطیفہ ایست کہ در ضمن چند نکتہ بیان باید کرد نکتۂ اول
امامت ظلِ رسالت ست بنائے آن بر اظہار ست نہ بر اخفا بخلاف سائر
اربابِ ولایت پس چنانکہ ادعائے منازل وجاہت و ادعائے مقامات ولایت و
بیان معاملات ربانی و کشف اسرار روحانی در حق ارباب ولایت
مظنۂ سلب و زوال ست ہمچنین در حق ایشان باعث
ترقی وکمال انچہ از قسم کلمات فخریہ ائمہ ہدیٰ سر برزند مثل
انچہ از حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ منقول ست

اور زیادتی رحمت اور شفقت میں یگانۂ عصر اور ابواب ہدایت
میں یکتائے دہر تھا اور ظہور ہدایت کی قلت و کثرت انکے
مرتبہ میں کسی طور پر خلل انداز نہوئی اور اس سبب سے کسی
طرح کے نقصان کا غبار انکے دامن پاک تک نہ پہنچا اور
کل منصب نبوت میں یکرنگ ہیں اور میزان عدالت میں
ہم سنگ ایسے ہی قیاس کرنا چاہیے کہ شان ائمہ بھی انتشار
ہدایت کی قلت و کثرت کے بارہ میں مختلف ہے حالانکہ
منصب امامت میں انکو باہم تماثل حاصل ہے کسی امام
سے ہدایت کا کم ظاہر ہونا منصب امامت میں درجہ
علو وکمال سے اُسکے سقوط یا انحطاط (گھٹنا) کا باعث نہیں ہوسکتا
یہی ائمہ اہل بیت ہیں کہ منجملہ انکے امام جعفر صادقؑ ہیں کہ
پیشوائے عالم ہیں اور رہنمائے بنی آدم اور منجملہ انکے جد امجد
آنجناب حضرت سجادؑ ہیں کہ سوائے چند اکابر اہل بیت کم
لوگ اُنسے مستفید ہوئے پس اس تفاوت اور فرق کے لحاظ
سے ایک کے واسطے منصب امامت کا ثابت کرنا اور
دوسرے سے اُسکا سلب کرنا ایسا ہے جیسا کہ جناب
حبیبؐ اور حضرت کلیمؑ کے واسطے تو نبوت کا اثبات ہو
اور حضرت لوط علیہ السلام سے اُسکا سلب ہو العیاذ باللہ
پس اس جگہہ سے امامت کی دو قسمیں ہوئیں ایک امامت
مشہورہ ہے دوسری غیر مشہورہ اس مقام میں چند لطیفے ہیں جو
چند نکتوں کے ضمن میں بیان کیے جاتے ہیں نکتۂ اول
امامت ظل رسالت ہے بنا اُسکا اظہار پر ہے نہ اخفا پر بخلاف
جملہ ارباب ولایت پس جس طور پر کہ منازل وجاہت کا دعویٰ
اور مقامات کا ادعا اور معاملات ربانی کا بیان اور اسرار
روحانی کا اظہار ارباب ولایت کے حق میں مظنۂ سلب و
زوال ہے ایسے ہی انکے حق میں باعث ترقی وکمال ہے
جو کچھ کہ ائمہ ہدیٰ کے کلمات فخریہ مشہور ہیں جیسے حضرت
امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ
أَنَا الْقُرْآنُ النَّاطِقُ وآنچہ از سید الشہداء در معرکہ کربلا
اشعار مفاخرت مروی ست وہمچنین از سائر ائمہ
اہل بیت وسیدی عبد القادر جیلانی رض ودیگر ائمہ ہدی
این کلمات را از قبیل تحدیث بنعمۃ اللہ وتشبث برحمۃ
اللہ باید شمرد نہ از جنس ہرزہ سرائی وخودستائی
بیت کار پاکان را قیاس از خود مگیر ، گرچہ ماند
در نوشتن شیر وشیر ، نکتہ ثانی امام نائب رسول
است آنچہ سنت اللہ در بندگان خود بواسطہ انبیاء
ورسل جاری فرمود ہمان سنت بواسطہ ائمہ ہم
جاری می فرماید واز آن جملہ اتمام حجت ست بہ بعثت
ایشان یعنی تا وقتے کہ بعثت رسول متحقق نمی شود و
جحود وانکار ایشان در اشقیا سر بر نمی زند انتقام
ملک علام بہ نسبت اہل معاصی واثام متحقق نمیگردد وقال اللہ
تبارک وتعالی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا
واین اتمام حجت بہ بعثت ائمہ ہم ثابت میگردد
قال اللہ تعالی وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ
الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ الخ القصۃ مراد ازین
قریہ انطاکیہ ست کہ حواریین حضرت روح اللہ بسوی
ایشان مبعوث شدہ بودند آخر الامر اہل انطاکیہ
با ایشان بجحود وانکار پیش آمدند ودر انتقام ملک علام
گرفتار گردیدند۔ وقال اللہ تعالی فیہم ایضا وَمَا أَنْزَلْنَا
عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا
مُنْزِلِينَ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ
پس این معنی بالیقین باید فہمید کہ چون در وقتے

(ترجمہ میں بڑا سچا ہوں میرے پیچھے نہیں کہیگا اسکو مگر
جھوٹا اور میری باتیں قرآن کے موافق ہیں) اور حضرت
سید الشہداء رض سے معرکہ کربلا میں اشعار فخریہ مروی ہیں اور
تمام ائمہ اہل بیت اور سیدی عبد القادر جیلانی رض اور دیگر ائمہ
ہدیٰ سے بھی اس قسم کے کلمات صادر ہوئے ہیں سو از قبیل
تحدیث بنعمۃ اللہ وتشبث برحمۃ اللہ معلوم کرنا چاہیے یعنی
اللہ تعالی کے اظہار نعمت اور تمسک برحمۃ پر ایسے کلموں کا
انکی زبان پر اجرا ہوتا ہے انکو ہرزہ سرائی اور خودستائی کی
جنس سے نہ خیال کرنا چاہئے۔ بیت کار پاکاں را قیاس از
خود مگیر ، گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر ، نکتہ ثانی امام نائب
رسول ہے جو کچھ طریقہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں انبیا
اور رسولوں کے واسطے سے جاری فرمایا اسی طریقہ کو اماموں
کے واسطے سے بھی جاری فرماتا ہے اور از انجملہ انکے بعثت کے
ساتھ اتمام حجت ہے یعنی تا وقتیکہ بعثت رسول متحقق نہیں ہوتی
ہے اور یہ جحود اور انکار انکا بدبختوں میں ظاہر نہیں ہوتا ہے اللہ تعالی
ملک علام کا انتقام اہل معاصی اور آثام کی نسبت ثابت
نہیں ہوتا ہے فرمایا اللہ تبارک وتعالی نے (ترجمہ ہم عذاب
نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیجیں) اور یہ اتمام حجت
اماموں کی بعثت کے ساتھ بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ اللہ
تعالی فرماتا ہے (ترجمہ اور انکو مثال سنا گاؤں والوں کی
جب آئے انکے پاس رسول۔ آخر قصہ تک) مراد اس قریہ
سے انطاکیہ ہے کہ حواریین حضرت روح اللہ انکی طرف مبعوث
ہوئی تھی اور آخر الامر اہل انطاکیہ انکے ساتھ جحود اور انکار
سے پیش آئے اور حضرت ملک علام کے انتقام میں گرفتار
ہوئے اور اللہ تعالی نے اسکے بارہ میں یہی فرمایا (ترجمہ
اور نہیں اتاری اسکی قوم پر اسکے بعد آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا
اور نہ اتاریں۔ نہیں ہے وہ مگر ایک آواز پس وہ بجھے ہوئے
ہیں۔) پس یہ معنے بالیقین سمجھنے چاہیے کہ جو منجملہ اوقات

از اوقات امام تام گردید دعوت او بر منصۂ ظہور
رسید لابد حجۃ اللہ بر جمیع اہلِ معصیت و فساد تمام
شد و وقت انتقام الٰہی از ایشان در رسید پس
گویا کہ معاصی و آثار بمعارضہ و مقابلہ امام بانتقام
می رسد و لاریب بسر حد انتقام می کشد و از ان جملہ مامور
شدن عباد است بتفحص ایشان و طلب معرفت
ایشان قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ
وابتغوا الیہ الوسیلۃ و مراد از وسیلہ شخصے است کہ
اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔ کما قال اللہ تعالیٰ
اولٰئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ
ایھم اقرب و اقرب الی اللہ باعتبار منزلت
اول رسول است بعد از ان امام کہ نائب است او
قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان احب الناس الی
اللہ یوم القیمۃ واقربھم مجلسا امام عادل قال النبی
علیہ السلام من لم یعرف امام زمانہ
فقد مات میتۃ جاھلیۃ و از ان جملہ ایفاے
بعض مواعید است کہ حق جل و علا رسول خود
را بآن موعود فرمودہ پس بعض از ان را بدست
پیغمبر مرتبۂ ایفا رسانیدہ و بعضے دیگر را از دست نائبانش
تمام گردانید کما قال اللہ تعالیٰ ھو الذی ارسل رسولہ
بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و ظاہر است کہ ابتداے
ظہور دین در زمان پیغمبر صلعم بوقوع آمدہ و اتمام آن بدست حضرت
مہدی واقع خواہد گردید و ہمچنین است ہلاک کسریٰ و قیصر و
تملک خزائن ایشان کہ آنجناب بآن موعود شدہ بودند
و ظہور آن از دست خلفاے راشدین واقع گردیدہ و از انجملہ

کسی وقت میں امام قائم ہوا اور دعا اُسکی منصۂ ظہور پر پہنچی لابد
حجتِ خدا تمام اہلِ معصیت اور جملہ اہلِ فساد پر تمام ہوئی اور وقت
انتقامِ الٰہی پہنچا پس گویا کہ معاصی اور گناہ امام کے معارضہ
اور مقابلہ کی وجہ سے کامل ہوتے ہیں اور لاریب سرحدِ
انتقام کی طرف کھینچتے ہیں اور از انجملہ اُنکی تلاش اور اُن کی
معرفت کی طلب میں بندوں کے مامور ہونا ہے۔ فرمایا
اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو
اور اُسکی طرف وسیلہ تلاش کرو) اور مراد وسیلہ سے وہ شخص ہے
کہ مرتبے میں اقرب الی اللہ ہو۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ یہی لوگ ہیں کہ پکارتے ہیں تلاش کرتے ہیں اپنے
پروردگار کے پاس سے کون زیادہ اُن کا قریب ہے)
اور اقرب الی اللہ باعتبار منزلت اول رسول ہے بعد
ازاں امام کہ نائب اُسکا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ لوگوں میں زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو قیامت میں
اور بہت نزدیک بیٹھنے والا امام منصف ہے) فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جسنے اپنے زمانہ کے امام
کو نہ پہچانا مرا موت جہالت کی) اور از انجملہ بعض وعدوں کا
ایفا اور پورا کرنا ہے کہ جناب باری نے اپنے رسول کو اُسکے
ساتھ موعود فرمایا پس بعض کو اُنمیں سے پیغمبر کے ہاتھ سے
پورا کرایا اور بعض کو اُسکے نائبوں کے ہاتھ سے مرتبہ ایفا پہ
پہنچایا چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ وہ وہ ذات ہے جسنے
بھیجا رسول اپنا ہدایت اور دین حق لیکر تو کہ غلبہ دیوے
سب دینوں پر) اور ظاہر ہے کہ ابتداے ظہور دین زمانہ پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم میں واقع ہوا اور اتمام اُسکا حضرت مہدی
علیہ السلام کے ہاتھ سے وقوع میں آئیگا اور ایسے ہی کسریٰ اور
قیصر کا ہلاک ہونا اور اُنکے خزانوں کا مالک ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسکا وعدہ فرمایا تھا اور
ظہور اُسکا خلفاء راشدین کے ہاتھ سے واقع ہوا اور از انجملہ

اتمام امرست کہ رسول بآن مامور شدہ بود و ادائے آن از
امام صورت بست. قال اللہ تعالیٰ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۝ وظاہرست کہ تبلیغ رسالت
بنسبت جمیع ناس از آنجناب متحقق نگشتہ بلکہ امر دعوت
از آنجناب شروع گردیدہ یوماً فیوماً بواسطہ خلفائے راشدین
و آئمہ مہدئین رو بہ تزاید کشید تا اینکہ بواسطہ امام مہدی
باتمام خواہد رسید و ہمین نیابت را در امور مذکورۃ الصدر و
وصایہ می نامند یعنی چنانکہ وصی در طلب و ادائے حقوق قائم
مقام میت میباشد ہمچنین امام قائم مقام پیغمبرست در
معاملاتے کہ درمیان خدا و رسول او منعقد گردیدہ و از ان
جملہ ست ثبوت ریاست یعنی چنانکہ انبیاء اللہ را بنسبت
اُمت خود یک نوعے از ریاست ثابت ست کہ بملاحظہ
ہمان ریاست ایشان را امت این رسول میگویند و
این رسول را رسول این اُمت و در بسیارے از امور
دنیویہ ہم تصرف رسول در ایشان جاری ست. کما
قال اللہ تعالیٰ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ
اَنْفُسِهِمْ و در مقدمات اُخرویہ ہم ولایت او ثابت
قال اللہ تعالیٰ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ
وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ ہمچنین امام را
ہم در دنیا و آخرت مثل این ریاست بنسبت مبعوث الیہم ثابت ست
قال النبی صلعم اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ
اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ
مَوْلَاهُ وقال اللہ تعالیٰ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ
وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ ۝ قال النبی صلعم اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ
عَنْ وِلَايَةِ عَلِیٍّ **نکتہ ثالث** امام بمنزلہ فرزند سعادتمند رسول ست

اتمام امر ہے کہ رسول اُسکے ساتھ مامور ہوئے تھے اور اُسکا
ادا ہونا امام سے ظاہر ہوا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہدے
تو اے لوگو میں اللہ تعالیٰ کا رسول تم سب کی طرف آیا ہوں)
اور ظاہر ہے کہ تبلیغ رسالت بہ نسبت جمیع مردماں آنجناب سے
متحقق نہوئی بلکہ امر دعوت آنجناب سے شروع ہوا اور یوماً
فیوماً خلفاء راشدین اور ائمہ مہدیین کے واسطے سے اتمام کو پہنچیگا
اور ایسی نیابت کو امور مذکورۃ الصدر میں وصایا کہتے ہیں
یعنی جیسے کہ وصی طلب اور ادائے حقوق میں میت کے
قائم مقام ہوتا ہے ایسے ہی امام اُن معاملات میں کہ درمیان
خدا اور اُسکے رسول کے منعقد ہوئے قائم مقام پیغمبر کے ہے
اور از انجملہ ثبوت ریاست ہے یعنی جیسا کہ انبیاء اللہ کو
اپنی امت کی نسبت ایک نوع کی ریاست ثابت ہے اُسی
ریاست کے ملاحظہ سے اُنکو اُمت اس رسول کی کہتے ہیں
اور اس رسول کو اس اُمت کا رسول بولتے ہیں اور بہت سے
اُمور دنیویہ میں بھی تصرف رسول کا اُن میں جاری ہے۔ چنانچہ
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ نبی بہتر ہے ساتھ ایمان والوں کے
اُنکی جانوں سے) اور مقدمات اخرویہ میں بھی ولایت اُسکی
ثابت ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ پھر کیونکہ ہو جب
ہر ایک اُمت سے ایک گواہ کھڑا کریں اور تجھکو اُنپر گواہی
دینے والا) ایسے ہی دنیا اور آخرت میں امام کے واسطے بھی
ایسی ریاست بہ نسبت مبعوث الیہم ثابت ہے۔ فرمایا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کیا تمکو معلوم نہیں کہ میں مومنین
کی جانوں سے بہتر ہوں کہا کیوں نہیں پھر فرمایا اے اللہ
میں جسکا ولی ہوں علیؑ بھی اُسکا ولی ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ اور جسدن بلاوینگے ہم سب کو اُنکے اماموں کے ساتھ
اور کھڑا کرو اُنکو اُنسے دریافت ہوگا) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ دریافت ہوگا حضرت علیؑ کی ولایت کی بابت)
نکتہ ثالث امام بمنزلہ فرزند سعادتمند رسول ہے۔

وسائر اکابر امت واعاظم ملت بمنزلہ ملازمان خدمتگزار اند و
فدویان جان نثار پس چنانکہ تمام اکابر سلطنت و ارکان مملکت را
تعظیم شاہزادہ والاقدر ضرورست و توسل باو واجب ہوا و ازو
خود باو علامت نمکحرامی ست و اظہار مفاخرت برو امارت
بدانجامی ہمچنین تواضع و تذلل ہر صاحب کمال بحضور او باعث
سعادت دارین ست و شمردن علم وکمال خود روبروے او جاے
شقاوت نشان بیگانگی باو بیگانگی ست با رسول و بیگانگی ازو
بیگانگی ست از رسول خصوصا درین مقام کہ منصب نیابت
پیغمبر ہم از جانب حکیم علی الاطلاق باو مفوض گردید پس حالش
در ضمن این تمثیل باید فہمید کہ از مقربان بادشاہی امیرے
باشد بغایت جلیل القدر مقرب و رسیان حضار دربار مامور
بر خدمات عمدہ قائم بر مناصب عالیہ و او را فرزندے باشد بغایت
سعید شائستہ حضور بادشاہے و قابل تفویض خدمات و لیاقت و ہنر
پدر خود و ہمراہ پدر خود آمدورفت ببارگاہ بادشاہی میدارد و عزت
و اعتبار در نگاہ بادشاہ و در حضار آن بارگاہ بادشاہی بحدے بدست
آوردہ کہ منصب نیابت پدر خود باو از حضور سلطانی مفوض گردیدہ
پس اگر کسے از رفقاے پدر او با او راہ مساوات خواہد پیمود و در
منصب خود و در مقابلہ او تفاخر خواہد نمود ہم نمکحرامی بنسبت آقاے خود
کہ آن امیر کبیر ست باو عائد خواہد شد و ہم عتاب سلطانی برو متوجہ
خواہد گردید ہمچنین سرکشی و روتابی از امام وقت گستاخی ست
بنسبت او و مساوات او ست بنسبت رسول و اعتراض
خفی ست بر حکیم علی الاطلاق کہ این چنین شخص ناقص را
منصب نیابت آنچنان شخص کامل عطا فرمود و بالجملہ تقرب
الی اللہ بترک توسل ایشان خیالیست پر اختلال و وہمیست سراسر
باطل و محال ہیہات ہیہات عنایات حق و خاصان حق و

اور تمام بزرگان ملت اُمت بمنزلہ ملازمان خدمتگزار اور فدویان
جاں نثار ہیں پس جس طور پر کہ تمام اکابر سلطنت اور ارکان مملکت کو
تعظیم شاہزادہ والاقدر کی ضروری ہے اور توسل اُسکے ساتھ
واجب ہے اور اُسکے ساتھ مقابلہ نمک حرامی کی علامت ہے
اور اُسپر اظہار مفاخرت بدانجامی کی نشانی ہے ایسی ہی تواضع
اور تذلل ہر صاحب کمال کے حضور میں باعث سعادت دارین ہے
اور اُسکے روبرو اپنے علم وکمال کا گننا باعث شقاوت نشانی ہے
اور اُسکی بیگانگی رسول کی بیگانگی ہے اور اُس سے بیگانگی
رسول کی بیگانگی ہے خصوصاً اس مقام میں کہ پیغمبر کی نیابت کا
منصب بھی اللہ تعالی کی طرف سے اُسکو عطا ہوا سو حال اُس کا
اس تمثیل کے ضمن میں سمجھنا چاہیے کہ ایک بادشاہ کے مقربان
بارگاہ سے کوئی امیر جلیل القدر ہو کہ خدمات عمدہ پر مامور ہو اور
اُسکا کوئی فرزند سعید ہو اور حضور بادشاہی کے لائق ہو اور
تفویض خدمات کے قابل ہو لیاقت اور ہنر میں اپنے باپ کے
مشابہ ہو اور اپنے باپ کے ہمراہ بارگاہ بادشاہی میں آمدورفت
رکھے اور عزت و اعتبار نگاہ بادشاہ اور حضار بارگاہ میں
اس درجہ حاصل کیا کہ باپ کی نیابت کا منصب اُسکو
حضور سلطانی سے عطا ہوا پس اگر کوئی شخص اُسکے باپ کے
رفیقوں میں سے اُسکے ساتھ راہ مساوات اختیار کرے اور
اُسکے مقابلہ میں تفاخر چاہے البتہ اُسکے آقا کی نسبت کہ وہ
امیر کبیر ہے نمکحرامی اُسکی طرف عائد ہوگی اور عتاب سلطانی کا
بھی مستوجب ہوگا ایسی ہی سرکشی اور روگردانی امام وقت
سے گستاخی ہے بہ نسبت اُسکے اور مساوات اُسکی ہے بہ نسبت
رسول کے اور اعتراض مخفی ہے حکیم علی الاطلاق پر کہ
ایسے ناقص شخص کو ایسے کامل شخص کی نیابت کا منصب
عطا فرمایا۔ حاصل کلام تقرب الی اللہ انکے توسل کے ترک
کرنے کی صورت میں ایک خیال ہے پر اختلال اور ایک وہم
سراسر باطل اور محال ہیہات ہے عنایات حق و خاصان حق سے

ملک باشد سیہ گردد ورق ۱۲ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حُبُّ عَلِيٍّ حَسَنَةٌ لَا تَضُرُّ مَعَهَا سَيِّئَةٌ وَبُغْضُ عَلِيٍّ سَيِّئَةٌ
لَا تَنْفَعُ مَعَهَا حَسَنَةٌ وقال علیہ السلام اَلَا إِنَّ مَثَلَ
اَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَى
وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ ✦ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَسَائِرَ
الْمُسْلِمِينَ حُبَّ اَهْلِ الْبَيْتِ وَاتِّبَاعَهُمْ بَلْ حُبَّ جَمِيعِ
اَئِمَّةِ الْهُدٰى وَاتِّبَاعَهُمْ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ **تنبیہ
ثالث در ذکرِ امامتِ تامّہ** وآن را خلافتِ
راشدہ وخلافت علی منہاج النبوت وخلافتِ رحمت
نیز گویند باید دانست کہ چون چراغِ امامت در شیشۂ
خلافت جلوہ گر گردید نعمتِ ربانی در بابِ پرورشِ نوعِ
انسانی با تمام رسید و کمالِ روحانی با کمالِ این رحمتِ
رحمانی بمشابہ نورٌ علیٰ نور بسانِ آفتابِ درخشید ہر چند بقیامِ
خلافتِ راشدہ از جانبِ حق نعمت و رحمت تمام و کامل
گردید فامّا گاہے سعادتِ اہلِ زمان اقتضا می نماید کہ جماہیر
اہلِ اسلام بر قبولِ خلافتِ راشدہ اتفاق نمایند و بجان و دل
حکومتِ خلیفہ راشد اختیار کنند امرِ خلافتِ ربانی انتظام
میگیرد و مقدمہ سیاستِ ایمانی بخوبی سر انجام می پذیرد
وآن را خلافتِ منتظمہ میگویند و در بعضے احیان بحسبِ
تقدیرِ ربانی و قضائے آسمانی ہر چند خلیفہ راشد بر روے
کار می آید و در بابِ اقامتِ خلافت سعی بلیغ بجا می آرد
فامّا اتفاقِ جماہیرِ مسلمین صورت نہ بندد و انتظام
کافہ امت دست ندہد پس درین صورت اگرچہ
خلیفہ راشد موجود ست و در اقامتِ خلافت ساعی
فامّا انتظامِ خلافت بوقوع نیامدہ آن را خلافت

گر ملک باشد سیہ گردد ورق ۱۲ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ علیؑ کی دوستی نیکی ہے نہ نقصان کرے ساتھ اُسکے
گناہ اور علیؑ کی دشمنی ایک گناہ ہے نہ فائدہ کرے ساتھ اُسکے
کوئی نیکی) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خبردار ہو کہ
میری اہلِ بیت تمھارے واسطے مثل کشتی نوحؑ کی ہین جو سوار
ہوا بچا اور جو رہگیا ہلاک ہوا۔ نصیب کرے ہمکو اور تمام
مسلمانوں کو محبت اہل بیت کی بلکہ تابعداری اُنکے کی بلکہ
محبت تمام ائمہ مہدیین کی۔ ایسا ہی ہوائے پروردگار جہان
والوں کے) **تنبیہ ثالث ذکرِ امامتِ تامّہ میں**
اور اُسکو خلافتِ راشدہ اور خلافت علی منہاج النبوت اور
خلافتِ رحمت بھی کہتے ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ جو چراغ
امامت شیشۂ خلافت میں جلوہ گر ہوا نعمت ربانی کا
در باب پرورش نوع انسانی ہر ایک کے دل میں اثر ہوا ا
کمال روحانی اس رحمتِ رحمانی کے کمال کے ساتھ
نورٌ علیٰ نور بسانِ آفتاب درخشاں ہوا ہر چند خلافتِ
راشدہ کی قیام سے جانب حق سے نعمت اور رحمت تما
اور کامل ہوئی لیکن کبھی زمانے والوں کی سعادت اس
بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جملہ اہل اسلام قبول خلافت راشد
پر اتفاق کریں اور جان و دل سے خلیفہ راشد کی حکومت
اختیار کریں اُس وقت امر خلافت ربانی کا پورا انتظا
ہوتا ہے اور سیاستِ ایمانی کے مقدمہ کا بخوبی سر انجا
ہوتا ہے اور اسکو خلافت منتظمہ کہتے ہیں اور بعض او قا
میں بحسبِ تقدیر ربانی و قضائے آسمانی ہر چند خلیفہ را
ظہور فرماتا ہے اور در بارۂ اقامتِ خلافت کمال کوشش
بجالاتا ہے لیکن تمام مسلمانوں کے اتفاق کی صورت ظہ
میں نہ آئے اور جمیع اُمت کا انتظام جلوہ نہ دکھائے بس اس صو
میں اگرچہ خلیفہ راشد موجود ہے اور اقامت خلافت میں
ساعی لیکن انتظام خلافت وقوع میں نہ آئے اُسکو خلاف

غیر منتظمہ میگویند پس خلافت راشدہ دو قسم شد خلافت منتظمہ مثل خلافت خلفاء ثلثہ و خلافت غیر منتظمہ مثل خلافت مرتضی علی علیہ السلام اما خلافت غیر منتظمہ پس این انتشارِ امرِ خلافت باوجود خلیفہ راشد مشابہ قلتِ ظہور ہدایت رسول ست مثل حضرت نوح علیہ السلام پس چنانچہ قلت ظہور ہدایت ہیچگونہ غبارِ منقصت وامانِ پاکِ حضرت نوح را نمی آلاید ہمچنین عدمِ انتظامِ خلافت ہیچ وجہ نقصانے بخلیفہ راشد نمی رساند پس خلافت غیر منتظمہ را اگر باعتبار وجود خلیفہ راشد ملاحظہ کنیم باید کہ بگوئیم کہ خلافتِ راشدہ متحقق ست و اگر باعتبارِ عدمِ انتظام و تفرق اہلِ اسلام ملاحظہ کنیم باید کہ بگوئیم کہ متحقق نیست پس انچہ در حدیث شریف آمدہ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ آن بملاحظہ اعتبار اول ست و انچہ بعضے از احادیث بر اختتامِ خلافت بر حضرت ذی النورین دلالت میکنند نظر باعتبار ثانی چنانکہ ابو بکر ثقفی روایت کردہ انّ رجلاً قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَأَیْتُ کَأَنَّ مِیْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَ اَبُوْبَکْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْبَکْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ فَاسْتَاءَ لَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم یَعْنِیْ فَسَاءَہٗ ذٰلِکَ فَقَالَ خِلَافَۃُ نُبُوَّۃٍ ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰہُ الْمُلْکَ مَنْ یَّشَاءُ وقال رسول اللہ صلعم اُرِیَ اللَّیْلَۃَ رَجُلٌ صَالِحٌ کَاَنَّ اَبَابَکْرٍ نِیْطَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنِیْطَ عُمَرُ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَنِیْطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ

غیر منتظمہ کہتے ہیں پس خلافت راشدہ کی دو قسم ہوئیں ایک خلافت منتظمہ مثل خلافت خلفائے ثلثہ دوسری خلافت غیر منتظمہ مثل خلافت مرتضی علی علیہ السلام یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خلافت غیر منتظمہ میں انتشار امر خلافت باوجود خلیفہ راشد مشابہ بہ قلت ظہور ہدایت رسول ہے مثل حضرت نوح علیہ السلام پس جس طور پر کہ قلت ظہور ہدایت سے حضرت نوح علیہ السلام کا دامان پاک غبار آلودہ نقصان نہیں ہوتا ہے اسی طور پر عدم انتظام خلافت سے کسی وجہ پر خلیفہ راشد کا مجموعہ عزت و جاہ پریشان نہیں ہوتا ہے پس خلافت غیر منتظمہ کو اگر باعتبار وجود خلیفہ راشد ملاحظہ کریں ہمکو کہنا چاہیے کہ خلافت راشدہ متحقق ہے اور اگر ہم باعتبار عدم انتظام و تفرق اہل اسلام معائنہ کریں ہم کہیں کہ متحقق نہیں پس جو کچھ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ (ترجمہ خلافت میرے بعد تیس برس رہیگی) وہ بملاحظہ اعتبار اول ہے اور وہ احادیث کہ اختتام خلافت ذی النورین پر دلالت کرتی ہیں بنظر اعتبار ثانی ہیں چنانچہ ابو بکر ثقفی نے روایت کی ہے (ترجمہ ایک آدمی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ خواب میں دیکھا میں نے کہ آسمان سے ترازو اتری ہے آپ کو اور ابوبکر کو تولا تو آپ بھاری ہوئے اور ابوبکر و عمر تلے تو ابوبکر بھاری ہوئے اور عمر و عثمان تلے تو عمر بھاری ہوئے پھر ترازو چلی گئی۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ناخوشی حاصل ہوئی پس فرمایا یہ خلافت نبوت ہے پھر دیگا اللہ تعالی ملک جس شخص کو کہ چاہیگا) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خواب دیکھا ایک نیک آدمی نے گویا کہ ابوبکر والی ہوئے رسول اللہ کے اور والی ہوئے عمر ابوبکر کے اور والی ہوئے عثمان عمر کے۔ کہا جابر نے جب ہم کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے کہا ہم نے لیکن نیک آدمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما نوط بعضهم
بعض فهمو فلاة الامر الذی بعث اللہ بہ نبیہ صلعم
اما خلافت منتظمہ پس گاہے انتظام آن بکمال می رسد
بحیثیکہ عظمت خلیفہ راشد در زمان خلافت او مسلم طوائف
انام باشد و زبان ہر خاص و عام ہیچکس را از تسلط او رنجے
و ملالے بہم نرسد و نہ کسے را در لیاقت او قیل و قال و این را
خلافت محفوظہ میگوییم و گاہے بعضے اہل زمان از تسلط
خلیفہ راشد رنجے میکشند و زبان طعن و ملامت بدو میکشایند
اما بحفاظت ربانی و تائید آسمانی رد و قدح ایشان تا بسرحد
بغی و خروج نمیرسد و ملال قلبی ایشان تا بخلع بیعت نمیکشد و
انتظام خلافت بظاہر حسب مرضی خلیفہ راشد میرود اگرچہ
احکام او بر قلوب بعضے از اہل زمان گران میگذرد و آن را
خلافت مفتونہ میگوییم پس خلافت منتظمہ ہم دو قسم شد محفوظہ مثل
خلافت شیخین و مفتونہ مثل خلافت ذی النورین اما خلافت
محفوظہ پس ہمون ست نعمت عظمی و غنیمت کبری در حق
جمہور بنی آدم بلکہ دربارہ تمامی عالم پس خلافت راشدہ درین
صورت من کل الوجوہ متحقق ست ہم باعتبار وجود خلیفہ
راشد و ہم باعتبار ظاہر انتظام اہل امت و ملت و ہم باعتبار
اذعان و اطمینان اہل زمان و اذعان کافہ اقران و اخوان اما
خلافت مفتونہ پس ہر چند باعتبار وجود خلیفہ راشد و جریان
ظاہر انتظام درمیان طوائف انام بلا ریب موجود ست فاما باعتبار
فقدان اطمینان قلبی اہل زمان حکما مفقود بنا بر علیہ در
بعضے احادیث اشارتے باتمام خلافت بر زمان فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ وارد شدہ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بینا انا نائم رأیتنی علی قلیب علیها دلو فنزعت منها

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور متعلق ہونا بعض کا
بعض کے ساتھ پس وہ والی ہونا ہے کام کا جو کہ بھیجا اللہ تعالیٰ
نے ساتھ اسکے اپنے نبی صلعم کو وہ یہی خلافت منتظمہ سو کبھی اُس کا
انتظام ایسے وجہ پر کمال کو پہنچتا ہے کہ خلیفہ راشد کی عظمت
اسکی عظمت اسکے زمانہ خلافت میں تمام اہل زمانہ تسلیم کریں
اور سب اسکی بڑائی کا دم بھریں کسی کو اسکی تسلط سے رنج و
ملال اور نہ کسی کو اسکی لیاقت میں قیل و قال کی گنجائش ہو
اسکو ہم خلافت محفوظہ کہتے ہیں اور کبھی بعض اہل زمان خلیفہ
راشد کے تسلط سے رنج کھینچتے ہیں اور زبان طعن و ملامت
دراز کرتے ہیں لیکن بحفاظت ربانی و تائید آسمانی اُن کا
ردّ و قدح سرحد بغاوت اور خروج تک نہیں پہنچتا اور انکا
ملال قلبی خلع بیعت تک نہیں کھنچتا اور انتظام خلافت
بظاہر حسب مرضی خلیفہ راشد ہوتا ہے اگرچہ اُسکے احکام بعض
اہل زمان کے دلوں پر گراں گزرتے ہیں اور اسکو ہم خلافت
مفتونہ کہتے ہیں پس اس اعتبار سے خلافت منتظمہ کی بھی دو
قسمیں ہوئیں ایک محفوظہ مثل خلافت شیخین دوسری مفتونہ
مثل خلافت ذی النورین لیکن خلافت محفوظہ جملہ بنی آدم
اور تمامی عالم کے حق میں نعمت عظمی اور غنیمت کبری ہے
پس خلافت راشدہ اس صورت میں من کل الوجوہ یعنی
باعتبار وجود خلیفہ راشد اور باعتبار ظاہر انتظام اہل امت
ملت اور باعتبار اذعان و اطمینان اہل زمان اور باعتبار
ایقان جملہ اقران و اخوان متحقق ہوتی ہے اما خلافت مفتونہ
پس ہر چند باعتبار وجود خلیفہ راشد اور بحسب ظاہر انتظام
بلا ریب موجود ہے لیکن باعتبار فقدان اطمینان قلبی حکما مفقود
نظر برآں بعض احادیث میں تمام خلافت کے بارہ میں
ایک قسم کا اشارہ حضرت فاروق اعظم کی زبان پر وارد ہوا
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ) ایک وقت سوتے میں
میں نے دیکھا کہ میں کنوئیں پر ہوں اور اُس پر ڈول ہے پس میں نے کھینچا اس سے

مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا
ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ وَفِیْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهٗ
ضَعْفَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ یَدِ اَبِیْ بَکْرٍ
فَاسْتَحَالَتْ فِیْ یَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِیْ فَرِیَّهٗ
حَتّٰی رَوِیَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ تفاضل
درمیان خلفاء راشدین باعتبار انتظام وانتشار امر خلافت
عارضی ست نه از اصل کمال خلافت بمثابه
تفاضل انبیاء مرسلین باعتبار قلت وکثرت ہدایت
که آن ہم تفاضل عارضی ست نه از اصل منصب رسالت
ودرین مقام چند لطیفه ایست متعلق باحکام مطلق خلیفه
راشد که آن را در ضمن چند نکته بیان میکنیم نکته اولی
خلیفه راشد عبارت ست از شخصے که صاحب منصب
امامت باشد وابواب سیاست ایمانی ازو ظاہر شود
پس ہر که باین منصب رسید ہمان ست خلیفه راشد
خواه در زمان سابق ظاہر شود خواه در زمان لاحق خواه
در اوائل امت باشد خواه در اواخر آن خواه فاطمی
الحسب باشد خواه ہاشمی النسب خواه قصوی الاصل
باشد خواه قریشی النسل این لفظ خلیفه راشد بمنزله لفظ
خلیل الله یا کلیم الله وروح الله وحبیب الله وصدیق
اکبرؓ وفاروق اعظمؓ وذو النورینؓ ومرتضیٰؓ ومجتبیٰؓ وسید الشہداءؓ
وامثال ذلک تصور نباید کرد که ہر یک ازان لقب ست
خاص که بذات بزرگی از بزرگان دین اختصاص میدارد
از اطلاق آن لقب ذات ہمان بزرگ مفہوم میشود
ہمچنین گمان نکند که لفظ خلفاء راشدین ہم
بذات خلفائے اربعه اختصاص میدارد

جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر لے لیا اسکو مجھ سے ابوبکرؓ
بس کھینچے دو ڈول یا ایک ڈول اور اسکے کھینچنے میں ضعف ہے
اور اللہ تعالیٰ رحم کرے انکے حال پر اسکو انکے ہاتھ سے عمرؓ
نے لے لیا اور اسکے ہاتھ میں اچھا معلوم ہوتا تھا پس نہیں
دیکھا میں نے کسی کو کہ کھینچے اسکا سا کھینچنا سیر کر دیا لوگوں کو
اور خوب خوش ہوے) تفاضل اور زیادتی خلفاء راشدینؓ
کے درمیان امر خلافت کے انتظام اور انتشار کی اعتبار
سے عارضی ہے اصل کمال خلافت سے اسکو تعلق نہیں
اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسا انبیاء مرسلینؑ کا تفاضل
باعتبار قلت وکثرت ہدایت ہے کہ وہ بھی تفاضل
عارضی ہے اصل منصب رسالت سے نہیں اس مقام
میں چند لطیفے ہیں کہ جنکا تعلق احکام مطلق خلیفہ راشد
کے ساتھ ہے جنکو چند نکتے کے ضمن میں ہم بیان کرتے ہیں
نکتہ اولی خلیفہ راشد اس شخص کو کہتے ہیں جو صاحب
منصب امامت ہو اور سیاست ایمانی کے معاملات
اس سے ظاہر ہوں سو جس کسی کو یہ منصب عنایت ہوا
وہی خلیفہ راشد ہے خواہ زمانہ سابق میں ظاہر ہوئی خواہ
زمانہ لاحق میں خواہ اوائل امت میں ہو خواہ اواخر میں
خواہ فاطمی الحسب ہو خواہ ہاشمی النسب خواہ قصوے
الاصل ہو۔ خواہ قریشی النسل اس لفظ خلیفہ کو بمنزلہ
لفظ خلیل اللہ یا کلیم اللہ اور روح اللہ اور حبیب اللہ
اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اور ذو النورینؓ اور مرتضیٰؓ
اور مجتبیٰؓ اور سید الشہداءؓ وغیرہ تصور نکرنا چاہیے کہ ہر
ایک کا ان میں سے ایک لقب خاص ہے کہ بزرگان
دین میں سے ایک بزرگ کی ذات کی خصوصیت رکھتا
اس لقب کے اطلاق سے اسی بزرگ کی ذات سمجھی
جاتی ہے اور یہ بھی نہ خیال کرنا چاہیے کہ لفظ خلفاء
راشدین خلفاء اربعہ ہی کی ذات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے

از اطلاق این لفظ ذات ہمون بزرگان مفہوم میگردد حاشا وکلا بلکہ این لقب را بمنزلہ ولی اللہ ومجتہد وعالم وعابد وزاہد وفقیہ ومحدث ومتکلم وحافظ وبادشاہ وامیر ووزیر تصور باید کرد کہ ہر یکے ازان بر صفتے خاص دلالت میکند ہر کہ بآن صفت متصف باشد وبرآن منصب قائم ہمون ست ملقب بآن لقب پس چنانکہ گاہے گاہے موجے از دریاے رحمت سر می برآرد وامام را از ائمہ ہدیٰ بر روے کار می آرد ہمچنین گاہے نعمت اللہ بکمال میرسد وامامے را بر تخت خلافت جلوہ گر میکند پس ہمون امام خلیفہ راشد آن زمان ست وآنچہ در حدیث شریف وارد شدہ کہ زمانہ خلافت راشدہ بعد وفات رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام بقدر سی سال ست بعد ازان زمانہ سلطنت پس مراد ازان این ست کہ خلافت راشدہ علی سبیل الاتصال والتواتر بقدر سی سال خواہد ماند نہ آنکہ تا قیام قیامت زمانہ خلافت ہمین قدر ست وبس بلکہ مدلول حدیث مذکور ہمین ست کہ خلافت راشدہ بانقضاے سی سال منقطع خواہد گردید نہ آنکہ بعد انقطاع الی ابد الآباد عود نخواہد کرد بلکہ حدیثے دیگر بر عود خلافت راشدہ بعد انقطاع ان دلالت میدارد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ ونیز ظاہر ست کہ خلافت حضرت مہدی علیہ السلام افضل انواع خلافت راشدہ ست یعنی خلافت منتظمہ محفوظہ چہ در وصف ایشان وارد شدہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس لفظ کے بولنے سے اُنھیں کی ذات مفہوم ہوتی ہے حاشا وکلا بلکہ اس لقب کو بمنزلہ ولی اللہ ومجتہد وعالم وعابد وزاہد وفقیہ ومحدث ومتکلم وحافظ وبادشاہ وامیر ووزیر سمجھنا چاہیے کہ جو کوئی ان صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو اور ان مناصب میں سے کسی منصب پر قائم ہو وہی اُسی لقب کے ساتھ ملقب ہو پس جس طور پر کہ کبھی کبھی ایک موج دریاے رحمت سے جوش میں آتی ہے اور کسی امام کو ائمہ ہدیٰ سے ظاہر لاتی ہے ایسی ہی کبھی جناب باری کی نعمت جلوۂ کمال دکھاتی ہے اور ایک امام کو تخت خلافت پر بٹھاتی ہے سو وہی اُس زمانے کا خلیفہ راشد ہے اور وہ مضمون کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ زمانۂ خلافت راشدہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد بقدر تیس سال ہے اور اُسکے بعد زمانۂ سلطنت ہے سو مراد اُس سے یہ ہے کہ خلافت راشدہ علی سبیل الاتصال والتواتر بقدر تیس سال رہیگی نہ یہ کہ تا قیام قیامت زمانۂ خلافت راشدہ اسی قدر ہے اور بس بلکہ مدلول حدیث مذکور یہی ہے کہ خلافت راشدہ بانقضاے تیس سال منقطع ہوگی نہ یہ کہ بعد انقطاع الی ابد الآباد عود نہ کریگی بلکہ دوسری حدیث عود خلافت راشدہ پر بعد انقطاع دلالت کرتی ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ رہیگی نبوت تم میں جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اُٹھا لیگا اُسکو اللہ پھر ہوگی خلافت نبوت کے طریق پر جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اُٹھا لیگا اللہ تعالیٰ پھر ہوگی بادشاہی پس رہیگی جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اُٹھا لیگا اُسکو اللہ تعالیٰ پھر بادشاہی بادلی کی ہوگی اور رہیگی جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اُٹھا لیگا اُسکو اللہ تعالیٰ پھر ہوگی خلافت اوپر طریق نبوت کے پھر آپ چپ ہو رہے) اور ظاہر ہے کہ خلافت حضرت مہدی علیہ السلام افضل انواع خلافت راشدہ ہے یعنی خلافت منتظمہ محفوظہ کیونکہ اُنکے وصف میں وارد ہوا ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى
يَبْعَثَ اللّٰهُ فِيْهِ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِيْ
وَاسْمُ اَبِيْهِ اسْمَ اَبِيْ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا
مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا ونیز وارد شدہ. قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اَتَاهُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ
اَهْلِ الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُوْنَهٗ ونیز وارد شدہ وَ
يَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ وَيُلْقِي الْاِسْلَامُ
بِجِرَانِهٖ فِي الْاَرْضِ ونیز وارد شدہ يَرْضٰى عَنْهُ سَاكِنُ
السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِهَا
شَيْئًا اِلَّا صَبَّتْهُ مِدْرَارًا وَّلَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِهَا شَيْئًا
اِلَّا اَخْرَجَتْهُ حَتّٰى يَتَمَنَّى الْاَحْيَاءُ الْاَمْوَاتَ ونیز وارد شدہ
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الْمَهْدِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُشْبِهُهٗ
فِي الْخُلُقِ ونیز این گمان نباید کرد کہ زمانہ خلافت
راشدہ یا اوائل امت ست یعنی زمانہ خلفاے اربعہ
یا اواخر امت یعنی زمان حضرت مہدی علیہ السلام
ودرمیان این ہر دو زمان ہمہ زمان تعطل ست کہ
ہرگز دران خلافت راشدہ گاہے ظاہر شدنی نیست
چہ بسیارے از تابعین خلافت عمر بن عبد العزیز را نیز
از جملہ خلافت راشدہ شمردہ اند وانچہ در حدیث
اول از عود خلافت راشدہ مذکور گردید آن را بر ظہور
خلافت عمر بن عبد العزیز حمل نمودہ چنانچہ حبیب کہ از جملہ
تابعین ست ہمان حدیث اول بہ عمر بن عبد العزیز نوشتہ و
درپایئین آن این بشارت نگاشتہ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ اَمِيْرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْدَ الْمُلْكِ الْعَاضِّ وَالْجَبْرِيَّةِ فَسُرَّ بِهٖ وَ
اَعْجَبَهٗ پس عمر بن عبد العزیز ہم این بشارت را

(ترجمہ اگر نہ رہے دنیا سے مگر ایک دن البتہ لمبا کر دیوے
اسکو اللہ تعالی یہانتک کہ اٹھاوے میرے اہل بیت سے
ایک آدمی میرے ہمنام اور اسکے باپ کا نام بھی میرے
والد کے نام پر ہوگا بھر جاوے زمین خوبی اور انصاف سے
جیسے کہ بھری ہوئے ظلم اور زیادتی سے) اور یہ بھی
وارد ہوا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ آوینگے ابدال شام کے انکے پاس اور بزرگ عراق
والوں کے پس بیعت کرینگے ان سے) اور یہ بھی حدیث
میں آیا ہے (ترجمہ اور عمل کرینگے لوگوں میں انکے پیغمبر کے طریق
پر اور ڈالیگی اسلام زمین میں) اور یہ بھی انکی شان میں
وارد ہوا ہے (ترجمہ راضی ہونگے آسمان والے اور
زمین والے انسے آسمان بہت مینہ برساویگا اور زمین بہت
ہریاول اگاویگی یہانتک کہ آرزو کرینگے زندہ موت کی)
اور یہ بھی وارد ہوا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے (ترجمہ کہ مہدی علیہ السلام مشابہ ہونگے سیرت میں)
اور یہ بھی گمان نہ کرنا چاہیے کہ زمانہ خلافت راشدہ یا اوائل
امت یعنی زمانہ خلفاء اربعہ ہے یا اواخر امت یعنی زمانہ
حضرت مہدی علیہ السلام ہے اور درمیان ان دونو
زمانوں کے جملہ زمان تعطل ہے کہ خلافت راشدہ کا
انمیں ظہور نہیں یہ گمان اس وجہ سے درست نہیں کہ بہت سے
تابعین خلافت عمر بن عبد العزیز کو بھی منجملہ خلافت راشدہ
شمار کیا ہے اور جو کچھ حدیث اول میں عود خلافت راشدہ
سے مذکور ہوا اسکو ظہور خلافت عمر بن عبد العزیز پر حمل کیا ہے
چنانچہ حبیب نے کہ منجملہ تابعین ہے وہی حدیث اول
عمر بن عبد العزیز کو لکھی اور اسکے تحت میں یہ بشارت تحریر
فرمائی (ترجمہ امید کرتا ہوں کہ تم امیر المومنین ہو بعد
بادشاہی عاض اور زیادتی کے پس خوش ہوے اور
اچھا معلوم ہوا) پس عمر بن عبد العزیز نے بھی اس بشارت کو

ول فرمودہ آن را باین وجہ رد نمودند کہ این حدیث
شارت ست بخلاف حضرت مهدی پس چرا بر خلافت
لمران حمل میکنی و نیز وارد شدہ - قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان
أتوها ولو حبوا على الثلج فإن فيها خليفة الله
لمهدي و نیز ظاهرست کہ این مهدی غیر آن مهدی
وعودست کہ ظهور آن از مدینہ منورہ ست نہ از خراسان و این ہم
لیفة اللہ ست کہ کافۂ انام مسلمین باعانت او مامور اند و در رفاقت
و ماجور و نیز وارد شدہ - قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
يخرج رجل من وراء النهر يقال له الحارث
حراث على مقدمته رجل يقال له منصور يمكن
لآل محمد كما مكنت قريش لرسول الله وجب
على كل مؤمن نصره و نیز ظاهرست کہ این بزرگ
از اہل بیت ست کہ حارث موید او ست غیر مهدی موعود
ست چہ مهدی موعود را اولا باجماع لشکر عرب تائید خواہد شد
نہ باجتماع لشکر ماوراء النهر پس حال خلافت راشدہ را با مملکت
ظاہرہ بر حال سلطنت عادلہ با حکومت جابرہ قیاس
باید کرد پس چنانکہ گاہے سلطنت عادلہ ظهور میکند و گاہے
حکومت جابرہ ہمچنین گاہے خلافت راشدہ جلوہ گر میگردد
و گاہے مملکت ظاہرہ تبدل قسمین خلافت را بتبدل
لیل و نہار قیاس باید کرد کہ بعد از زمانہ لیل نہار آشکارا
میگردد و باز در ظلمت شب روپوش می شود بعد
ازان بانوار او جوش می زند و ہیچ زمانے از
ازمنہ از نزول نعمت الٰہی کہ عبارت از ظهور
خلافت راشدہ ست ہرگز مایوس نباید شد

قبول فرمایا اور اسکو اس وجہ سے رد نہ کیا کہ یہ حدیث خلافت
حضرت مهدی کی طرف مشیر ہے پس کس واسطے دوسروں کی
خلافت پر حمل کرتا ہے تو اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے - فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ جب دیکھو تم سیاہ جھنڈے
خراسان کی طرف سے آتے اُنکے پاس آنا گو چاہیے سرین
کے بل برف پر چلنا ہو کیونکہ اُن میں مهدی اللہ تعالیٰ کا
خلیفہ ہے) اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ مهدی اُس مهدی
موعود کا غیر ہے کہ اُسکا ظہور مدینہ منورہ سے ہے نہ خراسان
سے اور یہ بھی خلیفۃ اللہ ہے کہ جملہ اہل اسلام اُنکی اعانت
اور مدد کے واسطے مامور ہیں اور رفاقت میں اُسکے ماجور
ہیں اور یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
(ترجمہ نکلے ایک آدمی نہر کے اس طرف سے کہا جاویگا
اُسکو حارث حراث اُسکے آگے ایک آدمی ہوگا اُسکو منصور
کہیں گے عزت دیگا آل محمد کو جیسا کہ عزت دی قریش نے
اللہ کے رسول کو واجب ہے ہر مومن پر مدد اُنکی) اور
ظاہر ہے کہ یہ بزرگ جو اہل بیت سے ہے کہ حارث
جسکا موید ہے غیر مهدی موعود ہے اسلیے کہ مهدی
موعود کو اولاً اجماع لشکر عرب کے ساتھ تائید ہوگی نہ
اجتماع لشکر ماوراء النہر سے پس خلافت راشدہ کا حال
مملکت ظاہرہ کے ساتھ سلطنت عادلہ کے حال پر جو
حکومت جابرہ کے ساتھ ہے قیاس کرنا چاہیے پس
جس طور پر کہ کبھی سلطنت عادلہ ظہور کرتی ہے اور کبھی
خلافت راشدہ جلوہ گر ہوتی ہے اور کبھی مملکت ظاہرہ
تبدل قسمین خلافت کو تبدل لیل و نہار پر قیاس کرنا
چاہیے کہ بعد زمانہ لیل و نہار آشکارا ہوتا ہے اور پھر ظلمت
شب میں روپوش ہوتا ہے اسکے بعد پھر نور اُسکا جوش
مارتا ہے کسی زمانہ میں نزول نعمت الٰہی سے کہ عبارت
ظہور خلافت راشدہ سے ہے ہرگز مایوس نہونا چاہیے

وآن را از مجیب الدعوات طلب باید کرد و بر اجابت دعای
خود چشم باید داشت و در تفحص خلیفہ راشد در ہر زمان ہمت
باید گماشت کہ شاید کہ نعمتِ کاملہ در ہمین زمان ظہور فرماید و
خلافت راشدہ در ہمین وقت بروز نماید **نکتۂ ثانی**
خلیفہ راشد سایۂ رب العالمین ست و ہمسایۂ انبیاء و مرسلین
کہ سرمایۂ ترقی دین ست و ہمپایۂ ملائکہ مقربین مرکز دائرہ
امکان مفخرِ جمیع اکوان افسرِ ارباب عرفان ست سر دفترِ افراد
انسان دلِ او عرش تجلی رحمان ست و سینۂ او دریای رحمتِ
بیکران اقبالِ او پرتو جلالِ یزدانی ست و مقبولیت او عکس
جمالِ ربانی قہرِ او تیغ قضاست و مہرِ او مبیغ عطا و معارضۂ
او معارضۂ تقدیر ست و مخالفت او مخالفتِ ربِ قدیر
ہر کمالے کہ در خدمتگزاری او مصروف نگردید خیالے ست
پر اختلال و ہر علمے کہ در بیان اعظام و اکرام او بکار نیامد
وہمے ست سراسر باطل و محال ہر صاحب کمال کہ موازنت
خود با او می جوید راہ مشارکتِ حق می پوید علامت اہل کمال
ہمین ست کہ در خدمتِ او مشغول باشند و در اطاعت
او مبذول از ادعاے مساواتِ او دست بردارند و
او را بجاے رسول بشمارند **نکتۂ ثالث** خلیفہ راشد
نبی حکمی ست ہرچند فی الحقیقت بپایۂ رسالت نرسیدہ
فاما منصب خلافت چندے از احکام انبیاء اللہ بروجاری
گردیدہ ہرچند احکام مسطورہ در ابواب آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ
بالاستیعاب مذکور خواہد گردید اما دو سہ احکام درین
مقام بطریق نمونہ ذکر کردہ می شود از آن جملہ توقف
نجات اخروی ست بر اطاعت او یعنی چنانکہ اگر کسے
بہزار وجہ در معرفت الٰہیہ و تہذیب نفس جد و جہد تمام و سعی

اور اسکو حضرت مجیب الدعوات سے طلب کرنا چاہیے اور
اپنی قبولیت دعا پر امید رکھنا چاہیے اور خلیفہ راشد کی
تلاش میں ہر وقت ہمت باندھنی چاہیے کہ شاید نعمت کاملہ ایسے
وقت میں ظہور فرمائے اور خلافت راشدہ ایسے زمانہ میں جلوہ دکھائے
نکتۂ ثانی خلیفہ راشد سایہ رب العالمین ہے اور ہمسایۂ
انبیاء و مرسلین سرمایۂ ترقی دین ہے ہمپایۂ ملائکہ مقربین ہے
مرکز دائرۂ امکان ہے مفخر جمیع اکوان ہے افسر ارباب عرفان ہے
سر دفترِ افراد انسان ہے دل اُسکا عرش تجلی رحمان ہے
سینہ اُسکا دریائے رحمت بیکراں ہے اُسکا اقبال پرتو
جلال یزدانی ہے اُسکی مقبولیت عکس جمال ربانی ہے اُسکا
قہر تیغ قضا ہے اُسکی مہر مبیغ عطا ہے اُسکا معارضہ معارضہ
تقدیر ہے اُسکی مخالفت مخالفتِ رب قدیر ہے جو کمال کہ
اُسکی خدمتگزاری میں مصروف نہوا ایک خیال ہے پُر
اختلال اور جو علم کہ اُسکی عظمت اور اکرام کے بیان میں کام
نہ آیا ایک وہم ہے سراسر باطل و محال جو صاحب کمال کہ
اپنا موازنہ اُسکے ساتھ چاہتا ہے راہ مشارکت حق میں قدم
بڑھاتا ہے اہل کمال کی علامت یہی ہے کہ اُسکی خدمت
میں مشغول رہے اُسکی اطاعت میں مبذول رہے اُسکی
برابری کے دعوے سے ہاتھ اُٹھائیں اُسکو نائب رسول
شمار میں لائیں **نکتۂ ثالث** خلیفہ راشد نبی حکمی ہے
ہرچند فی الحقیقت پایۂ رسالت کو نہیں پہنچاتے منصب
خلافت حضرات انبیاء علیہم السلام کے چند احکام کے ساتھ
جناب ملک علام سے اُسکو عنایت ہوا ہرچند احکام مسطورہ
بالاستیعاب ابواب آئندہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور
ہوں گے لیکن دو تین احکام اس مقام میں ذکر کیے جاتے
ہیں اُنکو سُن لینا چاہیے آنرا نجملہ یہ ہے کہ توقف نجات اُخروی
اُسکی اطاعت پر موقوف ہے یعنی جیسے کہ کوئی ہزار وجہ سے
معرفت الٰہی و اصلاح نفس میں جد و جہد تمام اور کوشش و سعی

اکلام بجا آورد اما وقتیکہ ایمان بالرسل ندارد ہرگز
ات اخروی بدست نخواہد آورد و خلاص از غضب
بار و درکاتِ نار نخواہد یافت ہمچنین ہرچند عباداتِ شرعیہ
طاعاتِ دینیہ بجا آرد و جد و جہد تمام در امتثالِ احکام
سلام بر روے کار آرد اما تا وقتیکہ در اطاعتِ امامِ وقت
دن ننہد و اقرار بامامت او نکند ہرگز عباداتِ مذکورہ
ر آخرت کار آمدنی نیست و از دار و گیر ربِ قدیر خلاص
فتنی نہ مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً
جَاھِلِیَّۃً وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَ
صُوْمُوْا شَھْرَکُمْ وَاَدُّوْا زَکٰوۃَ اَمْوَالِکُمْ وَاَطِیْعُوْا ذَا اَمْرِکُمْ
تَدْخُلُوْا جَنَّۃَ رَبِّکُمْ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ مَاتَ
وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً واز انجملہ
توقف عباداتِ شرعیہ بر موافقتِ امرِ او یعنی چنانکہ
عباداتِ دینیہ و طاعاتِ شرعیہ اگر مطابقِ سنتِ نبویہ
باشد مقبول ہست و الا مردود چنانکہ صحتِ جمعہ و اعیاد
و جہاد و حدود و تعزیرات ہمہ متوقف ست بر
امرِ امام۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا الْاِمَامُ
جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ و قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم الْغَزْوُ غَزْوَانِ فَاَمَّا مَنِ ابْتَغٰی
وَجْہَ اللّٰہِ وَاَطَاعَ الْاِمَامَ وَاَنْفَقَ الْکَرِیْمَۃَ وَیَاسَرَ
الشَّرِیْکَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَاِنَّ نَوْمَہٗ وَنُبْھَہٗ اَجْرٌ
کُلُّہٗ وَاَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَّرِیَاءً وَّسُمْعَۃً وَّعَصَی الْاِمَامَ
وَاَفْسَدَ فِی الْاَرْضِ فَاِنَّہٗ لَمْ یَرْجِعْ بِالْکَفَافِ
و از انجملہ نفاذِ حکمِ اوست در عقود و معاملاتِ بنی آدم پس
چنانکہ وقتیکہ نبی وقت بانعقادِ معاملت از معاملات

ما لاکلام بجا لائے لیکن تا وقتیکہ رسولوں پر اُسکو ایمان نہو نجات
اُخروی اُسکے ہاتھ نہ آے اور خلاصی غضب جبار اور
درکات نار سے نہ پاے ایسے ہی ہرچند عباداتِ شرعیہ
اور طاعاتِ دینیہ بجا لائے اور جد و جہد بجا آوری احکام
اسلام میں درجۂ اتمام کو پہنچاے لیکن تا وقتیکہ امام وقت
کی طاعت میں گردن نہ رکھے اور اُسکی امامت کا اقرار
نہ کرے ہرگز عباداتِ مذکورہ سے آخرت میں فائدہ نہ اُٹھائیگا
اور دار و گیر ربِ قدیر سے خلاصی نہ پائیگا (ترجمہ جسنے اپنے
زمانے کے امام کو نہ پہچانا پس مرا وہ موت جہالت کی)
اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ پنج وقتی نماز
پڑھو اور ایک ماہ کے روزے رکھو اور اپنے مال کی زکوۃ
دو اور اطاعت کرو اپنے صاحب حکم کی داخل ہو اپنے
رب کی جنت میں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
جو مرا اور اُسکی گردن میں بیعت نہیں مرا موت جاہلیت کی) اور
از انجملہ یہ ہے کہ عباداتِ شرعیہ اُسکے امر کی موافقت پر موقوف
ہیں یعنی اگر عباداتِ دینیہ اور طاعاتِ شرعیہ اگر سنتِ نبویہ کے
مطابق ہوں مقبول ہیں ورنہ مردود چنانچہ صحتِ جمعہ اور عیدین
اور جہاد اور حدود اور تعزیرات سب کے سب امرِ امام پر موقوف
ہیں۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ سوا اسکے نہیں کہ امام
ڈھال ہے لڑا جاتا ہے اُسکے پیچھے اور بچو ساتھ اُسکے) اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ لڑائی دو قسم کی ہے پس جسنے تلاش
کی خوشنودی اللہ کی اور اطاعت کی امام کی اور اچھا مال خرچ
کیا اور آسانی دی شریک کو اور جھگڑا نہ کیا پس اُسکا سونا اور جاگنا
سب موجب اجر ہی اور لیکن جو کوئی لڑا فخر اور دکھاوے اور سنانے کو
اور خلاف کرتا رہا امام کے اور فساد کیا تحقیق وہ اجر لیکر نہیں آتا)
اور از انجملہ عقود اور معاملات بنی آدم میں اُسکے حکم کا نفاذ ہے
پس جس طور پر کہ کسی وقت میں اپنے وقت کا نبی کسی معاملے کے انعقاد

۵ جاری ہونا ۱۲

فیمابین دو شخص حکم فرماید مثل انعقاد نکاح یا بیع یا امثال
ذٰلک پس آن معاملہ بمجرد حکم خود بخود منعقد میگردد پس باز
کسے را چون وچرا در آن نمی رسد چنانکہ حق جل وعلیٰ میفرماید
وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ و
رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم
ہمچنین عقود مذکورہ بحکم امام یا نائب او کہ قاضی ست
خود بخود منعقد می شود مجال گفتگو کسے را باقی نمی ماند چنانکہ
مسئلہ قضاء القاضی ینفذ ظاہراً و باطناً در متون و شروح
مصرح ست و از انجملہ ثبوت حکم شرعی ست بامر او یعنی چنانکہ
در فعلے از افعال و قولے از اقوال ہزار منافع و مضار مدرک
شود و بصد وجہ حسن یا قبح عقلاً در و ثابت شود اما تا وقتیکہ کتاب
منزل یا نص نبی مرسل بر لزوم یا منع او دلالت نداشتہ باشد
وجوب یا حرمت آن قول و فعل شرعاً ثابت نمی تواند شد
ہمچنین اگر در فعلے یا قولے بہزار وجہ منفعت در ابواب
سیاست مفہوم گردد اما تا وقتیکہ حکم امام یا نائب او بآن
ملحق نگردد آن را از واجبات شرعیہ نتوان شمرد و ہمچنین
اگر بر صحت دعویٰ یا بطلان آن یا ثبوت حد و تعزیر ہزار
دلائل باشد و صد گواہان در ان گواہی دہند اما تا وقتیکہ
حکم امام یا نائب او بہ آن ملحق نگردیدہ ہرگز بپایۂ ثبوت نرسید
پس چنانکہ سبب حجت احکام شرعیہ نص نبوی ست و
بیان وجوہ حسن و قبح عقلی محض بنابر تسلی خاطر مخاطبین
الزام مخالفین ست و بس ہمچنین سبب ثبوت احکام عقود و
معاملات و حدود و تعزیرات حکم امام و نائب او ست
اظہار شہادت شہود و بیان منافع و مضار
محض بنابر تسلی خاطر حاکم ست و الزام کسے کہ او را

دو شخصوں کے درمیان حکم فرمائے مثل انعقاد نکاح یا بیع یا
اسکے مثل اور معاملہ ہو پس وہ معاملہ بمجرد حکم خود بخود منعقد
ہوتا ہے پھر کسی کو اسمیں چون وچرا کی نوبت نہیں پہنچتی ہے
چنانچہ حق جل وعلی فرماتا ہے (ترجمہ کسی مرد اور عورت ایمان
والے کو لائق نہیں جب اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے اور رسول کسی
امر میں پھر انکا بھی اختیار رہے) ایسے ہی عقود اوپر معاملاتِ
مذکورہ بحکم امام یا نائب کہ قاضی ہے خود بخود منعقد ہوتے ہیں
کسی کو گفتگو کی مجال باقی نہیں رہتی ہے چنانچہ مسئلہ قضاء یعنی
قاضی کا فیصلہ ظاہر و باطن میں جاری ہوتا ہے شروح اور
متون میں صاف صاف مرقوم ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ حکم
شرعی کا ثبوت اسکے امر سے ہوتا ہے یعنی جس طور پر کسی فعل
میں افعال سے یا کسی قول میں اقوال سے ہزار منافع اور مضار
سمجھے جائیں اور سو وجہ سے حسن یا قبح عقلاً اسمیں ثابت ہوئے
لیکن تا وقتیکہ کتاب منزل یا نص نبی مرسل اسکے لزوم یا منع
دال نہوئے وجوب یا حرمت اس قول و فعل کا شرعاً ثابت
نہیں ہو سکتا ایسے ہی اگر کسی فعل یا قول میں ہزار طرح منفعت
ابواب سیاست میں معلوم ہووے لیکن تا وقتیکہ امام یا نائب کا
حکم اسکے ساتھ ملحق نہووے اسکو واجبات شرعیہ سے شمار نہیں
کر سکتے ایسے ہی اگر صحت دعویٰ یا بطلان یا ثبوت حد و تعزیر پہ
ہزار دلائل ہوویں اور سو گواہ اس بارہ میں گواہی دیویں لیکن تا وقتیکہ
امام یا اسکے نائب کا حکم اسکے ساتھ نہ ملے ہرگز وہ امر پایۂ ثبوت
کو نہ پہنچے پس جس طرح پر کہ احکام شرعیہ کے ثبوت کا سبب نص
نبوی ہے اور حسن و قبح عقلی کے وجوہ کا بیان مخاطبین کے
خاطر کی تسلی اور مخالفین کے الزام کے بنا پر ہے ایسے ہی
احکام عقود و معاملات اور حدود و تعزیرات کے ثبوت کا
باعث امام اور اسکے نائب کا حکم ہے اور اظہار شہادت
شہود اور بیان منافع و مضار محض حاکم کے خاطر کی تسلی کے
واسطے ہے اور اس شخص کے الزام کی بنا پر ہے کہ اس حاکم کو

...ر ظلم نسبت کند و از انجملہ آنکہ حکم او نص حکمی ست یعنی چنانکہ
...اد مجتہدین و قیاسات قائسین وقتیکہ مقابل نص قطعی می شود
...یب از پایۂ اعتبار ساقط میگردد و ہرگز عمل بر امور مذکورہ بتقدیر
...لفت نص جائز نیست ہمچنین وقتیکہ امور مذکورہ معارض
...امام یا نائب امام می شود بلاریب از پایۂ اعتبار ساقط میگردد
...وقتیکہ در مواضع اختلاف و مسائل اجتہاد حکم امام احد الجانبین
...گردید بر ہر مجتہد و مقلد و عالم و عامی و عارف و غیر عارف
...جب الاذعان شد ہرگز کسے را معارضہ آن باجتہاد خود
...باجتہاد مجتہدین سابقین یا بالہام خود یا بالہام شیوخ متقدمین
...یچ گونہ نمی رسد ہر کہ مخالفت امر امام نماید و در جانب خلاف امور
...ذکورۃ الصدر تمسک کند بیشک عند اللہ عاصی ست و
...عذر او بحضور رب العالمین و انبیاء مرسلین و علماء مجتہدین
...مسموع و این مسئلہ اجماعیہ ست کہ ہیچکس را از اہل اسلام دران
...اختلافی نیست و از انجملہ آنکہ قوانین ریاست و آئین
سیاست کہ از خلیفہ راشد ظاہر میگردد حکم سنت
نبویہ میدارد پس آئین خلفائے عظام بمنزلہ سنن
انبیاء کرام ست کہ استدلال بآن در مناظرات
و تمسک بآن در معاملات و عادات کافی و شافی
است پس آئین مستنبط و از قبیل سنت ست
نہ از جنس بدعت - قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
إِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا
كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ
وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ
كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ و از انجملہ آنکہ احکام امام منتظم

جور و ستم کی طرف منسوب کرے۔ اور از اں جملہ یہ ہے کہ اسکا
حکم نص حکمی ہے یعنی جس طور پر کہ مجتہدین کا اجتہاد اور قائسین
کا قیاس اُس وقت کہ نص قطعی کے مقابل ہوتا ہے بلاریب
پایۂ اعتبار سے ساقط ہوتا ہے یعنی ہرگز عمل امور مذکورہ بہ
درصورت مخالفت نص جائز نہیں ایسے ہی اس وقت کہ امور
مذکورہ امام یا اُسکے نائب کے حکم کی مخالف ہووین یقین پایہ اعتبار کو
نہیں پہنچتی۔ اور جس وقت کہ مواضع اختلاف اور مسائل اجتہاد میں
حکم امام دو جانب میں سے ایک جانب کی طرف متوجہ ہوا ہر
مجتہد اور مقلد اور عالم اور عامی اور عارف اور غیر عارف پر
واجب الاذعان ہوا ہرگز کسی کو اُسکے ساتھ معارضہ باجتہاد
خود یا باجتہاد مجتہدین سابقین یا بالہام خود یا بالہام شیوخ
متقدمین کسی طرح پر نہیں پہنچتا ہے جو کوئی امام کے امر کی
مخالفت کرے اور جانب اختلاف میں امور مذکورۃ الصدر کے
ساتھ تمسک کرے بیشک عند اللہ عاصی اور گنہگار ہے
اور عذر اُسکا حضور رب العالمین اور انبیاء مرسلین اور علماء مجتہدین
میں نامسموع ہے اور یہ مسئلہ اجماعیہ اور اتفاقیہ ہے کسی کو
اہل اسلام سے اسمیں اختلاف نہیں۔ اور از اں جملہ یہ ہے کہ
قوانین ریاست اور آئین سیاست کہ خلیفہ راشد سے ظاہر
ہوتے ہیں سنت نبویہ کا حکم رکھتے ہیں پس آئین خلفائے عظام
بمنزلہ سنن انبیاء کرام ہے کہ مناظرات و معاملات اور عادات و
عبادات میں اُسکے ساتھ تمسک و استدلال کافی و شافی ہے
پس اُسکے آئین مستنبط قبیل سنت سے ہیں نہ جنس بدعت سے
چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بارے میں ارشاد
فرماتے ہیں (ترجمہ جو تم میں سے میرے بعد جیے گا پس بہت
اختلاف دیکھے گا پس لازم کر لینا اپنے پر میرا طریقہ اور خلفاء
راشدین مہدیین کا مضبوط پکڑنا اسکو اور دانتوں سے پکڑنا
اور نئی باتوں سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے
اور ہر بدعت گمراہی ہے) از اں جملہ یہ ہے کہ احکام امام منتظم

سنت ست تفصیلش آنکہ چنانکہ حکیم علی الاطلاق اصولِ
احکام شرعیہ را در کتاب منزلِ خود مبین فرمودہ و بیان
فروع و شروط آن را بر زبانِ نبی مرسل مفوض نمودہ مثلاً
بندگانِ خود را در کتاب خود باصل صلوٰۃ و زکوٰۃ مامور
کردہ و تعیینِ اوقات و عدد رکعات و سائر ارکان و شروط
را در باب صلوٰۃ و ہمچنین تعیینِ اموالِ زکوٰۃ و نصاب و
مقدار او و امثال آن بر رسول مقبول خود حوالہ کردہ پس
دین عبارت ست از مجموع اصولِ احکام کہ مدلول کتاب منزل ست
و فروع آن کہ مفہوم حدیث مسلسل ست پس مجموع کتاب سنت و
مبین احکام دین و شریعت باشد ہمچنین بسیارے از احکام ست
کہ مختلف میشوند باختلاف زمان مثلاً لشکرکشی در بعضے اوقات بمرضیٔ
الٰہی ست و در بعضے اوقات غیر مرضی مقام کردن لشکر در قطرے از قطار
و مصرے از امصار در بعضے اوقات نافع در دین ست و در بعضے مضر
پس امثال این احکام حکمی خاص مطلقاً تعیین نتوان کرد مثلاً
نتوان گفت کہ مطلق لشکرکشی واجب ست یا ممنوع و مطلق کوچ
و مقام حلال ست یا حرام بنا علیہ تعیین این احکام مفوض ست برائے
امام پس این احکام راہم از احکام شرعی باید شمرد نہ از رسوم عرفی
پس شرع عبارت ست از مجموع آنچہ از کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و
احکام خلیفۃ اللہ مستفاد میشود پس چنانکہ کتاب و سنت از اصولِ دین متین
ہمچنین حکم امام ہم از ادلۂ شرع مبین پس چنانکہ سنت را در مرتبہ ثانیہ از
کتاب باید شمرد ہمچنین حکم امام را در پایۂ فروتر از سنت باید نہاد پس
اصل کتاب اللہ ست و متمم آن سنت نبوی و مبین آن حکم
امام پس ایمان بہ کتاب اللہ اول ست و ایمان بہ رسول اللہ
ثانی و اذعان بخلیفۃ اللہ ثالث۔ قال اللہ تعالےٰ
یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اَطِیعُوا اللّٰهَ وَ

سنت ہیں اسکی تفصیل یہ ہے کہ جس طور پر حکیم علی الاطلاق نے
اصول احکام شرعیہ کو اپنی کتاب منزل میں مبین فرمایا اور
بیان فروع اور اُسکے شروط کو زبان نبی مرسل پر سونپا مثلاً اپنے
بندوں کو اپنی کتاب میں اصل صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے ساتھ مامور کیا
اور تعیین اوقات اور عدد رکعات اور تمام ارکان اور شروط کو در باب
صلوٰۃ اور تعیین اموال زکوٰۃ اور اُسکے نصاب و مقدار وغیرہ کو اپنے
رسول مقبول کے حوالے کیا فلہذا دین مجموعہ اصول احکام کا
نام ہے کہ مدلول کتاب منزل ہے اور فروع اُسکے مفہوم حدیث
مسلسل ہے پس مجموع کتاب و سنت مبین احکام دین و شریعت
ہے اسی طور پر بہت احکام ہیں کہ اختلاف زمانے کے باعث
مختلف ہوتے ہیں مثلاً لشکرکشی بعض اوقات میں مرضی الٰہی کے
ساتھ ہے اور بعض اوقات میں غیر مرضی الٰہی ہے اور لشکر کا مقام
کرنا کسی شہر وغیرہ میں بعض اوقات میں نافع دین ہے اور بعض
میں مُضر سوان جیسے احکام میں کوئی حکم خاص مطلقاً تعیین نہیں
کر سکتے مثلاً یہ نہیں کہہ سکتے کہ مطلق لشکرکشی واجب ہے یا ممنوع
اور مطلق کوچ و مقام حلال ہے یا حرام بنا بر علیہ ان احکام کا
تعین برائے امام پر مفوض ہے (سونپا گیا) پس ان احکام کو بھی احکام
شرعی سے شمار کرنا چاہیے نہ رسوم عرفی سے پس شرع عبارت ہے
اُس مجموعہ سے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور احکام
خلیفۃ اللہ سے مستفاد ہوتا ہے سو جس طور پر کہ کتاب و سنت
اصول دین متین سے ہے ایسے ہی حکم امام بھی ادلہ شرع
مبین سے ہے سو جس طور پر کتاب اور سنت کو مرتبہ ثانیہ میں
کتاب کی شمار کرنا چاہیے ایسے ہی حکم امام کو مرتبہ میں سنت کے
ماتحت رکھنا چاہیے پس اصل کتاب اللہ ہے اور سنت نبوی
اُسکا متمم ہے اور حکم امام اُسکا مبین ہے پس ایمان
کتاب اللہ پر لانا مرتبہ اولیٰ ایمان ہے اور ایمان رسول پر
لانا مرتبہ ثانیہ ایمان ہے اور اذعان بخلیفۃ اللہ مرتبہ ثالثہ ہے
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اے ایمان والو کہا مانو اللہ تعالیٰ کا

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ بنا علیہ علماء امت اطاعت امام در مواضع غیر منصوصہ بصحت قیاس موقوف نداشتہ اند بلکہ اطاعت او را باوجودیکہ قیاس او ضعیف باشد واجب انگاشتہ و مخالفت او را اگرچہ بملاحظۂ قیاسی باشد کہ اقوی و اظہر ست از قیاس او جائز نپنداشتہ و سرش ہمین ست کہ حکمش بذاتہ اصلی ست از اصول دین و دلیلیست از ادلۂ شرع متین کہ اقوی ست از قیاس صحیح اگرچہ فی الحقیقت بقیاسے از قیاسات مستند باشد فاما آن قیاس اگرچہ صحیح باشد ظنی ست و این حکم اگرچہ بنفس الامر مستند بقیاس ست اما قطعی ست مثالش آنکہ اجماع حجت قطعیہ ست و بسا ست کہ مستند اجماع در نفس الامر قیاسی می باشد یا خبر غیر مشہور و آن ہم ظنی ست از انجملہ آنکہ حکم امام ہم نص حکمی ست کہ در مرتبۂ ثانیہ ست از نص حقیقی و اقوی ست از سائر ادلۂ شرعی چنانکہ بسیار چیزہا ست کہ در کتاب اللہ مسکوت عنہ ست و سنت نبویہ آن را واجب یا حرام میگرداند ہمچنین بسا ست کہ چیزے بملاحظۂ دلائل کتاب و سنت مباح و متساوی الطرفین بنظر می آید بحکم امام او را واجب و حرام میگردانند و از انجملہ آنکہ تفویض تعیین احکام بر ذمۂ امام یعنی چنانکہ وقتیکہ مقدمہ از مقدمات دیانت یا سیاست پیش آید و مہمے از مہمات دین رو نماید پس اگر پیغمبر درمیان امت موجود باشد پس ایشان را لائق ست کہ بران امر مسابقت نمایند و قیل و قال را درمیان خود راہ ندہند و باہم مشاورت کردہ چیزے مقرر و معین سازند و عقل و تدبیر و رائے و قیاس خود ران بتازند

اور رسول کا اور اپنے میں سے اختیار والوں کا) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ لازم پکڑو میرا طریقہ اور میرے خلیفوں راشدین ہدایت پائے ہوؤں کا) بناءً علیہ علماء اُمت نے اطاعت امام کو مواضع غیر منصوصہ میں صحت قیاس پر موقوف رکھا ہے بلکہ اُسکی اطاعت کو باوجودیکہ قیاس اُسکا ضعیف ہو واجب جانتا ہے اور اُسکے مخالف کو اگرچہ بملاحظہ اس قیاس کے کہ جو اُسکے قیاس سے اظہر اور اقوی ہے جائز نہ رکھا اور بھید اسمیں یہ ہے کہ اُسکا حکم بذاتہ ایک اصل ہے اصول دین سے اور ایک دلیل ہے ادلہ شرعیہ متین سے کہ قیاس صحیح سے اقوی ہے اگرچہ فی الحقیقت منجملہ قیاسات کسی قیاس کے ساتھ مستند ہووے لیکن وہ قیاس اگرچہ صحیح ہو ظنی ہے اور یہ حکم اگرچہ نفس الامر میں مستند بقیاس ہے لیکن قطعی ہے مثال اُسکی یہ ہے کہ اجماع حجت قطعیہ ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مستند اجماع نفس الامر میں ایک قیاس ہوتا ہے یا خبر غیر مشہور اور وہ بھی ظنی ہے ازانجملہ یہ ہے کہ حکم امام بھی نص حکمی ہے کہ نص حقیقی سے مرتبہ ثانیہ میں ہے اور تمام ادلہ شرعیہ سے اقوی ہے چنانچہ بہت سی چیزیں ہیں کہ کتاب اللہ میں مسکوت عنہ ہیں اور سنت نبویہ اُسکو واجب یا حرام کرتی ہے اور ایسا بھی بہت دیکھا گیا ہے کہ ایک چیز بملاحظہ کتاب و سنت مباح اور متساوی الطرفین معلوم ہوتی ہے اور حکم امام اُسکو واجب اور حرام کرتا ہے۔

اور ازانجملہ یہ ہے کہ تفویض تعیین احکام ذمہ امام ہے یعنی جس طرح پر کہ ایک وقت کوئی مقدمہ مقدمات دیانت یا سیاست سے پیش آئے اور کوئی مہم مہمات دین سے جلوہ ظہور دکھائے پس اگر پیغمبر اُمت میں موجود ہووے تو اُنکو نہیں لائق ہے کہ اُس امر پر مسابقت کریں اور قیل و قال درمیان لائیں اور باہم مشاورت کرکے کوئی چیز معین اور مقرر فرمائیں اور اپنی عقل و تدبیر اور رائے و قیاس پر ناز کریں

بلکہ باید کہ خود در آن مقدمہ سکوت نمایند و آن را بحضور پیغمبر خود رسانند و منتظر باشند کہ او درین مقدمہ چہ حکم میفرماید و کدام طریق مبین مینماید بالجملہ فرمانروائی منصب رسالت است و فرمانبرداری مرتبہ امت۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

ہمچنین لازم است کہ اجرائے احکام و سرانجام مہام بسوئے امام حوالہ نمایند و با او راہ قیل و قال و بحث و جدال نپیمایند و خود بخود در مہمے از مہمات اقدام نکنند و زبان را بحضور او لگام دہند و رائے خود را در سرانجام مقدمات دخل ندہند و دم استقلال بوجہ من الوجوہ با او نزنند۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ وَاِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

بالجملہ کار و بار خلافت را بر سیاست سلاطین قیاس باید کرد نہ بر ریاست دہاقین نکتہ رابعہ خلیفہ راشد بمنزلہ فرزند ولیعہد رسول است و دیگر ائمہ دین بمنزلہ فرزندان دیگر پس چنانکہ مقتضائے سعادتمندی سائر فرزندان ہمین است کہ آنچہ مراتب پاسداری و خدمتگزاری کہ بنسبت والد کردنی ست اینہمہ بنسبت برادر جانشین پدر بجا آرند و او را بجائے والد خود شمارند و با او دم مشارکت نزنند بلکہ بر منصب وزارت مصالحت کنند ہمچنین مقتضائے امامت ائمہ ہدیٰ ہمین ست کہ آنچہ از مراتب اطاعت و اعانت بنسبت پیغمبری آوردنی ست بہمون طریق

بلکہ چاہیئے کہ آپ اُس مقدمہ میں سکوت کریں اور اُسکو اپنے پیغمبر کے حضور میں پہنچا دیں اور منتظر رہیں اور اس مقدمہ میں کیا حکم فرماتا ہے اور کونسا طریق ظاہر کرتا ہے بالجملہ فرمانروائی منصب اہل رسالت ہے اور فرمانبرداری مرتبہ اُمت فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ترجمہ اے ایمان والو نہ آگے بڑھو اللہ تعالیٰ کے نہ اُسکے رسول کے اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے) اسی طرح پر لازم ہے کہ اجرائے احکام اور سرانجام مہام امام کی طرف حوالہ کریں اور اُسکے ساتھ قیل و قال اور بحث و جدال سے نہ پیش آئیں اور خود بخود کسی مُہم میں منجملہ مہمات پیش قدمی نہ فرمائیں اور زبان کو اُسکے حضور میں کلام سے دُور رکھیں اور اپنی رائے کو سرانجام مقدمات میں دخل نہ دیں اور کسی وجہ سے استقلال کا دم اُسکے سامنے نہ ماریں۔ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ترجمہ اور جب اُنکے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی ظاہر کر دیتے ہیں اُسکو اور کاش پھیر دیتے اسکو طرف رسول اللہ صلعم کے اور طرف اختیار والوں کے البتہ جان لیتے وہ لوگ سمجھتے نہیں اسکو اُن میں سے اور نہوتا فضل اللہ کا تمپر اور رحمت اُسکی بیشک پیچھے لگتے تم شیطان کے مگر تھوڑے) بالجملہ کار و بار خلافت کو سیاست سلاطین پر قیاس کرنا چاہیے نہ ریاست دہاقین پر نکتہ رابعہ خلیفہ راشد بمنزلہ فرزند و ولی عہد رسول ہے اور دوسرے ائمہ دین بمنزلہ فرزندان دیگر ہیں پس جیسا کہ تمام فرزندوں کی سعادتمندی کا مقتضا یہی ہے کہ جو کچھ پاسداری اور خدمتگزاری کے مراتب بنسبت والد بزرگوار کرنے چاہئیں ایسے ہی بہ نسبت برادر جانشین پدر بجا لائیں اور اسکو بجائے والد جانیں اور اُسکے ساتھ مشارکت اور مقابلہ کا دم نہ ماریں بلکہ منصب وزارت پر مصالحت کریں علیٰ ہذا مقتضائے امامت یہی ہے کہ جو کچھ اطاعت اور اعانت کے لوازم اور مراتب کسی پیغمبر کی نسبت اور کرنی چاہئیں اُسی طرح پر

زمام اختیار خود بدست خلیفۂ راشد بدہند و در انقیاد او ہر
وجہ گردن نہند ہر چند ہر کس از ایشان در منازل وجاہت
علم ست و در مقامات ولایت راسخ القدم در نزول کلام و
الہام با او مشابہت میدارد و در توجہ خطاب با او مشارکت
بمنصب بعثت و ارسال مباہات میدارد و در فتح ابواب
ہدایت با او مساوات لکن صاحب سیاست کبریٰ و خلافت
عظمیٰ ہمون خلیفۂ راشد کہ تمثال انبیاء اولوالعزم ست و ارباب
مناسب ہدایت سائر ائمہ دین کہ ظلال انبیاء مرسلین اند از
مقامے کہ منصب امامت بایشان عطا گردیدہ از ہمان
مقام حکم اطاعت و اعانت او بایشان رسیدہ پس چنانکہ
ہر کسے از انبیاء مرسلین با اولوالعزم در منصب امامت مشارکت
می دارند و در نزول وحی مشابہت فاما چنانکہ از بارگاہ
کریم مطلق مبعوث اند از ہمان بارگاہ باتباع انبیاء اولوالعزم
مامور ہمچنین تمام ائمہ ہدیٰ ہر چند از بارگاہ ملک علی الاطلاق
و مالک بالاستحقاق بمنصب امامت رسیدہ اما از ہمان
بارگاہ باعانت خلیفۂ راشد مامور گردیدہ بالجملہ معاملات
ائمہ ہدیٰ را با خلیفۂ راشد از معاملۂ جناب فاروق اعظمؓ با
صدیق اکبرؓ و جناب مرتضیٰ با فاروق اعظم و جناب حسن مجتبیٰ
با حضرت مرتضیٰ توان دریافت کہ با وجود اتصاف کمالات
روحانی و فضائل نفسانی زمام اختیار بدست خلیفۂ راشد دادند
و بر اطاعت او گردن نہادند رضی اللہ عنہم اجمعین **قسم ثانی**
در ذکر اقسام امامت حکمیہ۔ باید دانست کہ امامت
حکمیہ در ہر کمال از کمالات مذکورہ عبارت ست از
نقصان حصول معنی مشابہت بانبیاء اللہ در ان
کمال با وجود تحقق علامات و آثار آن پس آثار

اپنے اختیار کی باگ خلیفۂ راشد کے ہاتھ میں دیں اور انکے تابعداری
میں ہر وجہ سے گردن رکھیں ہر چند ہر کوئی اُن میں سے منازل
وجاہت میں عَلَم ہے اور مقامات ولایت میں راسخ القدم اور
نزول کلام اور الہام میں اُسکے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور
توجہ خطاب میں مشارکت منصب بعثت اور رسالت میں
مباہات رکھتا ہے اور فتح ابواب ہدایت میں مساوات ساتھ اُسکے
(انہیں فخر کرنا)
لیکن صاحب سیاست کبریٰ اور خلافت عظمیٰ وہی خلیفۂ راشد ہے
کہ تمثال انبیاء اولوالعزم ہے اور ارباب مناصب ہدایت جملہ
ائمہ دین ہیں کہ سایۂ انبیاء مرسلین ہیں جس مقام سے کہ منصب
امامت اُنکو عطا ہوا اُسی مقام سے حکم اطاعت اور اعانت
اُنکو پہنچا پس جس طور پر کہ ہر کوئی انبیاء مرسلین میں سے
اولوالعزم کے ساتھ منصب امامت میں مشارکت رکھتا
ہے اور نزول وحی میں مشابہت اور جس طور پر کہ بارگاہ
کریم مطلق سے مبعوث ہے اُسی بارگاہ سے باتباع انبیاء
اولوالعزم مامور اسی طور پر تمام ائمہ ہدیٰ ہر چند بارگاہ
ملک علی الاطلاق اور مالک بالاستحقاق سے منصب
امامت کو پہنچے لیکن اُسی بارگاہ سے خلیفۂ راشد کی اعانت
کے واسطے مامور ہوئے۔ الحاصل معاملات ائمہ ہدیٰ کو
ساتھ خلیفۂ راشد کے منجملہ معاملہ جناب فاروق اعظمؓ با
صدیق اکبرؓ و جناب مرتضیٰؓ با فاروق اعظمؓ و جناب حسنؓ
مجتبیٰ با حضرت مرتضیٰ معلوم کرنا چاہیے کہ باوجود اتصاف
کمالات روحانی و فضائل نفسانی اپنے اختیار کی باگ
خلیفۂ راشد کے ہاتھ میں دی اور اُسکی اطاعت کے واسطے
گردن جھکائی رضی اللہ عنہم اجمعین **قسم ثانی میں**
اقسام امامت حکمیہ کا ذکر ہے معلوم کرنا چاہیے
کہ امامت حکمیہ ہر کمال میں منجملہ کمالات مذکورہ عبارت ہے
نقصان حصول معنی مشابہت بانبیاء اللہ سے اُس کمال
میں باوجود تحقق علامات اور آثار اُسکی کے پس آثار اور

وعلاماتِ امامت درین صورت موجود ست وحقیقتِ آن مفقود هر چند انچه از اقسامِ امامت حقیقیه در قسمِ اول مذکور گردیده مجاذی همه آن اقسامِ امامت حکمیه است پس چنانکه اقسامِ امامتِ حقیقیه بیشمار ست همچنین اقسامِ امامتِ حکمیه بیحد وحصار اما تفصیل آن همه اقسام مقصود درینمقام نیست بلکه مقصود درینمقام بیان امامت حکمیه در باب سیاست ست پس میگویم که فقدانِ امامتِ حقیقیه در باب سیاست وحدوث وامامت حکمیه در آن بسبب امتزاجِ سیاستِ سلطانی باسیاستِ ایمانی پس قدریکه سیاستِ سلطانی در سیاستِ ایمانی راه خواهد یافت همون قدر امامتِ حقیقیه مغلوب خواهد گردید وامامتِ حکمیه غالب وخلافتِ راشده روپوش خواهد شد وسلطنت ظاهره در خروش پس سیاستِ ایمانی وسیاستِ سلطانی را بمنزلهٔ آبِ شیرین وآبِ شور تصور توان کرد پس هر قدر که آبِ شور را باب شیرین آمیخته کند همان قدر لذتِ آبِ شیرین پنهان خواهد گردید وحدتِ آبِ شور نمایان پس چنانکه مراتبِ اختلاط آبِ شور بآبِ شیرین متفاوت که تفاوت در تغیرِ ذائقهٔ آبِ شیرین بر طبقِ آن هویدا خواهد گردید همچنین مراتبِ اختلاطِ سیاستِ سلطانی باسیاستِ ایمانی متفاوتست که تفاوتِ مراتبِ تغیرِ خلافتِ راشده بحسبِ آن پیدا خواهد شد تفصیلش اینکه اختلاطِ آبِ شور بآبِ شیرین بر چهار مرتبه متصور می شود اول آنکه قدرے قلیل از آبِ شور بقدرے کثیر از آبِ شیرین وصاف وسرد بوجهے مختلط شود که هیچ تلخی وتیزی در ذائقهٔ آبِ شیرین ظاهر نگردد فاما لطافت ونفاست او معدوم شود وبس پس لطیف طبعانِ نازک مزاج البته آبِ مذکور را پسند نخواهند کرد وهمچنین کسے که بخوردن آبِ شیرین خالص معتاد ست آبِ متغیر مذکور بر طبیعتِ او ناگوار خواهد گردید فاما تشنه را

علامات امامت اس صورت میں موجود ہیں اور حقیقت اُسکی مفقود ہے امامتِ حقیقیہ کے اقسام قسمِ اول میں مذکور ہوے یہاں اقسام امامتِ حکمیہ کا ذکر کیا جاتا ہے پس جس طور پر کہ امامتِ حقیقیہ کے اقسام بیشمار ہیں ایسے ہی امامتِ حکمیہ کے اقسام بیحد وحصار ہیں اُن جملہ اقسام کی تفصیل اس مقام میں مقصود نہیں بلکہ مقصود اس مقام میں بیان امامت حکمیہ در بابِ سیاست ہے اور بس پس میں کہتا ہوں کہ امامتِ حقیقیہ کا فقدان باب سیاست میں اور امامت حکمیہ کا حدوث اُس میں سیاست سلطانی کے امتزاج کے باعث ہے سیاست ایمانی کی جسقدر کہ سیاستِ سلطانی سیاست ایمانی میں راہ پائیگی اُسی قدر امامتِ حقیقیہ مغلوب ہوجائیگی اور امامت حکمیہ غالب اور خلافتِ راشدہ روپوش ہوگی اور سلطنتِ ظاہرہ درخروش پس سیاست ایمانی اور سیاست سلطانی کو بمنزلہ آبِ شیریں اور آب شور خیال کرنا چاہیے یعنی جس قدر کہ آبِ شور کو آبِ شیریں کے ساتھ ملائیں اُسی قدر آبِ شیریں کی لذت پنہاں ہوویے اور آب شور کی حدت نمایاں پس جس طور پر کہ آب شور کی آب شیریں کے ملنے کے ساتھ میں تفاوت مراتب ہے ایسے ہی مراتب اختلاط سیاستِ سلطانی یا سیاستِ ایمانی میں تفاوت ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آب شور کی آب شیریں کے ساتھ ملنا چار مرتبہ پر متصور ہوتا ہے اول یہ ہے کہ تھوڑا سا آب شور بہت سے آب شیریں اور صاف اور سرد میں اس طور پر مختلط ہو کہ کسی قدر بھی تلخی اور تیزی ذائقہ آبِ شیریں میں ظاہر نہوئے لیکن لطافت اور نفاست اُسکی معدوم ہووے پس لطیف طبیعت نازک مزاج البتہ آبِ مذکور کو پسند نکرینگے اور ایسے ہی جو شخص کہ آبِ شیریں خالص کے کھانے کا عادی ہے آب متغیر مذکور اُسکی طبیعت پر ناگوار گزرے گا لیکن تشنہ کو

راب خواہد کرد و نباتات را شاداب و جمیع صناف طعام
و پختہ خواہد گردید و جمیع اصناف پارچہ از و شستہ پس
ن آب مذکور اگرچہ فی الحقیقت از جنس آب خالص نیست
ما در آثار ہمرنگ او ست و در منافع ہمسنگ دوم آنکہ بحدے
لوط شود کہ تلخی و تیزی در ذائقہ او بوجہے نمایان گردد کہ
ردن آن بر طبیعت ہر کس و ناکس ناگوار شود و کراہت ذائقہ
آشکار فاما التہاب سوزش تشنگی از و زائل می تواند شد
سکین سوزش تفتگی از و حاصل و در دیگر منافع ہم یک گونہ
غیرے راہ خواہد یافت و تلخی او در اطعمہ ہم یک گونہ خواہد
نافت و جامہ ہم از کدورت چرک بالکل پاک نخواہد گردید
سر سبزی نباتات ہم بکمال رونق نخواہد رسید مرتبہ ثالث
نکہ آب شور با آب شیرین بحدے مختلط شود کہ تلخی و حدت
وجہے ظاہر و باہر گردد و حلاوت و لذت بوجہے مختلف
شود کہ اورا اہل عرف آب شور دانند گو کہ ہرچند عند الضرورت
در حوائج خود استعمال نمایند و تا امکن از و بگریزند و از
ستعمال او پرہیز نمایند و جامہائے نفیسہ از و نشویند و
سیرابی اشجار لطیفہ از و نجویند اگرچہ بعضے از نباتات کثیفہ
مثل درخت تماکو از و آب دہند و عند الاضطرار بوجہ
من الوجوہ استعمال کنند مرتبہ رابع آنکہ آب شور با آب
شیرین بحدے مختلط شود کہ بالکل بسان آب دریائے
شور محض تلخ گردد و شیرینی از اصل زائل شود و منافع
آب بالکل باطل و اگر کسے او را بجبر و اکراہ در حاجتے از حوائج
خود استعمال ہم کند ہرگز حاجت او اصلا حاصل نشود و منفعت
مقصودہ بوجہ من الوجوہ برو مترتب نگردد مثلاً اگر برائے تسکین
تشنگی بخورد سوزش تشنگی دو بالا گردد و اگر درختے را باو

سیراب کریگا اور نباتات کو شاداب اور ہر قسم کے کھانے
اُس سے پختہ ہونگے اور ہر قسم کے کپڑے اُس سے دھوئے
جائینگے پس یہ آب مذکور اگرچہ فی الحقیقت از جنس آب خالص
نہیں لیکن آثار میں اُسکے ہمرنگ ہے اور منافع میں ہمسنگ
مرتبہ دوم یہ ہے کہ اُس درجہ کو مخلوط ہو کہ تلخی اور تیزی اُس کی
ذائقہ میں ایسے وجہ پر ظاہر ہووے کہ کھانا اُسکا ہر کس و ناکس
کی طبیعت پر ناگوار ہو اور اُسکے ذائقہ کی کراہت آشکار ہو
لیکن شورش تشنگی اُس سے زائل ہو سکے اور تسکین سوزش
تفتگی اُس سے حاصل ہو اور منافع میں بھی ایک قسم کا
تغیر راہ پاوے اور اُسکی تلخی کھانوں میں بھی کسی قدر پائی جائے
اور کپڑا بھی کدورت چرک سے بالکل پاک نہووے اور سرسبزی
نباتات بھی کمال رونق کو نہ پہنچے مرتبہ سوم یہ ہے کہ آب شور
آب شیریں کے ساتھ اس درجہ کا اختلاط قبول کرے کہ
تلخی اور حدت ایسی وجہ پر ظاہر و باہر ہوا اور حلاوت اور لذت
ایسی طور پر مختلف ہو کہ اُسکو اہل عرف آب شور جانیں گو کہ
ہرچند وقت ضرورت اپنے حوائج میں استعمال کریں اور
حتی الامکان اُس سے بچیں اور اُسکے استعمال سے پرہیز
اختیار کریں اور جامہ ہائے نفیسہ اُس سے نہ دھوویں اور
سیرابی اشجار لطیفہ اُس سے نہ چاہیں اگرچہ بعض نباتات کثیفہ
مثل درخت تماکو اُس سے پانی پہنچائیں اور عند الاضطرار
بوجہ من الوجوہ اُسکو استعمال میں لائیں مرتبہ چہارم یہ ہے کہ
آب شور آب شیریں کے ساتھ اس درجہ کو ملے کہ بالکل بسان
آب دریائے شور محض تلخ ہوا اور شیرینی اصل سے زائل
ہووے اور منافع آب بالکل باطل ہوئے اور اگر کوئی اُسکو
بجبر و اکراہ کسی حاجت میں حوائج سے استعمال بھی کرے
ہرگز حاجت اُسکی بر نہ آئے اور منفعت مقصود بوجہ من الوجوہ
اُس پر مرتب نہووے مثلاً اگر تشنگی کی تسکین کے لیے کھاوے
سوزش تشنگی زیادہ بڑھ جائے اور اگر کسی درخت کو اُس سے

آب بدبد درخت مذکور از اصل سوزد و اگر طعامے باو پختہ کنند
طعام مذکور محض خام ماند و اگر طعام مذکور بخورد ہر آئینہ مضرت
باو رساند پس درین صورت از جنس آب شیرین بالکل خارج شد
جائیکہ مثل این آب موجود ست طالبین آب را توان گفت
کہ آب اینجا مفقود ست اگر مسافرے مثل این آب با خود
خواہد داشت بلا ریب در میدان بے آب از شدتِ تشنگی
جان خواہد باخت چون این تمثیل واضح گردید پس بر اصل
کلام بیائیم و در تفصیل مراتب امامت حکمیہ زبان بکشائیم
پس بگوئیم اصل این آزار و تخم این خار نقصان ست در مقام
عبودیت چنانکہ در ذاتِ بابرکات امام حقیقی صفتِ نبوتِ
تامہ می نہند کہ محض رضائے ربانی را قبلہ ہمت خود ساختہ
و ہوائے نفسانی بالکل پس پشت انداختہ از استیفائے
لذائذ خود محض پاک ست و در طلب رضائے مولائے خود
بغایت چست و چالاک از مقتضیاتِ نفس بالکل دست بردار
است و از اتباعِ ہوا و ہوس محض بیزار از درون و برون
برنگ استقامت نگین ست و بوزن مناسب نگین از
ہر جانب چشم خود بستہ و از ہر سو پائے خود شکستہ رو بروے
مولائے خود نشستہ ست و علائق ما سوے اللہ رسستہ
و از محبت غیر وارستہ کہ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ
وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ
بیان شان اوست و من کان اللہ و رسولہ
احب الیہ مما سواھما تفصیل حال او بنا بر علیہ
وقتیکہ بمنصب خلافت میرسد در ابواب سیاست محض بنا بر اصلاح
حال عباد اللہ و اداے حقوق نیابت رسول اللہ مشغول می شود نہ
آرزوے حصول منفعتے بہ نسبت ذات خود در دل او میگذرد

پانی پہنچائے درخت مذکور اصل سے جل جائے اور اگر کوئی
کھانا اُس سے پکائے محض خام رہجائے اور اگر طعام مذکور کو
نوش فرمائے کچھ نفع نہ اُٹھائے بلکہ مضرت پہنچائے پس
اس صورت میں یہ پانی جنس آب شیریں سے بالکل خارج
ہوا جس جگہ کہ ایسا پانی موجود ہے طالبین آب سے کہنا چاہیے
کہ آب یہاں مفقود ہے۔ اگر کوئی مسافر ایسا پانی اپنے ہمراہ
رکھے گا بلا ریب میدان بے آب میں شدت تشنگی سے ذائقہ
موت چکھے گا جب کہ یہ تمثیل واضح ہوئی تو اصل کلام کیطرف
آتے ہیں ہم اور تفصیل مراتب امامت حکمیہ میں زبان کو چاشنی
پہنچاتے ہیں ہم اور سناتے ہیں ہم کہ اس آزار کی اصل اور اس
خار کا تخم مقام عبودیت میں نقصان ہے چنانچہ ذات بابرکات
امام حقیقی میں نبوت تامہ کی صفت رکھی ہے کہ محض رضائے
ربانی کو اپنی ہمت کا قبلہ بنا کر اور ہوائے نفسانی کو بالکل
پس پشت ڈال کر استیفائے لذائذ سے سراپا پاک ہے اور
طلب رضائے مولی میں بغایت چست و چالاک ہے
خواہش نفسانی سے بالکل دست بردار ہے اور اتباع ہوا
وہوس سے محض بیزار ظاہراً و باطناً برنگ استقامت نگین ہے
اور بوزن مناسب نگین ہر طرف سے چشم بستہ ہے اور ہر
جانب سے پائے شکستہ ہر وقت دربار یار سے دل شاد ہے
اور علائق ما سوا اور محبت غیر سے متنفر اور آزاد ہے (ترجمہ
جسنے دوستی کی اللہ کے واسطے اور دشمنی کی اللہ کے لیے
اور دیا اور نہ دیا اللہ کے واسطے بیشک اُسنے ایمان پورا کیا)
اُسکی شان کا بیان ہے (ترجمہ اور جو کوئی کہ ہو وے
اللہ اور رسول محبوب تر اسکو سوائے ان دونو کے)
اُسکے حال کی تفصیل ہے بنا بر علیہ جس وقت کہ منصب خلافت
پر پہنچتا ہے ابواب سیاست محض میں بندگان خدا کی اصلاح
اور اداے حقوق نیابت میں مشغول ہوتا ہے حصول منفعت کی
آرزو اسکی ذات کی نسبت اُسکے دل میں کبھی آتی نہیں

غبار مضرتے بدامن ہمت او میرسد مشارکت ہوائے نفسانی را در
طاعت باری از قبیل شرک میدارد و تمنی حصول مقصدے بجز رضائے
ق بہ نسبت دل اخلاص منزل خود از جنس چرک میشمارد پس لابد
یزے غیر از تربیت بندگان الٰہی و رانہ در ظاہر مطلوب باشد و نہ در
ل مرغوب لہذا امریکہ باعث انحراف از قوانین سیاست ایمانی
شدہ باعث میلان او بہ آئین سیاست سلطانی گردد اصلاً و
طلقاً در پیش نخواہد آمد بلکہ آرزوئے مثل این امر قبیح ہم در دل او
طور نخواہد کرد و او را ہیچ امرے از امور نفسانی ازین راہ ہیچگونہ نخواہد برد
اما امام حکمی از انسکہ مقتضیات نفسانیہ بالکل منزہ نیست از علائق
اسوی اللہ بالکل مبرا نہ بنا علیہ آرزوئے حصول مال و منال و جاہ و
جلال و تفوق بر اخوان و اقران و تسلط بر امصار و بلدان و پاسداری
صدقا و اقربا و بدخواہی مخالفین و اعدا و استیفا لذات جسمانیہ و
رغوبات نفسانیہ در دل او میماند بلکہ این امور مذکورہ را طلب
ہم مینماید و ابواب سیاست را وسیلہ حصول مقاصد خود میگرداند
و طریق حکومت الحکمت عملی تمنائے قلبی خود میسازد و ہمین است
سیاست سلطانی کہ ابواب سیاست ابنا بر جلب منافع و دفع مضار
خود اجرا نماید پس ہمین آرزوئے استیفائے لذات جسمانیہ مذکورہ وقتیکہ
با سیاست ایمانی مختلط میشود ہمون خلافت راشدہ مخفی میگردد و سیاست
ظاہرہ برملا و این طلب لذات نفسانیہ متفاوت میشود بحسب اختلاف
اشخاص ہمین ہوا و ہوس بر بعضے اشخاص بحدے غالب
میشود کہ ایشان را از دائرہ دین و ایمان برمی کشد و بر بعضے
ہمین قدر مسلط می شود کہ بحد فسق و فجور میرسد و بر بعضے
ہمین قدر گزند میرساند کہ ایشان را در مسلک بوالہوسان
آرام طلب منسلک میگرداند پس اختلاط این ہوا و ہوس را
با سیاست ایمانی بر چہار مرتبہ باید فہمید مرتبہ اول آنکہ

غبار مضرت کے خیال کو اُسکے دامن ہمت تک رسائی
نہیں۔ مشارکتِ ہوائے نفسانی کو اطاعتِ باری میں از قبیل
شرک جانتا ہے تمنائے حصولِ مقصود کو بجز رضائے حق
اپنے دلِ اخلاص منزل کی نسبت از جنسِ چرک پہچانتا ہے
جو چیز کہ بندگانِ الٰہی کے منافی ہے بالضرور اُسکو نہ ظاہر میں
مطلوب ہے اور نہ دل میں مرغوب فلہذا جو امر کہ قوانین سیاست
ایمانی سے انحراف کا باعث ہوا اور آئینِ سیاستِ سلطانی
کی طرف میلان کا سبب ہو اُس سے اصلاً و مطلقاً در پیش
نہ آئیگا بلکہ اس امرِ قبیح کی آرزو کا خطرہ بھی اُسکے دل میں نہ
گزریگا اور اسکو کوئی امر منجملہ امور نفسانی اس راہِ حقانی سے
دوسری طرف نہ لیجائیگا لیکن امامِ حکمی از انسکہ مقتضیاتِ
نفسانی سے بالکل منزہ نہیں اور علائق ماسوی اللہ سے
مبرا نہیں اسلیے آرزوئے حصولِ مال و منال جاہ و جلال
اور تمنائے تفوق اخوان و اقران اور تسلط امصار و بلدان و
پاسداری اصدقا و اقربا اور بدخواہی مخالفین و اعدا اور
استیفائے لذاتِ جسمانیہ و مرغوباتِ نفسانیہ اسکے دل میں
رہتی ہے بلکہ ان امور مذکورہ کا طالب بھی ہوتا ہے اور ابواب
سیاست کو اپنے حصولِ نفع اور دفعِ ضرر کی بنا پر جاری کرتا ہے
پس یہی لذاتِ جسمانیہ کے پورے حاصل ہونے کی آرزو
جس وقت سیاست ایمانی کے ساتھ مختلط ہوتی ہے
خلافتِ راشدہ مخفی اور سیاستِ ظاہرہ برملا ہوتی ہے
اور یہ طلب لذاتِ نفسانیہ بحسب اختلاف اشخاص متفاوت
ہوتی ہے یہی ہوا و ہوس بعض اشخاص پر اس درجہ کو غالب
ہوتی ہے کہ اُسکو دائرہ دین و ایمان سے نکالتی ہے اور بعض پر
اسی قدر غالب آتی ہے کہ حدِ فسق و فجور کو پہنچاتی ہے اور
بعض کو اسی قدر گزند پہنچاتی ہے کہ سلک بوالہوسان آرام طلب
میں منسلک کرتی ہے سو اس ہوا و ہوس کا اختلاط سیاست
ایمانی کے ساتھ چار مرتبہ پر خیال کرنا چاہیے مرتبہ اول یہ ہے

طالب لذاتِ نفسانی باشد باوجود پاسداری ظاہر شرع
یعنی ظاہر شرع را از دست ندہد و براہ اہل فسق و فجور و ارباب
تعدی و جور نرود اما مساعی راحت رسانی نفس خود بوجہے
بجا آرد کہ ظاہر شرع آن را از مباحات می شمارد و این را سلطنت
عادلہ میگویم و مرتبۂ ثانیہ آنکہ طلب لذائذ نفسانی و خواہش
راحتِ جسمانی آن قدر غلبہ کند کہ گاہ گاہ باستیفار لذات از حیطۂ
ظاہر شرع بیرون شود و براہ فاسقانِ بیباک و ظالمانِ سفاک
رود و باز بران ندامت نکشد و ازان تائب نگردد و این
را سلطنت جابرہ میگویم و مرتبۂ ثالثہ آنکہ اتباعِ نفس بر وے
بحدے غالب شود کہ فاسق یگانہ گردد و عیاشِ زمانہ
دادِ تکبر و تجبر دہد و بنیادِ ظلم و تعدی نہد و در دقائقِ تعیش
فکر نماید و مراتبِ تفرج را بکمال رساند و قوانین فسق و فجور
و آئین تعدی و جور در مقابلۂ ملت و شواہدِ سنت فراہم
آرد و آن را از جنس ہنر و کمال خود شمارد و این را سلطنت
ضلالت میگویم مرتبۂ رابعہ آنکہ آئین ساختہ و پرداختہ خود
را بر قوانین شرع متین ترجیح دہد و راہ و روشِ ملت و
سنت را اہانت نماید و بردّ و قدح و اعتراض و استہزار
بران متوجہ گردد و محاسن و منافع آئین شمارد و شرع
را محض ہرزہ گردی و بیہودہ سرائی مثل سخنانِ
عام فریب میدارد و احکام ملکِ علام و سنتِ
سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام را از جنس
مزخرفات احمق فریب و نادان پسند قرار دہد و بنیاد
الحاد و زندقہ نہد و این را سلطنت کفر میگوئیم پس این
مراتب چہارگانہ را در ضمن تنبیہات اربعہ ذکر مینمائیم

تنبیہ اول در ذکرِ سلطنت عادلہ

باوجود پاسداری ظاہر شرع طالب لذاتِ نفسانی ہو یعنی
ظاہر شرع کو ہاتھ سے نہ دے اور اہل فسق و فجور اور ارباب
تعدی و جور کا طریق نہ اختیار کرے لیکن اپنے نفس کی راحت
رسانی کا سامان ایسے طور پر بجا لائے کہ ظاہر شرع اسکو مباحات سے
جانے اور اسکا ہم سلطنت عادلہ نام رکھتے ہیں مرتبہ ثانیہ
یہ ہے کہ لذائذ نفسانی کی طلب اور راحت جسمانی کی خواہش
اُس قدر غلبہ کرے کہ کبھی کبھی حصول لذائذ کی وجہ سے احاطہ
ظاہر شرع سے باہر جائے اور فاسقان بے باک اور ظالمان
سفاک کی راہ کیطرف قدم رکھے اور پھر اُسپر ندامت کا خیال
نکرے اور اُس فعل ناشائستہ سے تائب نہووے اسکو ہم
سلطنت جابرہ کہتے ہیں مرتبہ ثالثہ یہ ہے کہ اتباع نفس اُسپر
اُس حد تک غالب ہووے کہ فاسق یگانہ ہو جاوے اور عیاشِ
زمانہ بنجاوے دادِ تکبر و تجبر دے اور بنیادِ ظلم و تعدی قائم کرے
دقائق تعیش میں فکر کرے اور مراتب تفرج کو کمال پر پہنچاوے
قوانین فسق و فجور اور آئین جور و ستم کو مقابلہ ملت اور شواہد
سنت میں فراہم کرے اور اُسکو اپنے ہنر و کمال کی جنس سے
شمار کرے اسکو سلطنت ضلالت کہتے ہیں مرتبہ رابعہ یہ ہے
کہ اپنے بنائے ہوئے اور تراشے ہوئے آئین کو قوانین
شرع متین پر ترجیح دے اور ملت و سنت کی راہ روش کی
اہانت کرے اور بکمال رد و قدح اور اعتراض اور استہزا کے
ساتھ اُسپر متوجہ ہووے اور اپنے آئین کی خوبیاں اور اُسکے
منافع بیان کرے اور شرع شریف کو محض ہرزہ گردی اور
بیہودہ سرائی مثل سخنان عام فریب تصور کرے احکام حضرت
ملک علام اور سنت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو از جنس
مزخرفات احمق فریب نادان پسند قرار دے اور الحاد و
زندقہ کی بنیاد جمائے اسکو سلطنت کفر کہنا چاہیے پس ان
مراتب چہارگانہ کو تنبیہات اربعہ کے ضمن میں ہم بیان کرتے ہیں

تنبیہ اول سلطنت عادلہ کے بیان میں

باید دانست کہ مراد از سلطانِ عادل درین مقام آنست
کہ حُبِ ازدیادِ جاہ وجلال وعزّ واقبال وآرزوے
حصول معنیٔ امتیاز درمیان اقران واخوان وتمناے
منصب تسلط بر قری وبلدان وخواہشِ فرمانروائی
وکشور کشائی وتفوق بر اصاغر واکابر واجتماع جنود
وعساکر وبقاء نام ونشان تا انقضاے ادوار وازمان
ووفور خزائن ودفائن وخیالِ پرورشِ دوستان
وسرزنشِ دشمنان وہوسِ استیفاءِ لذاتِ نفسانی و
درجاتِ جسمانی از عماراتِ بلند وبساتینِ طبیعت پسند
واطعمۂ لذیذہ والبسۂ نفیسہ واسپہاۓ خوش رفتار
واسلحۂ کارزار ودیدنِ بہار گلعذار وچیدنِ میوہ ہاے
اشجار ومعاشرتِ معشوقِ نازانداز ومصاحبت
محبوباتِ طناز وعقد محافل طرب ونشاط ومجالس
سرور وانبساط ومجالستِ ہمنشینانِ سخن سنج وبسر کردن
عمرے بے کلفت ورنج وامثال این امور از قسم ہوا و
ہوس در دل میدارد وآن را ثمرۂ سلطنتِ خود می شمارد
وطلبِ آن بہر وجہ میکند ودر جستجوے آن بہر سو میدود
امّا در استیفاء لذاتِ مذکورہ ظاہر شرع از دست نمیدہد و
در تمامی این تگاپو در اثناے این جستجوے از احاطۂ دین
متین قدم بیرون ننہد بالجملہ اقتضاے نفس امّارہ او را باین
حد میکشد کہ از راہ ظاہر شرع سر او دور تر برد وتفصیلش آنکہ بسیارے
از احکامِ اعمال واموال در شرع براے امام مفوض میباشد
دران مقدمات کہ در شرع شریف حکمے مصرح نیست
بلکہ آنچہ امام وقت دران مقدمات حکم فرماید
ہمان ست حکم شرع امّا احکامیکہ متعلق باعمال ست

جاننا چاہیے کہ مراد سلطانِ عادل سے اس مقام میں وہ ہے کہ
جاہ وجلال کی زیادتی کی تمنا اور عزّت واقبال کی خواہش
اور عزیز واقارب میں بڑے ہونے کا خیال اور گانوں اور
شہروں پر تسلط کرنے کی حسرت اور فرمانروائی اور کشورکشائی
کی رغبت اور چھوٹوں بڑوں پر تفوق کا ارمان اور بڑے
بڑے لشکروں کی اجتماع کا دھیان اور نام ونشان کے بقا
کی ہوس اور زمانے کے ہمیشہ رہنے کی حرص اور خزائن او
دفائن کی زیادتی کا تردد اور دوستوں کی پرورش اور
دشمنوں کی سرزنش کا خیال اور لذاتِ نفسانی وجسمانی
کے فوت ہونے کا ملال اور عماراتِ بلند وبساتینِ دل پسند کا
ہر وقت دل میں اندیشہ اور طعمہ ہائے لذیذہ اور لباس ہائے
نفیسہ کا دل میں خطرہ اور اسپہائے خوش رفتار اور اسلحۂ
کارزار کی دوستی اور بہار گلزار کے دیدار کی حُب اور
درختوں کے میوے چُننے کی خواہش اور معشوقانِ پر ناز
کی ہوا وہوس اور محافلِ طرب ونشاط اور مجالس سرور
انبساط کا تعلق اور ہم نشینانِ سخن سنج کا تملق اور عمر کو
ہمیشہ بے کلفت ورنج میں بسر کرنے کا حیلہ اور ان کے
مثل بہت سے امور دل میں رکھتا ہے کہ اسکو اپنی سلطنت کا
ثمرہ جانتا ہے اور اُسکی طلب ہر وجہ پر کرتا ہے اور اُسکی جستجو
میں ہر طرف دوڑتا ہے لیکن استیفاے لذاتِ مذکورہ میں
ظاہر شرع کو ہاتھ سے نہیں دیتا ہے اور باوجود امورِ
مذکورہ کے جستجو کے احاطۂ دینِ متین سے قدم باہر نہیں رکھتے
بالجملہ نفسِ امارہ کی خواہش اُسکو اس حد تک نہیں کھینچتی ہے
کہ شرع سے اُسکو دور لیجائے تفصیل اسکی یہ ہے کہ اکثر
اعمال اور اموال کے احکام شرع شریف میں راے امام پر
اُن مقدمات میں سونپے جاتے ہیں کہ شرع شریف میں کوئی
حکم مصرح نہیں بلکہ جو کچھ امام وقت اُن مقدمات میں حکم فرمائے
وہی حکم شرع ہے لیکن وہ احکام کہ افعال کے ساتھ متعلق ہیں

مثل تعیین مقدار تعزیر چہ گناہیکہ حد شرعی بران
معین نیست طریق تعزیر آن مفوض ست برراے امام
بسا است کہ جرمے واحد از چند کس صادر گردیدہ و امام
وقت یکے را ضرب و حبس میفرماید و دیگرے را تذلیل
و تشہیر و در حق کسے بسلب منصب اکتفا میفرماید
و در حق دیگرے بر مجرد اظہار بے اعتنائی و این ہمہ
راست و درست ست و در ظاہر شرع جائز حکم او درین
مقدمات واجب الادا ست و اعتراض برو خارج از
ایمان ست و ازان جملہ است تفویض خدمات کہ یکے را
بہ پایہ بلند میرساند و دیگرے را فروتر ازان و کسے را در
پہلوے خود می نشاند و دیگرے را بعید تر ازان و کسے را
افسر افسران می گرداند و دیگر را از احاد سپاہیان و درین
مقدمات اعتراضے از جانب شرع برو متوجہ نیست و ملامتے
باو عاید نہ بلکہ ہر کہ در امثال این مقدمات برو اعتراض
نماید و زبان طعن برو کشاید ہمانست عاصی مردود و
باغی مطرود و آزان جملہ است قتل سیاست یعنی بعضے
اقسام جرم ست کہ اگر آن جرم از شخصے صادر گردد پس
ہر چند صدور جرم مذکور خواہ مخواہ شرعاً مقتضی قتل
او نیست فاما اگر راے امام بقتل او امر فرماید پس امام
را جائز ست کہ او را بقتل رساند و آزان جملہ است
ابواب صلح و جنگ بسا کافر مرید و جابر عنید ست کہ امام
با او راہ مساہلت می پوید و بسا مومن عاصی و مسلم باغی ست
کہ امام با او جنگ میجوید کسے را با او درین مصالحت و محاربت
مجال قیل و قال نیست و محل بحث و جدال نہ
آری احکامے کہ متعلق با موال ست پس تفصیلے دارد بس طویل

مثل تعیین مقدار تعزیر کیونکہ جو گناہ کہ حد شرعی اُسپر متعلق نہیں
اُسکے تعزیر کا طریق راے امام پر مفوض ہے بسا اتفاق ہوا کہ
ایک جرم چند آدمیوں سے صادر ہوا اور امام وقت ایک کو
ضرب و حبس فرماتا ہے اور دوسرے کو تذلیل و تشہیر
کرتا ہے اور کسی کے حق میں اُسکے سلب منصب پر اکتفا
فرماتا ہے اور کسی کے حق مجرد اظہار پر بے اعتنائی
کام میں لاتا ہے اور یہ سب راست و درست ہے اور
ظاہر شرع میں جائز حکم اُسکا ان مقدمات میں واجب الادا
ہے اور اعتراض اُسپر خارج از ایمان ہے۔ اور ازانجملہ تفویض
خدمات ہے کہ ایک کو پایۂ بلند پر پہونچاتا ہے اور دوسرے کو
اُس سے کم مرتبہ دیتا ہے اور کسی کو اپنے پہلو میں بٹھاتا ہے
اور کسی کو اُس سے دور جاے دیتا ہے اور کسی کو افسر افسران
گردانتا ہے اور کسی کو سپاہیوں میں سے ایک سپاہی
مانتا ہے سو ان مقدمات میں کوئی اعتراض جانب شرع سے
اُسپر وارد نہیں ہوتا ہے اور کوئی ملامت اُسکی طرف عائد
نہیں ہوتی بلکہ جو کوئی ایسے مقدمات میں اُسپر اعتراض کرے
اور زبان طعن اُسپر کھولے وہی عاصی مردود اور باغی
مطرود ہے۔ اور ازانجملہ قتل سیاست ہے یعنی بعض
قسم کے جرم ہیں اگر وہ جرم کسی شخص سے صادر ہووے
پس ہر چند اُس جرم مذکور کا صادر ہونا خواہ مخواہ شرعاً اُسکے
قتل کا مقتضی نہیں لیکن اگر راے امام اُسکے قتل کے واسطے
امر فرماوے تو امام کو جائز ہے کہ اُسے قتل کو پہنچاوے۔ اور
ازانجملہ ابواب صلح و جنگ میں بہت سے کافر مرتد اور جابر
عنید (سرکش) ہیں کہ امام اُسکے ساتھ نرمی کی چال چلتا ہے اور بہت سے
مومن عاصی اور مسلمان باغی ہیں کہ امام اُنکے جنگ و جدل کے
ساتھ کان ملتا ہے سو کسی کو اُسکے ساتھ اس مصالحت اور
محاربت (لڑائی) میں مجال قیل و قال نہیں اور محل بحث و جدال نہیں
لیکن جن احکام کا تعلق اموال کے ساتھ ہے اُنکی تفصیل بہت طویل ہے

این قدر بالاجمال درین مقام باید شنید کہ در صرف مال
بیت المال سوائے تقسیم غنیمت رعایت مساوات
جمیع مسلمین بر ذمہ او واجب نیست یکے را از ہزاران ہزار
دراہم و دنانیر بکمشت می بخشد و دیگرے را یک خرمہرہ
ہم نمی دہد حالانکہ آن محروم را نہ دعوائے استحقاقے بر امام
میرسد و نہ ایراد اعتراضے بلکہ کسے کہ در امثال این مقدمات
برو معترض شود و دست خود از اطاعت او بیرون کشد
پس ہمان ست از بارگاہ حق طرید و از مساحت قرب بعید
بالجملہ امثال این مقدمات و اشباہ این معاملات کہ بر
رائے امام وقت مفوض ست بسیار از بسیار ست کہ نمونہ
ازان درین مقام ذکر کردہ شد و ان شاء اللہ اکثر ابواب
این معاملات مع دلائل و شواہد در باب ثانی و ثالث
بالاستیعاب مذکور خواہد گردید و مقصود درین مقام
آنست کہ خلیفہ راشد ہم در مقدمات مذکورہ خود را داخل میدہد
و سلطان عادل ہم اما تصرفات خلیفہ راشد مبنی ست
بر تربیت بنی آدم و اصلاح حال عالم و امتثال احکام
ربانی و اتباع الہام رحمانی این معاملات گوناگون
و مقدمات بوقلمون کہ ازو صادر میگردد و این احکام
رنگارنگ کہ ازو ظاہر می شود ہمہ بملاحظہ انتظام اُمت
و انتفاع ملت ست اگر کسے را اکرام فرماید نہ بنا بر
پاسداری علاقہ صداقت و قرابت اُمت و اگر دیگرے
را اہانت می نماید نہ بنا بر انتقام مخالفت و عداوت ہر چیزے
را کہ باعث انتظام امت و انتفاع ملت می انگارد ہمون را
بجان و دل بجا می آرد و ہر کسے را کہ لائق خدمتے می پندارد خدمت
مذکورہ باوے می سپارد خواہ محب صمیمی باشد خواہ عدو قدیمی

اس قدر بالاجمال اس مقام میں سُن لینا چاہیے کہ صرف مال بیت المال
میں سوائے تقسیم غنیمت تمام مسلمانوں کی مساوات کی رعایت اسکے
ذمہ پر واجب نہیں کسی کو ہزاروں دراہم و دینار ایک مشت
بخشتا ہے کسی کو ایک خرمہرہ بھی نہیں دیتا ہے حالانکہ اُس
محروم کو نہ دعوائے استحقاق امام پر پہنچے اور نہ اُسپر اعتراض
کی گنجائش بلکہ جو کوئی ان جیسے مقدمات میں اُسپر معترض ہوتا ہے
اور اپنے ہاتھ کو اُسکی اطاعت سے باہر کھینچتا ہے وہی بارگاہ
حق سے طرید ہے (نکالا ہوا) اور مساحت قرب سے بعید بالجملہ اس قسم
کے مقدمات اور اس طرح کے معاملات کی رائے امام وقت
پر مفوض ہیں بسیار از بسیار ہیں کہ اُن میں سے نمونے کے
طور پر اس مقام پر مذکور ہوئے اور ان شاء اللہ ان معاملات
کے اکثر ابواب مع دلائل و شواہد باب ثانی اور ثالث میں
بالاستیعاب مذکور ہونگے اور مقصود اس مقام میں یہ ہے کہ
مقدمات مذکورہ میں خلیفہ راشد بھی اپنے تئیں دخل دیتا ہے
اور سلطان عادل بھی لیکن خلیفہ راشد کے تصرفات
تربیت بنی آدم اور اصلاح حال عالم اور بجا آوری احکام
ربانی اور اتباع الہام رحمانی پر مبنی ہیں۔ یہ معاملات
گوناگوں اور مقدمات بوقلموں کہ اُس سے صادر ہوتے ہیں
اور یہ احکام رنگارنگ کہ اُس سے ظاہر ہوتے ہیں جملہ
بملاحظہ انتظام اُمت اور انتفاع ملت ہیں۔ اگر کسی کی
عزت کرے تو یوں نہ خیال کرنا چاہیے کہ اُسکو کسیکی دوستی
اور قرابت کی پاسداری منظور ہے اور اگر کسی کی اہانت
چاہے تو یوں کسی کے جی میں نہ آئے کہ وہ عداوت اور
مخالفت کی انتقام میں معذور ہے غرض جس چیز کو کہ
باعث انتظام اُمت اور سبب انتفاع ملت جانتا ہے
بجان و دل اُسکی بجا آوری میں اپنی سخاوت پہچانتا ہے
اور جس کسی کو کہ لائق کسی خدمت کے تصور کرتا ہے
خدمت مذکورہ اسکو سونپتا ہے خواہ محب صمیمی ہو خواہ عدو قدیمی

واما سلطانِ عادل پس ہر چند در ہمین امور مذکورہ تصرف می نماید نہ در تغیرِ احکامِ ملت و آثار سنت فاما درین احکام مختلفہ جانبِ مقتضیاتِ نفسانی خود رعایت میکند مثلاً یک جرم از دو کس صادر شدہ وآن جرم از آن قبیل نیست کہ حدے از حدود شرعیہ بر و معین باشد بلکہ از آن جنس است کہ در عوضِ آن تعزیرے لازم میگردد پس در حق یکے بضرب و حبس حکم صادر گردید و در حق دیگرے بر مجرد بے اعتنائی اکتفا کردہ شد پس خلیفہ راشد درین اختلاف حکم صلاحِ حال ایشان را مرعی میدارد و وقتے کہ دانست کہ شخصِ اول بدون حبس و ضرب براہ راست نخواہد آمد و شخصِ ثانی بمجرد اظہار بے اعتنائی ہم درست خواہد گردید و اگر او را اہانتے زائد رسانند ممکن کہ حمیتِ جاہلیت و انگیز حال او میگردد و نوبت تا بہ تلفِ جان او کشد بنا بران آنرا تعزیر شدید میفرماید و این را تعزیر خفیف سلطان عادل را در اختلاف این حکم گاہ گاہ این معنی ہم باعث میشود کہ بہ طبیعت بر شخص اول پر غضب بود و انتقام طلب اما چون الزامِ شرعی برو نمی یافت بر انتقامِ او ہمت نمی گماشت لکن راہِ الزام برو می جست و عزمِ انتقام در دل می نہفت چون الزامِ شرعی برد متوجہ گردید فی الفور او را تعزیر شدید کشید چون درمیان خلافت راشدہ و سلطنت عادلہ امتیاز واضح گردید پس باید دانست کہ از قوام سلطنت عادلہ ہر چند بظاہر شرع شریف منفعتے میرسد لیکن بباطن شرع مضرتے عاید میگردد چہ احیاناً بہ اکابر امت درین صورت گزندے میرسد و سیرتِ پیغمبر علیہ السلام در باب تہذیبِ اخلاق و حُسنِ خلق و اخلاص فی العمل و خیر خواہی

رہا سلطانِ عادل پس ہر چند انھیں اُمور مذکورہ میں تصرف کرتا ہے نہ تغیرِ احکامِ ملت اور آثارِ سنت میں لیکن ان احکام مختلفہ میں اپنی خواہش نفسانی کی جانب رعایت رکھتا ہے مثلاً ایک جرم دو آدمیوں سے صادر ہوا اور وہ جرم اس قبیل سے نہیں کہ کوئی حد حدود شرعیہ سے اُسی پر معین ہو بلکہ اس جنس سے ہے کہ اُسکی عوض میں کوئی تعزیر لازم ہوتی ہے پس ایک کے حق میں ضرب و حبس کے ساتھ حکم صادر ہوا اور دوسرے کے حق میں مجرد بے اعتنائی پر اکتفا کیا گیا پس خلیفہ راشد اس اختلاف حکم میں اُنکے حال کے اصلاح کی رعایت رکھتا ہے جس وقت کہ جانا کہ شخص اول بدون ضرب و حبس راہِ راست پر نہ آئیگا اور شخص ثانی بمجرد اظہار بے اعتنائی بھی درست ہوگا اور اگر اُسکو اہانت زائد پہنچائیں ممکن کہ حمیت جاہلیت و انگیز حال ہووے اور نوبت تا بتلف جان کھنچے بنا براں اسکو تعزیر شدید فرماتا ہے اور اسکو تعزیر خفیف پہنچاتا ہے سلطان عادل کو اختلاف اس حکم میں کبھی کبھی یہ معنی بھی باعث ہوتے ہیں کہ طبیعت سے شخص اول پر پر غضب اور انتقام طلب ہوئے لیکن جو الزام شرعی اُسپر نہیں پاتا اُسکے انتقام پر ہمت کو کام نہیں فرماتا لیکن راہ الزام اُسپر تلاش کرتا ہے اور عزم انتقام دل میں چھپاتا ہے جس وقت الزام شرعی اُسپر متوجہ ہوا فی الفور اُسکو تعزیر شدید میں کھینچا۔ جب کہ فیما بین خلافت راشدہ و سلطنت عادلہ امتیاز واضح ہووے تو معلوم کرنا چاہیے کہ اقوام سلطنت عادلہ سے ہر چند بظاہر شرع شریف ایک قسم کی منفعت پہنچتی رہتی ہے لیکن باطن شرع میں ایک طرح کی مضرت عائد ہوتی ہے کیونکہ احیاناً بزرگان اُمت کو اس صورت میں ایک طرح کا گزند پہنچتا ہے اور سیرت پیغمبر علیہ السلام تہذیب اخلاق اور حُسن خلق اور اخلاق فی العمل اور خیر خواہی

خلق اللہ و تربیت عباد اللہ و تعظیم کبرائے امت و عظمائے
ملت کہ باعتبار فضائل دینیہ و کمالات شرعیہ واجب التعظیم
والتوقیر اند برہم میشود و منتہائے ہمت اہل ان زمان ہمین
یادگرفتن چندے از مسائل فقہیہ میشود تا باین حیلہ جان
خود را از گزند سلطان وقت محفوظ دارند و بدخواہ را
باآن ملزم و مفحم گردانند پس گزندے عظیم بروح شرع
ازو میرسد اگرچہ قالب شرع قائم می نماید بنابران این را
بملک عضوض یعنی سلطنت گزندہ ملقب فرمودہ اند
جائیکہ بوجود آن بعد انقضائے خلافت راشدہ اشارت
نمودہ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہذا الامر بدء
نبوۃ و رحمۃ ثم یکون خلافۃ و رحمۃ ثم ملکا
عضوضا و نیز باید دانست کہ سلطنت عادلہ دو قسم
است اعلیٰ و اسفل زیرا کہ پاسداری ظاہر شرع کہ لازمہ
سلطنت عادلہ است یا بنا بر خوف خالق ست یا بنا بر
پاس مخلوقات پس اول اعلیٰ ست و ثانی اسفل بیانش
آنکہ سلطان عادل کہ پاسداری ظاہر شرع میکند و از حیطہ
آن قدم بیرون نمی نہد باعث این پاسداری یا این امر ست
کہ مالک علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق را شاہ شاہان و
دستگیر ہر عاجز و ناتوان و قادر بر قلیل و کثیر و قادر بر صغیر و کبیر
می پندارد و خود را مقہور قدرت او می انگارد و بالیقین
میداند کہ روزے در محکمہ حساب بحضور رب الارباب
حاضر شدنی ست و پاداش گستاخی و شوخ چشمی بلاریب
کشیدنی بحضور او بادشاہ ذوی الاقتدار و مسکین ذوی الاضطرار
برابر اند و عدالت او بر ہر بزرگ و خرد جاری و تجبر و تکبر و
ظلم و جور و فسق و فجور باعث نکبت و وبال ست

خلق اللہ اور تربیت عباد اللہ اور تعظیم بزرگان امت
اور پیشوایان ملت کے بارے میں کہ باعتبار فضائل دینیہ
و کمالات شرعیہ واجب التعظیم اور قابل توقیر ہیں برہم ہوتی
ہے اُس زمانے والوں کی ہمت کا منتہا انھیں چند
مسائل فقیہ کا یاد کرنا ہے تو اس حیلہ سے اپنی جان کو
سلطان وقت کی ایذا اور آزار سے محفوظ رکھیں اور
بدخواہ کو اُسکے ساتھ ملزم اور ساکت کریں پس ایک گزند
عظیم روح شرع کو اُس سے پہنچتا ہے اگرچہ قالب شرع
قایم معلوم ہوتا ہے اسی لیے اسکو ملک عضوض یعنی سلطنت
گزندہ فرمایا ہے اُس مقام پر کہ خلافت راشدہ کے گزرنے
کے بعد اُسکے وجود کی طرف اشارہ کیا ہے فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ تحقیق یہ امر شروع ہوا
نبوت اور رحمت پھر ہوئی خلافت اور رحمت پھر بادشاہی
سختی کی) اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ سلطنت عادلہ دو
قسم پر ہے۔ اعلیٰ اور اسفل اسلیے کہ ظاہر شرع کی پاسداری
جو سلطنت عادلہ کے واسطے لازم ہے یا خوف خالق کی
بنا پر ہے یا پاس مخلوقات کی وجہ سے ہے پس اول اعلیٰ ہے
اور ثانی اسفل۔ بیان اسکا یہ ہے کہ سلطان عادل جو ظاہر
شرع کا پاسدار ہے اور اُسکے احاطہ سے قدم باہر نہیں رکھتا
باعث اس پاسداری کا یا تو یہ امر ہے کہ ملک علی الاطلاق
اور مالک بالاستحقاق کو شاہ شاہاں اور دستگیر ہر عاجز و ناتواں
اور قادر بر قلیل و کثیر اور قادر بر صغیر و کبیر جانتا ہے اور اپنے
تئیں مقہور قدرت پہچانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ ایک
روز محکمہ حساب بحضور رب الارباب حاضر ہونا ہے اور
شوخ چشمی اور گستاخی کی پاداش بلاریب کھینچنی ہے اُسکے
حضور میں بادشاہ ذوی الاقتدار اور مسکین ذوی الاضطرار
برابر ہیں اُسکی عدالت ہر بزرگ اور خرد پر جاری ہے تکبر
اور تجبر ظلم اور ستم فسق اور فجور نکبت اور وبال کا باعث ہے

وجالب تعذیب ونکال ظالم وستمگار ودر رکات نار
گرفتار ست وسرکش خود پسند بحضور او بغایت ذلیل وخوار
بناءً علیہ ہرچند نفس امارہ او را بمیدان ضلالت می کشد
فاما خوف الٰہی دستگیری او میکند واو را مثل شتر
بے مہار نمیگزارد بلکہ اگر گاہے بمقتضاے بشریت
چپ وراست میرود ہمون خوف دست او گرفتہ
کشان کشان براہ راست می آرد پس استیفاء
مقتضیات نفسانیہ تا بحد اجازت شرعیہ میکند وبس
ہرچند سوزش خشم میخواہد کہ دست تعدی بر عاجز
ناتوان دراز کند فاما از خوف مجازات آن خود را جبراً و
کرہاً باز میدارد تا وقتیکہ الزام شرعی بروے آید ہمان
وقت کینہ دیرینہ خود را می برآرد وہرچند دل او در
عشق معشوقہ پیچ وتاب می خورد وشوق اضطرار
وصال بحد اضطراب میکشد اما تا وقتیکہ عقد نکاح
متحقق نمی شود ہرگز پیرامون وصال او نمیگردد
آرے در طلب نکاح او ہر سو میدود وبہر راہ می دود
خواہ اوقات عزیزہ دران مصروف گردد خواہ اموال
خطیرہ وہمچنین ہرچند نفس او تقاضاے اظہار عادات
اہل تجبر وتکبر می نماید فاما حدیث الکبریاء ردائی
والعظمۃ ازاری را ملاحظہ میفرماید پس ہر قدر
کہ از امتیاز خود نشست وبرخاست ورفتار وگفتار
مباح شرعی باشد اکتفا میکند واز عادات کاسرہ وقیاصرہ
بلکہ سائر جبابرہ کہ از قبیل محرمات شرعیہ است باز می ماند
پس ہرچند سیرت انبیاء وخلفاء راشدین راست راست
بر آئین او منطبق نیست فاما اعتراض شرعی ہم بروے متوجہ

اور تعذیب ونکال کا سبب ہے ظالم اور ستمگار درکات
نار میں گرفتار ہے اور سرکش خودپسند اسکے حضور میں نہایت
ذلیل وخوار ہے بناءً علیہ ہرچند نفس امارہ اسکو میدان
ضلالت میں لاتا ہے لیکن خوف الٰہی اسکی دستگیری فرماتا
اور اسکو شتر بے مہار کی طرح نہیں پھراتا ہے بلکہ اگر کبھی
بمقتضاے بشریت چپ وراست جاتا ہے وہی خوف
اسکا ہاتھ پکڑ کر کشاں کشاں راہ راست پر پہنچاتا ہے
پس حصول خواہش نفسانی خارج از حد اجازت شرعیہ
نہیں ہوتا اور بس ہرچند غصہ کی سوزش اس بات کی مقتضی
ہوتی ہے کہ ظلم وستم کا ہاتھ کسی عاجز ناتوان پر دراز کرے
لیکن خوف مجازات ومکافات سے اپنے تئیں جبراً وکرہاً
باز رکھتا ہے جس وقت کہ الزام شرعی اسپر آتا ہے اس وقت
اپنا کینہ دیرینہ ظاہر کرتا ہے اور ہرچند اسکا دل کسی معشوقہ
محبوبہ کے عشق میں پیچ وتاب کھاتا ہے اور شوق اضطرار
وصال حد اضطراب تک کھینچتا ہے لیکن تا وقتیکہ عقد
نکاح متحقق اور ثابت نہیں ہوتا ہے ہرگز اسکے وصال
کے پاس تک نہیں پھٹکتا ہاں اسکے نکاح کی طلب میں
ہر طرف دوڑتا پھرتا ہے اور ہر راہ سے سعی کرتا ہے کہ مقصود
دل برآوے اور نہال وصال سے پھل کھاوے خواہ اوقات
عزیزہ اسمیں مصروف ہووے خواہ اموال خطیرہ۔ اور
ایسے ہی ہرچند اسکا نفس اہل تجبر وتکبر کی عادات کے اظہار
کا تقاضا کرتا ہے لیکن حدیث (ترجمہ بڑائی میری چادر ہے
اور عظمت میری ازار) کو دیکھکر ڈرتا ہے پس جس قدر کہ
امتیاز اپنی سے نشست وبرخاست رفتار وگفتار میں مباح
شرعی ہو اکتفا کرتا ہے اور جابرین ومتکبرین کے عادات
سے کہ منجملہ محرمات شرعیہ ہے باز رہتا ہے ہرچند سیرت
انبیاء اور طریقہ خلفاء راشدین راست راست اسکے آئین و
قوانین پر منطبق نہیں لیکن اعتراض شرعی بھی اس پر وارد نہیں ہوتا

پس گویا کہ اصل شعلۂ ایمان در دلِ وا فروختہ ست
فاما دودِ ہوا و ہوس با او آمیختہ و برقِ یقین بر دلِ او
درخشندہ فاما ظلمتِ تغیرِ نیت او را پوشیدہ کرد روی
عن حذیفۃؓ انہ قال قلت یا رسول اللہ ھل بعد
ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذلک
الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ قال
یستنون بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدیی مراد از خیر اول
زمانِ نبوت و خلافتِ راشدہ است و مراد از
شر افتراقِ اُمت ست و مراد آخر زمانِ خلافت
راشدہ و مراد از خیر ثانی قیامِ سلطنت عادلہ است
وکلمۂ دخن و مابعدِ آن اشارت ست بآنکہ این حکومت
سلطنت ست نہ حکومت خلافتِ راشدہ ہمین
سلطنت را سلطنتِ کاملہ میگویم یا پاسداری ظاہر
شرع بہ این وجہ باشد کہ ہر چند خوفِ الٰہی باین
حد نمی دارد کہ مانعِ نفسِ امارہ می تواند شد فاما
شرمِ مخلوقات دامن او را نمی گزارد کہ نفسِ امارہ
او را از حیطۂ شرع بر آرد و باعثِ این شرم
مختلف می باشد گاہے باین وجہ متحقق می شود کہ
در اقلیمے کہ سلطنتِ او قائم گردیدہ اعزۂ آن اقلیم
متدین باشند و متمسک بظاہرِ شرع یا تشرع در آن
اقلیم بطریقِ رسم و عادات جاری باشد کہ ہر کس و
ناکس متمسک باشد و ہر مومن و منافق بآن مقید بنا بر علیہ
سلطانِ مذکور میداند کہ اگر مخالفت ظاہرہ باشرعِ
شریف خواہد کرد ہر آئینہ در جمہورِ انام بدنام
خواہد گردید یا بلوائے عام از خواص و عوام بر سرِ او

پس گویا کہ اصل شعلۂ ایمان اُسکے دل میں افروختہ ہے
لیکن ہوا و ہوس کا دھواں اُسکے ساتھ ملا ہوا ہے اور برقِ
یقین اُسکے دل پر روشن اور درخشندہ ہے لیکن تغیر
نیت کی ظلمت اور تاریکی نے اُسکو چھپایا ہے چنانچہ
حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے (ترجمہ کہا میں نے دریافت
کیا رسول اللہؐ سے آیا اس بھلائی کے بعد بُرائی ہے فرمایا
ہاں اور میں نے عرض کیا کہ اس بُرائی کے بعد بھی بھلائی
ہے فرمایا ہاں اور اسمیں خرابی ہے میں نے کہا کہ خرابی
کیا ہے فرمایا کہ ایک قوم ہے میرے طریق کے سوائے
طریقہ اختیار کرینگے اور ہدایت تلاش کرینگے میری ہدایت کے
سوائے) خیر اول سے زمانۂ نبوت اور خلافتِ راشدہ مراد ہے
اور مراد شر سے افتراق امت ہے او آخر زمانہ خلافت راشدہ
ہیں اور مراد خیر ثانی سے قیامِ سلطنتِ عادلہ ہے اور کلمۂ
دخن اور اُسکا مابعد اس بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ حکومت
سلطنت ہے نہ حکومتِ خلافتِ راشدہ ایسی سلطنت کو
ہم سلطنت کاملہ کہتے ہیں یا اس سلطان عادل کو پاسداری
ظاہر شرع اس وجہ سے ہو کہ ہر چند خوفِ الٰہی اس حد تک
نہیں رکھتا کہ مانع نفس امارہ ہو سکے لیکن شرم مخلوقات
اُسکا دامن نہیں چھوڑتی کہ نفس امارہ اُسکو احاطۂ شرع سے
نکالے اور اس شرم کا باعث مختلف طور پر متحقق ہوتا ہے
کبھی باین وجہ متحقق ہوتا ہے کہ جس ولایت میں کہ سلطنت اُسکی
قائم ہوئی اُس ولایت کے اعزہ اور رئیس متدین ہیں اور
متدین اور اہل شرع ہوں یا تشرع اُس ولایت میں
بطریق رسم و عادت جاری ہو کہ خواہی نخواہی ہر کس
ناکس ظاہر شرع پر متمسک ہو اور ہر مومن و منافق
اُسکے ساتھ مقید ہوئے بنا بر علیہ سلطان مذکور جانتا ہے
کہ اگر مخالفت ظاہرہ شرع شریف کے ساتھ کریگا البتہ
انام میں بدنام ہوگا یا بلوائے عام خاص و عوام سے اُسکے

قائم خواہد شد یا اکابرِ مملکت و ارکانِ سلطنت ازو بیزار خواہند گردید
و از انقیادِ او دست بردار و یا باین وجہ می باشد کہ کسے از
سلاطین عالی مقدار و خواقین ذوی الاقتدار کہ سلطان
کامل بود در ہمان اقلیم بمنصب سلطنت رسیدہ و بسبب دیانت
و عدالت در خواص و عوام نیکنام گردیدہ و نام نیک او تا وقت
این سلطانِ زمان زبان زد سائر اہلِ قری و بلدان ہست
پس اگر سلطان کامل از آبا و اجدادِ این سلطان مذکور بود
پس میداند کہ فرزند سعید و جانشینِ رشید ہمان وقت این را
خواہند دانست کہ آئینِ او مطابق قوانین جدِ خود باشد
والا پسر ناخلف و جانشینِ بد اورا خواہند گفت و اگر
سلطان کامل از آبا و اجدادِ این سلطان نبودہ پس میخواہد کہ
با او درباب نیکنامی مساوات پیدا کند بلکہ درین مقدمہ
برو مباہات کند پس درین صورت احیاناً این سلطان
مذکور در ظاہر شرع زیادہ تر استقامت میکند بہ نسبت
سلطان اول یا باین وجہ میباشد کہ زمان سلطنت او
متصل زمانِ خلافت راشدہ واقع گردیدہ پس میداند کہ
اگر بالکل آئینِ او مخالف سیرت خلفاے راشدین خواہد شد
لابد ہمہ صغار و کبار ازو متنفر خواہند گردید و ہرگز زمام اختیار
خود باو نخواہند داد بناءً علیہ پاس ظاہر شرع از دست
نمیدہد و بالکل قدم از حیطۂ شرع بیرون نمی نہد لیکن
ازانجا کہ افعالِ اہلِ تکلف و تصنع ممتاز می باشد از
افعالِ اہلِ صدق و اخلاص و این امتیاز را ہر کہ ادنیٰ
فراست ہم داشتہ باشد بخوبی می فہمد و در دلِ خود
بالیقین میداند کہ افعال این شخص محض
صورتے ست بے جان و قالبے ست بے روح

قائم ہوگا یا اکابر مملکت اور ارکان سلطنت اُس سے
بیزار رہوں گے اور اُسکی تابعداری اور فرمانبرداری سے
دست بردار رہوں گے یا یہ باعث ہوتا ہے کہ کوئی
سلاطینِ عالی مقدار اور خواقین ذوی الاقتدار سے
کہ سلطان کامل تھا اُسی اقلیم میں منصب سلطنت پر پہنچا
اور دیانت اور عدالت کے سبب خواص و عوام میں
نیکنام ہوا اور نام نیک اُسکا اس سلطان زماں کے وقت
تک تمام اہلِ قری اور بلدان کی زبان زد ہے پس اگر
سلطان کامل اس سلطان مذکور کے آبا و اجداد سے
تھا تو جانتا ہے کہ فرزند سعید اور جانشین رشید اُسی وقت
اُسکو جانیں گے کہ اُسکا آئین اُسکے دادا کے قوانین کے
مطابق ہووے ورنہ پسر ناخلف اور جانشین بد اُس کو
کہیں گے اور اگر سلطان کامل اس سلطان کے آبا و
اجداد سے نہوا پس چاہتا ہے کہ اسکے ساتھ درباب
نیکنامی مساوات پیدا کرے بلکہ اس مقدمہ میں اُس پر مباہات
اور مفاخرت کرے پس اس صورت میں احیاناً یہ سلطان
مذکور ظاہر شرع میں بہ نسبت سلطان اول زیادہ تر استقامت
کرتا ہے یا باعثِ شرم یہ ہوتا ہے کہ اُسکی سلطنت کا زمانہ خلافت
راشدہ کے زمانے کے متصل واقع ہوا پس جانتا ہے کہ اگر
اُسکا آئین بالکل خلفاء راشدین کی سیرت کے مخالف ہوگا
بالضرور تمام صغار و کبار اُس سے متنفر اور بیزار ہونگے اور
ہرگز اپنے اختیار کی باگ اُسکے ہاتھ میں نہ دینگے بناءً بران ظاہر
شرع کا پاس ہاتھ سے نہیں دیتا ہے اور احاطہ شرع سے
قدم باہر نہیں رکھتا ہے لیکن ازانجا کہ اہلِ تکلف اور ارباب
تصنع کے افعال اہل صدق و اخلاص کے افعال سے
ممتاز ہوتے ہیں اور جو کوئی تھوڑی سی فہم و فراست بھی رکھتا ہے
اس امتیاز کو بخوبی سمجھتا ہے اور اپنے دل میں بالیقین جانتا ہے
کہ اس شخص کے افعال محض صورت بے جان اور قالب بے روح ہیں

بنا بر علیہ دیانت و تشرع او ہر مومن را پسندیدہ ہم ہست
و ناپسندیدہ ہم اما پسندیدگی او پس باعتبار آنکہ بظاہر امر
شرعی ست و اما ناپسندی او پس باعتبار آنکہ صادر ست
از مرد مکار ریاکار پس افعال او در نظر مومنین مخلصین ہم
معروف ست و ہم منکر کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون
علیکم امراء تعرفون وتنکرون و این را سلطنت ناقصہ
میگوئیم و درین مقام چند لطیفہ ایست کہ در ضمن چند نکتہ
بیان میکنیم نکتۂ اولی سلطان کامل خلیفہ راشد
حکمی ست یعنی ہرچند بمنصب خلافت راشدہ نرسیدہ
فاما عمدہ آثار خلافت راشدہ کہ خدمت ظاہر شرع ست
بصدق و اخلاص او صادر گردیدہ پس اگر فی وقت
من الاوقات سلطان کامل بر سر سلطنت قائم باشد
و امام حق کہ لیاقت خلافت داشتہ باشد ہمدران
زمان موجود باشد پس انسب ہمین ست کہ امام حق بر
منصب امامت قناعت نماید و سعی خود را در نشر
ہدایت مبذول فرماید و با او در امور سیاست
دست و گریبان نشود و رعایا و جنود را بر پاکردن جنگ
جدال بے سر و سامان نکند ہرچند منصبے بس عالی کہ
عبارت از خلافت راشدہ ست از دست او میرود
فاما این امر را بملاحظہ خیرخواہی عباد اللہ بر خود گوارا کند
و آن را از قبیل رضا بقضا شمارد و از جنس تصدق بر جماہیر
مسلمین انگارد چنانچہ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ با سلطان شام
ہمین راہ پیمودند و باب مخالفت نکشودند و باین مصالحت
بر زبان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
ممدوح و محمود گردیدند قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لہٰذا اُسکی دیانت اور تشرع ہر مومن پسند بھی کرتا ہے اور
ناپسند بھی فرماتا ہے پسندیدگی تو اُسکی اس وجہ سے ہے کہ
بظاہر امر شرعی ہے اور ناپسندی اُسکی اس اعتبار سے
ہے کہ اسکا صدور مرد مکار ریاکار سے ہے پس اُس کے
افعال مومنین مخلصین کی نظر میں معروف منکر دونو
معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (ترجمہ تم پر امیر لوگ حاکم
ہونگے کہ تم اُن کے افعال کو اچھا جانوگے اور بُرا جانوگے)
اسکو ہم سلطنت ناقصہ کہتے ہیں اس مقام میں چند لطیفے ہیں
کہ چند نکتہ کے ضمن میں انکا بیان ہوتا ہے نکتۂ اولیٰ
سلطان کامل خلیفہ راشد حکمی ہے یعنی ہرچند منصب
خلافت راشدہ پر نہ پہنچا لیکن اُسکے عمدہ آثار کہ خدمت
ظاہر شرع ہے صدق و اخلاص سے صادر ہووے
پس اگر کسی وقت میں سلطان کامل سر پر سلطنت قائم
ہووے اور امام حق کہ خلافت کی لیاقت رکھتا ہو اُسی
زمانے میں موجود ہووے پس انسب یہی ہے کہ امام حق
منصب امامت پر قناعت کرے اور اپنی سعی اور اہتمام
نشر ہدایت میں مبذول فرمائے اور اُسکے ساتھ امور سیاست
میں دست و گریبان نہووے اور لشکر کو جنگ و جدال
برپا کرنے کے ساتھ بے سر و سامان نہ کرے ہرچند منصب
عالیہ کہ عبارت خلافت راشدہ سے ہے اُسکے ہاتھ سے
جاتا ہے لیکن اس امر کو بندگان خدا کی خیرخواہی کے لحاظ
سے اپنی ذات پر گوارا کرے اور اُسکو از قبیل رضا بقضا
جانے اور تمام مسلمانوں پر تصدق کرنے کی جنس سے
سمجھ لے چنانچہ جناب حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سلطان شام
کے ساتھ یہی راہ چلے اور مخالفت نہ اختیار کی اور اس
مصالحت کے ساتھ پہلے ہی زبان رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم پر ممدوح اور محمود ہوئی۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین و از ہمین حدیث مفہوم گردید کہ اجماع امت بر سلطان کامل ہم مرضی خدا و رسول ست و اطاعت او در بارگاہ حق مقبول **نکتۂ ثانیہ** سلطان کامل بمنزلۂ برزخ ست درمیان سلاطین و خلفاء راشدین اگر حال سلاطین ملاحظہ کنند پس او را خلیفہ راشد انگارند و اگر حال خلفاء راشدین ملاحظہ کنند پس او را از جملہ سلاطین شمارند چنانچہ سلطان شام فرمودہ ست لست فیکم مثل ابی بکر و عمر و لکن ستروں امرأ من بعدی بنا علیہ زمان سلطنت او ہم یک گونہ باز مان نبوت و خلافت راشدہ مشابہت میدارد پس بلاحظہ این مشابہت توان گفت کہ از ابتداے زمان خلافت راشدہ تا زمان انقضاے این سلطنت کاملہ زمان ترقی اسلام ست۔ چنانچہ در حدیث شریف وارد شدہ تدور رحی الاسلام لخمس و ثلاثین او ست و ثلاثین او سبع و ثلاثین فان یھلکوا فسبیل من ھلک و ان یقم لھم دینھم یقم لھم سبعین عاما و کلمہ ان یھلکوا اشارت ست بظہور فتنہ و تخلل انتظام خلافت در آخر زمانۂ خلافت راشدہ و کلمہ ان یقم لھم دینھم اشارت ست بترقی دین در مجموع زمان ظہور شوکت نبوت و خلافت راشدہ و سلطنت کاملہ و نیز در حدیث دیگر وارد شدہ تعوذوا باللہ من رأس السبعین و این کلمہ اشارت ست بانقضاے زمان سلطنت کاملہ پس گویا کہ مجموع این ہر سہ ازمنہ را زمان برکت قرار دادہ اند کہ شر و فساد ے کہ قابل تعوذ باشد بعد انقضاے سلطنت کاملہ ظاہر خواہد گردید **نکتۂ ثالثہ** سلطان کامل ہم نوعے نصیبہ از نیابت

(ترجمہ یہ میرا بیٹا سید ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے) اور اسی حدیث سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ اجماع امت سلطان کامل پر بھی مرضی خدا و رسول ہے اور اسکی اطاعت بارگاہ حق میں مقبول ہے **نکتۂ ثانیہ** سلطان کامل سلاطین اور خلفاء راشدین کے درمیان بمنزلہ برزخ ہے پس اگر حال سلاطین ملاحظہ فرمائیں اسکو خلیفہ راشد شمار میں لائیں اور اگر خلفاء راشدین ملاحظہ کریں اسکو جملہ سلاطین سے گنیں چنانچہ سلطان شام نے فرمایا ہے (ترجمہ ہے تم میں مثل ابو بکر اور عمر کے نہیں ہوں اور لیکن قریب دیکھو گے امیر میرے بعد) بنا علیہ اسکی سلطنت کا زمانہ بھی زمانۂ نبوت اور عہد خلافت راشدہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے پس اس مشابہت کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے ابتدا کے زمانہ سے اس سلطنت کاملہ کے زمانے کے گزرنے تک ترقی اسلام کا زمانہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے (ترجمہ پھر گی چکی اسلام کی پینتیس ۳۵ چھتیس ۳۶ یا سینتیس برس پس اگر ہلاک ہوے پس راہ ہے جو ہلاک ہوا اور اگر قائم کیا دین قایم رہے ستر سال) کلمہ ان یھلکوا ظہور فتنہ اور تخلل انتظام خلافت کی طرف اشارہ ہے جو خلافت راشدہ کے آخر زمانہ میں واقع ہوگا اور کلمہ ان یقم لھم دینھم ترقی دین کیطرف اشارہ ہے جو نبوت اور خلافت راشدہ اور سلطنت کاملہ کے زمانے میں حاصل ہوگی اور یہ بھی ایک حدیث میں آیا ہے (ترجمہ پناہ مانگو اللہ تعالیٰ سے شروع ستر برس کے میں) اور یہ کلمہ سلطنت کاملہ کے زمانے کی انقضاء کیطرف مشیر ہے سو ان تینوں زمانوں کے مجموعے کو زمان برکت قرار دیا ہے کہ شر و فساد جو قابل تعوذ ہو سلطنت کاملہ کے گزرنے کے بعد ظاہر ہوئے گا **نکتۂ ثالثہ** سلطان کامل بھی ایک قسم کا حصہ نیابت

پیغمبر سیدارد ہر چند ریاست او را خلافت نبوت توان گفت
نا سلطنت نبوت توان گفت چنانچہ در کتب سابقۂ آلہیہ
در نعت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل شدہ
مہاجرہ طیبۃ وملکہ بالشام پس آنچہ از انقیاد کامل و
اطاعت بالغ بہ نسبت نبی باید کرد ہمچنین بہ نسبت
سلطان کامل ہم باید نمود اگرچہ در اقتباس انوار
ہدایت و اتباع آثار دیانت در تہذیب اخلاق و
تکمیل مقامات و سلوک طریق تقرب الی اللہ و حسن
معاشرت با خلق اللہ و تربیت عباد اللہ ازو نتوان آموخت
نکتۂ رابعہ سلطان کامل چون اصل ایمان و اخلاص
میدارد و کار ہائے عمدہ از دست او سرانجام
می پذیرد و ترقی ظاہر شرع باقبال او رونق میگیرد
پس آنچہ بنا بر مقتضائے بشریت در ابواب تہذیب
اخلاق و امثال آن بعضے امور خلاف سنت ازو ظاہر
میگردد ازان چشم باید پوشید و در خیرخواہی او بجان و
دل باید کوشید سعی قلیل او را بجائے کثیر باید شمرد و عمل صغیر
او را بجائے عمل کبیر حساب باید کرد کہ ہر چند با ستیفاء لذات
نفسانیہ مشغوف ست اما بخدمتگزاری دین رب العالمین
موصوف **بیت** کمال صدق و محبت ببین نہ نقص و گناہ ہا
کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند ہا **تنبیہ ثانی در ذکر
سلطنت جابرہ**۔ باید دانست کہ سلطان جابر
عبارت ست از شخصیکہ نفس امارہ برو بحدے سورش کند کہ
نہ خوف خالق مانع او میتواند شد و نہ شرم مخلوقین و در اجرائے
مقتضیات نفس خود بلا ملاحظہ شرع دارد و نہ پاس عرف ہر چہ
نفس امارہ او را میفرماید بلا تکلف آن را بجا می آرد

پیغمبر سے رکھتا ہے ہر چند کہ اُسکی ریاست کو خلافت نبوت
نہیں کہہ سکتے لیکن سلطنت نبوت کہہ سکتے ہیں چنانچہ
کتب سابقۂ الٰہیہ میں جناب سید المرسلین خاتم النبیین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت میں نازل ہوا ہے (ترجمہ
جائے ہجرت اُسکی طیبہ ہے اور ملک اُسکا شام ہے) پس جو
کچھ کہ اتباع کامل اور اطاعت بالغ نبی علیہ السلام کی نسبت
کرنا چاہیے ایسے ہی سلطان کامل کی نسبت بھی ضروری ہے
اگرچہ ہدایت کے انوار کا اقتباس اور دیانت کے آثار کا
اتباع تہذیب اخلاق اور تکمیل مقامات میں اور تقرب الی اللہ
کے طریق کا سلوک اور حسن معاشرت باخلق اللہ اور تربیت
عباد اللہ اُس سے نہیں سیکھ سکتے **نکتۂ رابعہ** سلطان
کامل چونکہ اصل ایمان اور اخلاص رکھتا ہے اور عمدہ کام
اُسکے ہاتھ سے سرانجام پاتے ہیں اور ظاہر شرع کی ترقی اُسکے
اقبال سے رونق پکڑتی ہے اگرچہ بوجہ مقتضائے بشریت ابواب
تہذیب اخلاق وغیرہ میں بعض امور خلاف سنت اُس سے
ظاہر ہوتے ہیں جو قابل اغماض ہیں اُسکی خیرخواہی میں بجان و
دل کوشش کرنا چاہیے اور اُسکی تھوڑی سی سعی کو بہت خیال
کرنا چاہیے اور اُسکے عمل صغیر کو بجائے عمل کبیر حساب میں
لانا چاہیے اگرچہ حصول لذات نفسانیہ میں بدرجۂ غایت مشغول
ہے لیکن دین رب العالمین کی خدمتگزاری میں
سراپا مصروف ہے **بیت** کمال صدق و محبت
ببین نہ نقص و گناہ ہا کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند

تنبیہ ثانی میں سلطنت جابرہ کا ذکر

معلوم کرنا چاہیے کہ سلطان جابر اُس شخص کو کہتے ہیں کہ نفس امارہ
اُسپر اس درجہ شورش اور غلبہ کرے کہ نہ خوف خالق اُس کا
مانع ہوئے نہ شرم مخلوق اُس سے بچائے اور اپنے نفس کی
خواہشوں کی اجرا میں نہ شرع کا لحاظ رکھے اور نہ پاس عرف
اُسکو ہے جو کچھ نفس امارہ اُسکو فرماتا ہے بلا تکلف بجا لاتا ہے

مخالفت وموافقتِ شرع پروائے ندارد بلکہ ہمین استیفاء لذاتِ
نفسانیہ را ثمرۂ سلطنتِ خود می شمارد ہمین را سلطنتِ جابرہ
میگوئیم وسلاطین جابرہ در مخالفتِ شرع مختلف میباشند
بحسبِ اختلافِ طبائع یکے را عادتِ تکبر وتجبر مرغوب
طبعی میباشد ودیگرے را ناز وتبختر کسے را تعدی وجور مرغوب
میباشد ودیگرے را فسق وفجور کسے را انہماک در شہوات
مرغوب میباشد ودیگرے را استعمالِ مسکرات وکسے را اطعمۂ
لذیذہ مرغوب میباشند ودیگرے را البسۂ نفیسہ وکسے را لہو ولعب
مرغوب میباشد ودیگرے را نشاط وطرب بالجملہ ابوابِ ہوا
وہوسِ نفسِ امارہ بیشمار اند ومقدماتِ نفس پرستی ہزاران ہزار
اگر تفصیلِ آن کردہ شود تا سالہا بانجام نرسد فاما اصولِ آن
چندست وفروعِ آن بیشمار ازانجملہ سفاہت ست شخصے کہ
کیاست وفراست نداشتہ باشد وہمت خود را در راہِ
دوربینی نگماشتہ نصیبہ از استقامت نیافتہ در راہِ متانت
اصلا نشناختہ معنی تمکین ووفا بجوے نمی شمارد وحرف
ننگ وعار بخیال نمی آرد وہر چیزے کہ بخیالِ آدمی
گزرد ہمان را میخواہد کہ بر روے کار آرد در منفعت و
مضرتِ او اصلا تامل نمی کند وبراہ عاقبت بینی مطلقاً
نمی رود بلکہ دیوانہ وار مثلِ اطفال می بازد ومثلِ
شترِ بے مہار در ہر جا دہن می اندازد وچون مثل
این شخص بمنصبِ سلطنت می رسد تمامی کار وبارِ
سلطنت را برہم می زند افعالِ او نہ مطابقِ
قوانینِ شرعی ست ونہ موافقِ آئینِ عرفی از
قیامِ این سلطنت ہر کس وناکس نالان میباشد
وہر صغیر وکبیر در آہ وفغان این بلاے ست عظیم

شرع کی مخالفت اور موافقت کی پروا نہ رکھی بلکہ ایسے حصولِ
لذات نفسانیہ کو اپنی سلطنت کا ثمرہ جانتا ہے ایسے کو ہم سلطنت
جابرہ کہتے ہیں اور سلاطین جابرہ مخالفتِ شرع میں بحسب
اختلاف طبائع مختلف ہوتے ہیں کسی کو تکبر اور تجبر کی
عادت مرغوب طبع ہوتی ہے کسی کو ناز وتبختر خوش آتا ہے
کسی کو تعدی اور ظلم وستم بھاتا ہے کسی کو فسق وفجور کی
طرف رغبت ہوتی ہے کوئی شہوات میں مبتلا ہو کر خوش
رہتا ہے کسی کو استعمال مسکرات پسند آتا ہے کسی کو
طعمہ ہاے لذیذہ بھاتے ہیں کسی کو لباسہاے نفیسہ
خوش آتے ہیں کسی کو لہو ولعب مرغوب ہوتا ہے کسی کو
نشاط وطرب مطلوب ہوتا ہے بالجملہ نفس امارہ کی ہوا و
ہوس کے ابواب بے شمار ہیں اور نفس پرستی کے
مقدمات ہزاروں ہزار اگر انکی تفصیل کیجاے سالہا سال
میں بھی تحریر میں نہ آئے لیکن اصول اُسکے چند ہیں اور فروع
اُسکے بیشمار ہیں ازانجملہ سفاہت ہے جو شخص کہ سمجھ اور
دانائی نہیں رکھتا اور اپنی ہمت کو دوربینی کی راہ کی طرف
نہ متوجہ کیا اُسنے حصہ استقامت سے نہ پایا اور راہ متانت
کی طرف اصلا نہ چلا جسنے وفا اور تمکین کو جَو کے برابر نہیں
جانتا اور حرف ننگ وعار کو خیال میں نہیں لاتا اور جو چیز کہ
اُسکے خیال میں گزرتی ہے اُسی کو جانتا ہے کہ عمل میں لائے
اور اُسکے نفع اور نقصان کی طرف اصلا تامل نہیں کرتا ہے
اور عاقبت بینی اور دوراندیشی کی راہ سے مطلق نہیں چلتا
بلکہ دیوانہ مثل اطفال لہو ولعب میں دل کی حسرتیں نکالتا ہے
اور شتر بے مہار کی طرح ہر جگہ مُنہ ڈالتا ہے جب ایسے شخص کو
منصب سلطنت پہنچتا ہے اُسکے تمامی کاروبار کو تباہ اور
برباد کرتا ہے اُسکے افعال نہ مطابق قوانین شرعی ہیں نہ
موافق آئین عرفی ایسی سلطنت کے قیام سے ہر کس وناکس
نالاں رہتا ہے اور ہر صغیر وکبیر آہ وفغاں میں رہتا ہے وہ بلاء عظیم ہے کہ

هر عاقل و سفیه ازان گریزد و هر غافل و نبیه ازان پرهیزد۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعیذک باللہ من امارة
السفهاء وقال تعوذوا باللہ من رأس سبعین وامارة
الصبیان وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هلاک امتی
علی یدی غلمة من قریش و از انجملہ ابواب عیاشی
است تفصیلش آنکہ بعضے اشخاص بحسب جبلّت مغلوب
قوتِ شهویہ میشوند کہ تمام همتِ ایشان در استیفاء لذاتِ
نفسانی و راحتِ جسمانی مصروف میباشد و عقل ایشان
بدقائقِ عیاشی مشغوف شب و روز در تدقیقاتِ طعام
مرغوب و لباسِ خوش اسلوب و شربِ خمور و دیگر
مسکراتِ مولد فرح و سرور و شطرنج بازی و مزمار نوازی
و عقدِ محافلِ رقص و سماع و انہماک در اغلام و جماع
و بناءِ عماراتِ بلند و تفرج بساتین دلبند و امثالِ ذلک
غور و فکر میکنند و داد فسق میدهند چون امثال این
اشخاص بمنصب سلطنت میرسند عقلائے دقیقہ شناس
بحضورِ ایشان مجتمع می شوند چون رغبتِ ایشان را
بامورِ مذکورہ میدانند سعی بلیغ در استخراج ابواب لهو
لعب و نشاط و طرب بجا می آرند و آن را غثے بس
طویل و عریض میگردانند و این فن را بغایت کمال
میرسانند و این سلاطین هم اربابِ همین فنون را همنشین و
خیرخواه می شناسند و مقربِ بارگاه خود می شمارند پس
هر کہ از ایشان عیاش بر ملاست و نقال بیحیا و
قلتبان حیلہ باز است و مغنی مزمار نواز همان ست
مقربِ بارگاه و معظم درگاه و از بسکہ این ابواب فسق و
فجور بدون اسراف بکمال نمی رسند و اسراف بدون کثرت

ہر عاقل و نادان اس سے بھاگتا ہے اور غافل و ہوشیار
اس سے پرہیز کرتا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ پناہ میں دیتا ہوں تجھکو اللہ تعالیٰ کی بیوقوفوں کی
امیری سے اور فرمایا پناہ مانگو اللہ تعالیٰ کی شروع ستر
سال کے سے اور لڑکوں کی امیری سے) اور فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ میری امت ہلاک ہوئے
قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں پر) اور از انجملہ ابواب عیاشی
ہیں تفصیل اُسکی یہ ہے کہ بعض اشخاص اپنی عادت جبلی
کے موافق مغلوب قوتِ شہویہ ہوتی ہیں کہ تمام ہمت کو
استیفاے لذاتِ نفسانی اور حصول راحت جسمانی میں
مصروف رکھتے ہیں اور اُنکی عقل ہمیشہ دقائق عیاشی میں
مشغول رہتی ہے اور شب و روز تلاش و تدقیقاتِ طعام
مرغوب اور لباس خوش اسلوب اور شرب خمور اور دیگر
مسکرات مولد فرح و سرور اور شطرنج بازی اور مزمار نوازی
اور انعقاد محفل رقص و سماع اور انہماکِ اغلام و جماع اور بناء
عمارات بلند و تفرج بساتین دل پسند وغیرہ ہا میں غور اور فکر
کرتے ہیں اور داد فسق دیتے ہیں۔ جب ایسے لوگ منصب
سلطنت پر پہنچتے ہیں عقلاے دقیقہ شناس اُنکی حضور میں
جمع ہوتے جو اُنکی رغبت اُمورِ مذکورہ کی طرف دیکھتے ہیں
لہو و لعب اور نشاط و طرب کے تداعی اور اسباب کے
استخراج اور حصول میں سعی بلیغ اور کوشش بجالاتے ہیں
اور اُسکو بہت طول و عریض بناتے ہیں اور اس فن کو درجۂ
کمال پر پہنچاتے ہیں اور یہ سلاطین بھی ان اہل فنون کو اپنا
ہمنشین اور خیرخواہ پہچانتے ہیں اور مقرب بارگاہ جانتے ہیں
پس جو کوئی اُن میں سے عیاش برملا ہے اور نقال بیحیا ہے
اور قلتبان حیلہ باز ہے اور مغنی مزمار نواز ہے وہی مقرب
بارگاہ ہے وہی معظم درگاہ ہے اور از بسکہ یہ ابواب فسق و
فجور بدون اسراف کمال کو نہیں پہنچتے اور اسراف بدون کثرت

خزینہ محال پس لابد انواع ظلم و تعدی در باب تحصیل اموال
از وے صادر میگردد و بر رعایا دست درازی میکند و در ملک
فسادے راہ میباید اکثر ضعفا و غربا خانہ ویران می شوند و
اہل زراعت و تجارت بے سروسامان و نیز ہمین فسق و
فجور بعضے احیان بہ پردہ دری ارباب ننگ و دست درازی
بر ناموس اہل عزت منجر میگردد و این ہم باعث بربادی
مملکت میشود و نیز وقتیکہ سلطان وقت در ابواب لہو و لعب
و نشاط و طرب مستغرق گردید لابد حال عدالت و حفاظت
بخرابی کشید پس درمیان رعایا ہم تظالم جاری می شود
بالجملہ فسق و فجور سلاطین بظلم و تعدی و فساد ملک و
خرابی رعایا منجر می شود۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ان ھذا الامر بدء نبوۃ و رحمۃ ثم یکون خلافۃ
و رحمۃ ثم ملکا عضوضا ثم ملکا جبریۃ و عتوا و
فسادا فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور یرزقون
علی ذلک وینصرون حتی یلقوا اللہ و این
سلطنت فسق و ظلم در حق امت و ملت بلائے ست
بس عظیم چہ ارباب کیاست و دیانت اکثر از سلاطین وقت
دور دور گریزند و از صحبت ایشان بپرہیزند و در محافل و
مجالس ایشان داخل نشوند و تقرب ایشان حاصل نکنند
پس معاش ایشان فاسد میگردد و اطمینان قلبی ہیچگونہ
دست نمیدہد تا باصلاح معاد متوجہ شوند و در طلب
راہ حق مشغول گردند و اگر تقرب جویند و راہ مقربان
ایشان پویند لابد اول از دین و ایمان دست بردار شوند
و از ننگ و عار بیزار فحش گوئی را کمال خود شمارند و سرود سرائی
را ہنر خود انگارند پس چارۂ کار ہمین ست کہ

خزینہ محال ہے تو بالضرور اقسام کے ظلم و تعدی تحصیل
اموال کے بارہ میں اُس سے صادر ہوتے ہیں اور رعایا
پر دست درازی کرتا ہے اور ملک میں فساد راہ پاتا ہے
اکثر ضعیف و غریب محتاج و ناتوان خانہ ویران ہوتے
ہیں اور اہل زراعت و تجارت بے سروسامان ہوتے ہیں
اور کبھی یہی فسق و فجور ارباب ننگ و ناموس اور اہل
عزت کی پردہ دری اور بے عزتی کا باعث ہوتا ہے یہ
امر بھی سلطنت کی بربادی کا سبب ہے اور یہ بھی یاد رہے
کہ جس وقت سلطان وقت ابواب لہو و لعب اور مقدمات
نشاط و طرب میں مستغرق ہوگا لابد عدالت اور حفاظت کا
حال خراب اور تباہ ہوگا پس رعایا کے درمیان بھی
تظالم جاری ہوگا بالجملہ سلاطین کا فسق و فجور ظلم و
تعدی اور ملک کے فساد و خرابی کا سبب ہوتی ہے
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ یہ کام نبوت
اور رحمت سے شروع ہوا پھر ہوئی خلافت اور رحمت
پھر بادشاہی سخت ہوئی پھر ہوئی بادشاہی ظلم اور
زیادتی کی اور ملک میں فساد برپا ہو حریر اور فروج اور
شراب کو حلال جانیں روزی اور فتح اسی پر ہو یہاں تک کہ
اللہ تعالی سے ملیں) اور یہ فسق و ظلم کی سلطنت امت
و ملت کے حق میں ایک بلاے عظیم ہے کیونکہ اہل دانش
اور اہل دیانت اکثر سلاطین وقت سے دُور دُور جائیں
اور انکی تقرب حاصل نکریں نظر براں انکی معاش میں فساد
راہ پاے اور اطمینان قلبی ہر طرح ہاتھ سے جائے جو صلاح
معاد کا باعث اور راہ حق میں مشغول ہونے کا سبب ہے
اور اگر یہ لوگ اُس بادشاہ کا تقرب چاہیں اور مقربان
کی راہ اختیار کریں لابد اول دین و ایمان سے دست بردار
ہوں و ننگ و عار سے بیزار فحش گوئی کو اپنا کمال جانیں
اور سرود سرائی کو ہنر پہچانیں۔ پس چارۂ کار یہی ہے کہ

اصل دین و ایمان را بر باد دہند و زنہار ملازمتِ ایشان
اختیار نکنند ہرگز اینچنین خیال در دل نیارند کہ دین خود
محفوظ دارند و بقدرِ ضرورت کہ اصلاح معاش انسان
منصور باشد قدرے از سعی و کوشش در آسانی خود
بحضور ایشان بجا آرند این خیالے ست پُر اختلال و وہمے
ست سراسر باطل و محال **بیت** ہم خدا خواہی و ہم
دنیائے دُون ؛ این خیال ست و محال ست و جنون ؛
و از آن جملہ حُب مال ست تفصیلش آنکہ بعضے از اشخاص
مجبول میباشند بر حُبِ مال بوجہے کہ بنفسِ اجتماع اموال
مسرور میشوند اگرچہ در لذائذ خود صرف ننمایند بلکہ اجتماع
مال را از اعظمِ لذائذ می شمارند و کثرتِ آن را از بہترین راحات
می انگارند ہر گاہے کہ بخزائن و دفائن خود می بینند از دل
شادان و فرحان میشوند و در راہ افزونی او میطلبند ہزار تکالیف
و رنج در فراہم کردنِ خزینہ و گنج بر جانِ خود گوارا میدارند
ہر چند گرسنگی و برہنگی می میرند لیکن خرمہرہ ازان برنمی آرند
و چون امثال این اشخاص منصب سلطنت می رسند
دادِ بخل میدہند آما حرص پس حالش اینکہ در ستیفاءِ حق
خود از اہل زراعت و تجارت و اغنیا و فقراء و سائر رعایا
تا نقیر و قطمیر می شمارند و یکخرمہرہ ہم بطریق مساحمت می گزارند
بلکہ از دل خواہان اینمعنی میباشند کہ از کسے رعایائے ایشان
گناہے واقع شود یا عصیانے بہ نسبتِ ایشان متحقق گردد
پس او را بہمین حیلہ داروگیر کنند و اموال و اجناس او را
بلطائف الحیل میکشند بالجملہ در اخذِ اموال خود و ہم
غور و تامل مینمایند و ہمنشینان ایشان ہم بہمین باب
[illegible] ہر کہ تدبیرے برائے اخذ

اصل دین و ایمان کو برباد کر دیں اور ہرگز ہرگز انکی ملازمت
اختیار نکریں اور ہرگز ایسا خیال دل میں نہ لائیں کہ اپنے
دین کو محفوظ رکھیں اور اُنکے حضور میں حاضر ہو کر اپنی
اصلاح معاش میں ساعی ہیں کیونکہ یہ ایک خیال ہے
پُر اختلال اور ایک وہم ہے سراسر باطل و محال **بیت**
ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون ؛ این خیال ست و
محال ست و جنون ؛ اور از انجملہ حُب مال پر مجبور ہوتے
ہیں یعنی اُنکی عادت جبلی ہے کہ نفس اجتماع اموال کے
ساتھ مسرور ہوتے ہیں اگرچہ اپنے لذائذ میں صرف نکریں
بلکہ اجتماع مال کو اعظمِ لذائذ سے شمار کرتے ہیں اور اُسکی
کثرت کو بہترین راحات سے جانتے ہیں جس وقت کہ اپنے
خزائن اور دفائن کی طرف دیکھتے ہیں نہایت شادان و
فرحان ہوتے ہیں اور ہر طرح اُسکی زیادتی اور ترقی چاہتے
ہیں ہزار طرح کی تکالیف و رنج خزینہ اور گنج کے جمع کرنے
میں اپنی جان پر گوارا کرتے ہیں ہر چند گرسنگی اور برہنگی میں
مرتے ہیں یعنی بہت کچھ تکلیف اُٹھاتے ہیں لیکن ایک
خرمہرہ اُس سے صرف میں نہیں لاتے ہیں اور جب ایسے
لوگوں کو منصب سلطنت ملتا ہے دادِ حرص و بخل دیتے ہیں
حرص کا حال یہ ہے کہ اہل زراعت و تجارت اور اغنیا
اور فقراء اور تمام رعایا سے اپنا پورا حق وصول کرنے میں
نقیر و قطمیر قلیل و کثیر کا لحاظ رکھتے ہیں اور ایک خرمہرہ بھی
بطور مساحمت اُنکے ذمہ نہیں چھوڑتے بلکہ دل سے اس
بات کے خواہاں رہتے ہیں اگر رعایا میں سے کسی سے کوئی
گناہ واقع ہوئے تو اُس کو اس حیلے سے گرفتار کریں اور
داروگیر کے ساتھ پیش آئیں اور اُنکے اموال و اجناس
بلطائف الحیل سے اُڑا لیں الحاصل اخذ اموال میں خوب ہی
غور و تامل کرتے ہیں اور اُنکے ہمنشین بھی اس بات میں اسی
تردد اور فکر میں رہتے ہیں پس جس کسی نے ناحق سعایت

لِ چیست بر بست در نزدیہ ہائے اہلِ رعایا از وہر محل نشست
ر ہمون ست نزد ایشان وزیرِ مشیر و امیر کبیر پس بسبب
ساعی ایشان فنِ حیلہ سازی و فریب بازی باتمام می رسد و
اصول و فروعِ آن مستحکم میگردد و اما مجمل بیانش آنکہ
ز ملازمانِ خود میخواہند کہ خدمتِ ایشان بجان و دل بجا آرند
آن یا انعامِ خود شمارند فاما از خزانۂ عامرہ چیزے کم نگردد و از
فیئہ وافرہ یک خرمہرہ برآید بنابران حیلہ ہا بسیار بنا بر نصب
ستخدام ایشان می انگیزند و حسنِ خلق و تالیفِ خلق و رفق و ریاست
سیاست می آمیزند بر یکے الزام نہادہ خدمتِ او برباد میکنند
و دیگرے را بمجرد تعظیم و تکریم فریب میدہند بالجملہ مقصود ایشان
ہمین ست کہ خدمت از ایشان بگیرند و چیزے با ایشان ندہند
و چنانکہ ادادنِ چیزے لازم گردد پس بوجہے دہند کہ حق
ایشان با ایشان کامل نرسد بلکہ چیزے از حق ایشان در خزینہ
بماند مثلاً زر و سیم کم عیار بدہند و کامل العیار حق خود بگیرند
و چند ایام را از زمانِ خدمتگزاری ایشان خارج از حساب نہند
و بعد از خدمتگزاری بسیار دفترِ حساب نامِ ایشان برنگارند
و این سلطنت طمع و بخل آخر بفسادِ مملکت میکشد و
اصل حکومت برباد میرود لکن مصلحت وقت در
حق رعایا ہمین ست کہ بر کد و کاوشِ سلطان بخیل
مصابرت نمایند و راہِ منازعت با او نہ پیمایند کہ
مبادا آنچہ بالفعل در پردۂ حیلہ بازی و سخن سازی
می کند بر تقدیر منازعت دستِ تعدی بے پردہ
بکشاید چہ او مجبول ست بر طمع و وقتے کہ برائے
تحصیلِ مال ہیچ راہ نخواہد یافت بتعدی صریح بالضرورت
خواہد شتافت۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اموال و اجناس کے حاصل کرنے میں تدبیر و حیلہ نکالا وہی
اُنکے نزدیک وزیر مشیر اور امیر کبیر ہے۔ انھیں لوگوں کی
سعی اور کوشش کے سبب حیلہ سازی اور فریب بازی
کے فن کو ترقی ہوتی ہے اور اُسکے اصول فروع قائم ہوتے
ہیں رہا مجمل اُسکا بیان یہ ہے کہ اپنے ملازمین سے بلحاظ فخر
چاہتے ہیں کہ ہماری خدمت بجان و دل بجا لائیں لیکن
خزانہ عامرہ سے ایک چیز کم نہووے اور دفینہ وافرہ سے
ایک خرمہرہ نہ باہر جاوے نظر بران بہت کچھ حیلے خدمت
لینے کے منصب میں ظاہر فرماتے ہیں اور حسن خلق اور تالیف
خلق فن ریاست و سیاست میں بجا لاتے ہیں کسی پہ
ناحق الزام رکھکر اُسکی خدمت کو برباد کرتے ہیں اور کسی کو
بمجرد تعظیم و تکریم فریب دیتے ہیں بالجملہ مقصود اُنکا یہی ہے
کہ اُنسے خدمت لیں اور ایک کوڑی اُنکو نہ دیویں جس صورت
میں کہ خواہی نخواہی دینا ہی پڑے کہ ایسے طور سے دیویں کہ
پورا حق اُنکے پاس نہ پہنچے بلکہ کوئی چیز اُنکے حق سے خزانہ میں بچے
مثلاً سونا چاندی ناقص اُنکو دیں اور عمدہ اور کامل لوگوں سے
لیں اور کچھ دن زمانہ خدمتگزاری سے خارج از حساب
ٹھہرائیں اور بہت خدمت لینے کے بعد حساب کے دفتر
میں اُنکا نام لکھوائیں آخر کو یہ طمع اور بخل کے سلطنت
مملکت میں فساد پیدا کرتی ہے اور اصل حکومت برباد
ہوجاتی ہے لیکن مصلحت وقت رعایا کے حق میں یہی ہے
کہ سلطان بخیل کی کد و کاوش پہ صبر کریں اور اُسکے ساتھ
لڑائی جھگڑے کی راہ نہ چلیں کہ جو کچھ بالفعل حیلہ بازی
اور سخن سازی کے پردہ میں کرتا ہے مبادا اگر بر تقدیر
منازعت جور و تعدی کا ہاتھ بے پردہ دراز کرے
کیونکہ طمع اُسکی عادت جبلی ہے جس وقت کہ تحصیل مال
کے واسطے کوئی راہ نہ پائیگا بالضرور ظلم صریح کی طرف قدم
اُٹھائیگا چنانچہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے

لابی ذر کیف انتم وائمۃ من بعدی سیاثرون لھذا
الفئ قال ابوذر اما والذی بعث بالحق اضع سیفی علی
عاتقی ثم اضرب بہ حتی الحقک قال اولا ادلک علی
خیر من ذلک تصبر حتی تلقانی ۔
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انکم سترون بعدی
اثرۃ وامورا تنکرونھا وروی ان الصحابۃ قالوا
یا نبی اللہ ارایت ان قامت علینا امراء یسئلونا
حقھم ویمنعونا حقنا فما تامرنا قال اسمعوا واطیعوا
فان اطیعوا فان علیھم ما حملوا وعلیکم ما حملتم
واز انجملہ ست حب خونخواری ومردم آزاری بیانش آنکہ
بعضے اشخاص بحسب اصل فطرت مغلوب الغضب وکینہ کش
میباشند کہ وقت شورش خشم وثوران غضب بوجہے سخت رو و
درشت گ ندکہ واو بدخواہی میدہند ہرگز رعایت مقدار
جرم مجرم وبراونلے تقصیر از دل نمیبخشند وقدر گناہ
را بمیزا نی سنجند بلکہ تا وقتیکہ بقتل ونہب نرسانند
یا اورا بگانہ وبیگانہ ذلیل وخوار نگردانند ہرگز دل ایشان
تسلی نـ مر ایشان اطمینان نمی پذیرد واگر از تمام
قوم یشان مخالفت کرد ایشان با تمام قوم
عدا وزبان طعن بر نیک وبد آن قوم میکشایند
چوا اشخاص بمنصب سلطنت میرسند واو
ظا بندگان الٰہی را در انواع تعذیبات
گر عزت واعتبار را بانواع تذلیل واہانت
آدم بمثابہ گرگ جہندہ اند یا سگ
ف ان در حق صغار وکبار و
بار ومساکین ذوی الاضطرار و

حضرت ابوذرؓ سے (ترجمہ کیا ہو تم اور امام میرے بعد کے
کہ پسند کریں اس غنیمت کے مال کو کہا ابوذرؓ نے خبردار
قسم ہے اس ذات کی کہ آپ کو ساتھ حق کے بھیجا ہے میری
گردن میری تلوار سے مار دیجیے یہانتک کہ میں آپ سے
ملوں۔ فرمایا کیا میں تجھکو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں صبر کر
یہانتک کہ تو مجھسے ملے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ تم میرے بعد نشان اور کام دیکھو گے کہ وہ ناپہچان
ہونگے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے
رسول اللہ بتائیے اگر ہم پر ایسے امیر ہوں کہ اپنے حق تو مانگیں اور
ہمارے حق نہ دیں تو ہمکو کیا حکم ہے فرمایا سنو اور کہا مانو پس
اگرچہ جو وہ کرینگے پاوینگے جو تم کروگے پاؤگے) اور از انجملہ
حب خونخواری اور مردم آزاری ہے اسکا بیان یہ ہے کہ بعض
اشخاص باعتبار اصل فطرت مغلوب الغضب اور کینہ کش
ہوتے ہیں کہ سوزش خشم اور جوش غضب میں کمال سخت روی
اور درشت گوئی کے ساتھ داد بدخواہی دیتے ہیں ہرگز مجرم کے
جرم کی رعایت نہیں کرتے ادنیٰ سے قصور پر رنجیدہ خاطر
ہوجاتے ہیں اور مقدار گناہ کو میزان عقل پر نہیں تولتے
بلکہ تا وقتیکہ قتل اور غارت کی نوبت نہ پہنچائیں یا اسکو یگانہ و
بیگانے کے روبرو ذلیل وخوار نکریں ہرگز انکو چین نہ پڑے
اور انکی خاطر مطمئن نہو اور اگر تمام قوم میں سے ایک آدمی
انکے ساتھ مخالفت کرے وہ تمام قوم کے ساتھ عداوت
کرتے ہیں اور زبان طعن اس قوم کے نیک وبد پر کھولتے
ہیں جب ایسے لوگ منصب سلطنت پر پہنچتے ہیں داد جور وظلم
دیتے ہیں اور بندگان خدا کو طرح طرح کے عذاب میں گرفتار
کرتے ہیں اور اہل عزت اور ارباب اعتبار کو اقسام قسما
کی ذلت اور اہانت میں ذلیل وخوار کرتے ہیں۔ بنی آدم کے
حق میں بمنزلہ گرگ جہندہ یا سگ گزندہ ہیں انکی مضرت صغار
کبار اور ارباب عزت واعتبار اور مساکین ذوی الاضطرار

سائرِ اغنیا و فقرا بحدّے ست کہ پا پائے ندارد حتّٰی کہ
ضعفا و غربا مسلمین تسلّط کفار نابکار را از تسلّط این جبابرہ ہزار
درجہ بہتر میشمارد و آن را باعثِ اطمینانِ خلق اسدّ می انگارند
چنانچہ رعایا از سلطانِ ظالم در رنج اند ہمچنین سلطانِ ظالم ہم
از رعایائے خود بیزار ایشان بلاے او روز بد میخواہند
واو برائے ایشان۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیار
ائمتکم الذین تحبونہم ویحبونکم وتصلون علیہم ویصلون
علیکم وشرار ائمتکم الذین تبغضونہم ویبغضونکم و
تلعنونہم ویلعنونکم چنانکہ جورِ سلطانی معاشِ رعایا
را برباد میکند ہمچنین امرایانِ ایشان را از بیخ میکند چہ
از خوفِ او گاہے نمیرہند کہ باقامتِ دین و ایمان
مشغول شوند پس قیامِ سلطنتِ ظالمہ مثلِ انتشارِ
مذاہبِ باطلہ است کہ قوانینِ ملّت را برہم میزند
و آئینِ سنّت را کم میکند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انما اخاف علی امتی الاستسقاء بالانواء وحیف
السلطان وتکذیب بالقدر و در بعضے احیان بہ نسبتِ
بعضے اقوام پرغضب میشود و انتقام طلب پس در
انتقامِ کسے عاصی را از مطیع امتیاز نمیکند و گنہگار را
از بیگناہ بلکہ تیغ بیدریغ بر سرِ ایشان میکشد و اقالیمِ بلدان
را بیچراغ میکند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من خرج علی امتی بسیفہ یضرب برہا
وفاجرہا ولا یتحاشا من مؤمنہا ولا یفی
لذی عہد عہدہ فلیس منی ولست منہ
و در بعضے احیان شورشِ غضب بہ نسبتِ بعضے اقوام در
دلِ او جوشش میزند لکن بالفعل قدرتِ انتقام ندارد

تمام اغنیا اور فقرا کے حق میں بدرجۂ غایت ہے یہانتک کہ
ضعیف اور غریب مسلمان کفار نابکار کی حکومت اور تسلّط کو
اُن ظالموں کی تسلّط اور حکومت سے ہزار درجے بہتر جانتے
ہیں اور اسکو باعثِ اطمینانِ خلق پہچانتے ہیں جیسے کہ رعایا
سلطان ظالم سے رنج میں ہیں ایسے ہی سلطان ظالم بھی اپنی
رعایا سے بیزار ہے رعایا اُسکے واسطے روز بد چاہتی ہے اور
وہ اُنکا بُرا چاہتا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
بہتر امام تمہارے وہ ہیں کہ تم اُنکو دوست رکھو اور وہ تمکو
تم اُنکو دعائیں مانگو وہ تمکو اور تمہارے بُرے امام وہ ہیں کہ
تم اُنکو بُرا جانو وہ تمکو اور تم اُنکی برائی کرو اور وہ تمہاری)
جس طور پر کہ جورِ سلطانی معاش رعایا کو برباد کرتا ہے ایسے
ہی امرایان اُنکو جڑ سے اُکھاڑتا ہے کیونکہ اُسکے خوف سے
کبھی نجات نہیں پاتے کہ اقامتِ دین و ایمان میں مشغول
ہوویں پس قیامِ سلطنتِ ظالمہ مثلِ انتشارِ مذاہبِ باطلہ ہے
کہ قوانینِ ملّت کو خراب کرتا ہے اور آئین سلطنت کو گم
کرتا ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ سوا اسکے
نہیں کہ میں ڈرتا ہوں اپنی امّت سے کہ بارش مانگے ساتھ
انوار کے اور ظلم بادشاہی سے اور تقدیر کو جھٹلادیں)
اور بعض اوقات میں بعض اقوام کی نسبت پر غضب ہوتا ہے
اور انتقام چاہتا ہے پس بدلہ لینے میں کسی فرمانبردار اور
غیر فرمانبردار کی تمیز نہیں کرتا اور گناہ و بیگناہ کا خیال
نہیں کرتا بلکہ تیغ بیدریغ اُنکے سر پر چلاتا ہے اور شہر
اور ولایتوں کا چراغ بجھاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ جو نکلا میری امّت پر اپنی تلوار لیکر
مارے بھلے اور بُرے اور نہ پروا کرے ایمان والے کی اور
نہ پورا کرے کسی عہد والے کی عہد وہ مجھسے نہیں اور میں اس سے
نہیں) اور بعض احیان میں جوشِ غضب بعض اقوام کی نسبت
اُسکے دل میں ظاہر ہوتا ہے لیکن بالفعل قدرت انتقام نہیں رکھتا

پس تخم کینہ نسبت ایشان در سینہ می کارد و منتظر میباشد
کدام وقتے برسد کہ کینہ دیرینہ را برروے کار آرد.
کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من وال یلی رعیۃ من
المسلمین فیموت وھو غاش لھم الا حرم اللہ علیہ الجنۃ
و از انجملہ تجبر و تکبر است بیانش آنکہ بعضے اشخاص بحسب
اصل جبلت سرکش و خودپسند و صاحب دعوی بلند
میباشند بخودستائی مشغوف میباشند و بخودنمائی معروف
جان خود را دوست میگیرند و ہر صغیر و کبیر را فروتر از خود می بینند
اعلاے کمالات غیر را بادناے ہنر خود اگرچہ محض خیالی باشد
مثل علو حسب و نسب ہرگز ہمسنگ نمیسازند و مساوات
خود را با دیگران بہ نسبت خود عار و ننگ میدانند غرضکہ
تحقیر اقران را عین عزت خود میشمارند و تعییر اخوان را عین
عظمت خود می انگارند و بکمالات خود می نازند و کمال
دیگران را از پایہ اعتبار می اندازند منتہاے آرزوہاے
ایشان ہمین ست کہ ایشان را در میان جمیع افراد
انسان بوجہے امتیاز حاصل شود کہ کسے با ایشان مشارکت
بجوید و راہ مشابہت نپوید چون مثل این شخص منصب
سلطنت میرسد و او تجبر و تکبر میدہد در رفتار و
گفتار و نشست و برخاست و القاب و آداب و در
سائر معاملات و عادات امتیاز خود میجوید و از ہر باب
چیزہا براے ذات خود بوجہے مخصوص میگرداند کہ
از مشارکت دیگرے در وغایت میرنجد و راہ مساوات
دیگران را بالکل می بندد مثلا براے نشستن خود وقتیکہ
تخت ساختہ دیگران را از نشستن بر تخت منع کرد و در
[illegible] نشستہ دیگران را از نشستن مانع شد و لفظیکہ براے

پس تخم کینہ انکی طرف سے سینہ میں بوتا ہے اور منتظر رہتا ہے
کہ کون وقت آئے کہ کینہ دیرینہ کو دل سے ظاہر کرے
جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ نہیں ہے
کوئی سردار کہ سرداری کرتا ہو رعیت کی مسلمانوں پر پھر
وہ مرے اور دھوکا دینے والا ہو انکو مگر حرام کیا اللہ تعالی
نے اسپر جنت کو) اور از انجملہ تجبر او تکبر ہے بیان اسکا یہ ہے
کہ بعض اشخاص بحسب اصل جبلت سرکش اور خودپسند اور
صاحب دعوی بلند ہوتے ہیں خودستائی میں مصروف
خودنمائی میں معروف ہوتے ہیں اپنی جان کو دوست رکھتے ہیں
اور ہر صغیر و کبیر کو اپنے سے کمتر دیکھتے ہیں غیر کے اعلی کمال
کو اپنے ادنی ہنر کے مقابلے میں اگرچہ محض خیالی ہو مثل
علو حسب و نسب ہرگز ہمسنگ نہیں ہموزن نہیں کرتے
اور اپنی مساوات کو دوسروں کے ساتھ بہ نسبت خود عار و
ننگ جانتے ہیں غرض کہ اوروں کی حقارت کو اپنی عزت
سمجھتے ہیں اور بھائیوں کی عار کو عین عظمت تصور کرتے ہیں
اور اپنے کمالات پر ناز کرتے دوسروں کو پایہ اعتبار سے
گراتے ہیں انکی آرزوں کا منبع اور منتہا یہی ہے کہ ان کو
جمیع افراد انسان میں اسی وجہ پر امتیاز حاصل ہووے کہ
کوئی انکے ساتھ مشارکت نہ چاہے اور راہ مشابہت ڈھو
جب کہ ایسا شخص منصب سلطنت پر پہنچتا ہے وہ تجبر او
تکبر دیتا ہے اور رفتار و گفتار اور نشست برخاست او
القاب و آداب اور تمام معاملات و عادات میں امتیا
تلاش کرتا ہے اور ہر باب سے بہت چیزیں اپنی ذا
کے واسطے مخصوص کرتا ہے یہانتک کہ دوسرے کی مشا
سے گھبراتا ہے اور مساوات کے خیال سے رنج اٹھاتا ہے
مثلاً اپنے بیٹھنے کے واسطے جس وقت تخت بنائے دوسرو
اسپر بیٹھنے سے منع فرمائے اور جس مجلس میں کہ خود بیٹھے
دوسروں کو وہاں بیٹھنے سے مانع آئے اور جو لفظ کہ اپنے

خود مقرر ساختہ مثل سلطان و شاہ و بادشاہ و ملک و
حضور اقدس و امثال ذلک اگر کسے آن الفاظ را بر
فرزندان ایشان ہم جاری گرداند آنرا گنہگار سخت میداند و
تعزیر شدید با و میرساند غرضکہ دلِ ایشان ہمین میخواہد کہ جانِ خود
را در بندگانِ الٰہی و امتیانِ رسالت پناہی نشمارند و ایشان را
از جنس خود نہ انگارند و در ہر باب راہِ علیحدہ اختیار کنند و
جانِ خود را بہر وجہ امتیاز دہند و نیز میخواہند کہ آئین ایشان
بشابہ اصولِ دین و بسانِ احکامِ شرعِ متین مسلّمِ طوائفِ
انام شود و تبع ہر خاص و عام کسے را با ایشان مجالِ
قیل و قال نماند و محل بحث و جدال نباشد گویا کہ با احکام
الٰہی مخاطب نیستند و بر مخالفتِ او معاتب نہ و ہمین
ہر دو امر یعنی خودکشی و تمنار نفاذِ حکم آناً فاناً ترقی می گیرد و
صورتِ تعلّی می پذیرد تا اینکہ بمرتبۂ ادعاے الوہیت و
نبوت می رساند و او را از اخوانِ فرعون و نمرود میگرداند
ہیچ وصفے از اوصافِ ربِّ مجید نیست کہ جبّارِ عنید او
را در ضمنِ تحریرِ فرامین و پروانجات بخود نسبت نداده
و ہیچ اسمے از اسماء خالق اکبر نیست کہ این جاہل ابتر ذاتِ خود
را بآن لقب ننہاده و ہیچ منصبے از منصبِ انبیاء مرسلین نیست
کہ این عدو دین ادعاے آن نمودہ و ہیچ مرتبہ از مراتبِ خلفاے
راشدین نیست کہ این رئیس المفسدین در آن راہ مساوات با
ایشان نہ پیموده و این سلطنتِ تکبّر و تجبّر چنانکہ در حق کافہ
امت و دین ملت نہایت مضر ست ہمچنین ہزار چند از ان
در حقِ این داعی جاہل سمِّ قاتل ست ہیچ سلطانے را او
سلطنتِ خود آن قدر مضرت نہ رسیده کہ متکبر را از
سلطنتِ خود رسیده کہ جان خود را خالق رعایا می شمارد

ذات کے واسطے مقرر کرے مثل سلطان و شاہ و بادشاہ و
ملک و حضورِ اقدس وغیرہ اگر کوئی اُس لفظ کو اُسکے فرزندوں
پر بھی جاری کرے تو اُسکو سخت گنہگار جانتے اور تعزیر شدید
اُسکو پہنچاے غرض کہ دل اُنکا یہی چاہتا ہے کہ اپنے جان کو
بندگانِ الٰہی اور اُمتیان رسالت پناہی میں نہ جانیں اور
دل کو اپنے جنس سے نہ پہچانیں اور ہر معاملہ میں راہ علیحدہ اختیار
کریں اور اپنی ذات کو ہر وجہ سے امتیاز دیں اور یہ بھی چاہتے
ہیں کہ آئین اُنکا بشابہ اصولِ دین و احکامِ شرعِ متین
طوائفِ انام اور خاص و عام میں مسلّم الثبوت ہو اور ہر شخص
اُسکا اتباع کرے اور کسی کو اُنکے ساتھ مجال قیل و قال اور
محل بحث و جدال نرہے گویا کہ احکام الٰہی کے ساتھ مخاطب
نہیں اور اُنکی مخالفت پر معاتب نہیں اور یہی دونو امر
یعنی خودکشی اور تمناے نفاذ حکم آناً فاناً ترقی پکڑتی ہے اور
صورت تعلّی قبول کرتی ہے یہانتک کہ ادعاے الوہیت
اور نبوت کے مرتبے تک پہنچاتی ہے اور اسکو برادرانِ
فرعون اور نمرود سے بناتی ہے۔ کوئی وصف اوصاف
رب مجید سے نہیں کہ جبّارِ عنید نے اُسکو ضمنِ فرامین
اور پروانجات میں اپنی طرف منسوب نہ کیا اور کوئی اسم
اسماے خالقِ اکبر سے نہیں کہ اس جاہل ابتر نے اپنی
ذات کو اُسکے ساتھ ملقب نہ کیا اور کوئی منصب مناصب
انبیاء مرسلین سے نہیں کہ اس دشمن دین نے اُسکا
ادعا نہ کیا اور کوئی مرتبہ مراتبِ خلفاء راشدین سے نہیں کہ
اس رئیس المفسدین نے اُنہیں اُنکے ساتھ راہ مساوات
نہ اختیار کی۔ یہ سلطنت تکبر و تجبر جس طرح کہ تمام امّت اور
جاملت کے حق میں نہایت مضر ہے ایسے ہی ہزار چند سے
اس داعی جاہل کے حق میں سم قاتل ہے کسی سلطان کو
اپنی سلطنت سے اُس قدر مضرت نہ پہنچی کہ متکبر کو اپنی
سلطنت سے پہنچی کہ اپنی جان کو خالق رعایا جانتا ہے

یانبی برایا خصوصاً وقتیکہ زمانہ یار او باشد و بخت یاور او
اکابر اہلِ زمان زیر دست شوند و سرکشانِ اقران بغایت
ست درین صورت استکبارِ او دو بالا میگردد و
اغ نخوتِ بعالمِ بالا میرسد۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ا مشت امتی المطیطاء وخدمتها ابناء الملوك ابناء
رس والروم سلط الله شرارها علی خیارها
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکبریاء ردائی و
لعظمة ازاری فمن نازعنی واحدا منهما
دخلته النار وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اغیظ رجل علی الله یوم القیمة واخبث
جل کان یسمی ملك الاملاك لاملك الا الله
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایقولن احدکم
عبدی وامتی کلکم عبید الله وکل نسائکم اماء
الله ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی
ولایقل العبد ربی ولکن لیقل سیدی وفی روایة
لایقل العبد لسیدہ مولای فان مولٰکم الله
باید دانست کہ این سلطنت جابرہ کہ چندے از اوصاف
او مذکور گردیدہ بر دو قسم است قسم اول آنکہ سلطان جابر
باوجود این شوخ چشمی گستاخی کہ بالا مذکور گردیدہ قدرے
از ایمان ہم داشتہ باشد و بہ بعضے اعمالِ صالحہ ہمت گماشتہ
اگرچہ آن اعمال را ہم بوجہے ادا میکند کہ منطبق بر طریقۂ
مشروع نیست و نزد اہلِ دیانت مسموع نہ بلکہ موافقِ آئین خود
آنرا ادا می نماید و بروجہ مطبوع خود دران عی در آید اما در دلِ
خود ہمان را وسیلہ تقرب الی اللہ میسازد و باخلاص نیت
بجا می آرد مثلاً چنانکہ در ابواب ہوا و ہوس خود خزائن وافرہ

اور یا نبی بر اپا پہچانتا ہے خصوصاً اُس وقت کہ زمانہ یاور اور
بخت مددگار رہوا کابر اہلِ زمان زیر دست ہوں سرکشانِ قرن
نہایت پست ہوں اس صورت میں استکبار اور غرور اُسکا
دوبالا ہوتا ہے اور دماغ نخوت عالم بالا پر پہنچتا ہے۔ فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جب چلے اُمت میری اور
خدمتگار انکے اولاد بادشاہوں کی اولاد فارس اور روم کی
مسلط کریگا اللہ تعالیٰ انکے بُروں کو اچھوں پر) اور فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکبر چادر میری
ہے اور بڑائی ازار میری جو کوئی مجھسے چھینے ایک کو ان دونوں سے
اُسکو داخل کروں گا آگ میں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جس پر سب سے
زیادہ خفا ہوگا اور سب سے بدتر سمجھے گا وہ ہے کہ نام رکھے
بادشاہوں کا بادشاہ نہیں ہے بادشاہ مگر اللہ تعالیٰ) اور
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ہرگز نہ کہے ایک
تمہارا کہ میرا بندہ میری لونڈی تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری
عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں لیکن یوں کہا کرے کہ میرا غلام میری
خدمتگار نے اور نہ کہے غلام میرا رب اور یوں کہے کہ میرا سردار اور
ایک روایت میں ہے کہ نہ کہے غلام اپنے سردار کو کہ میرا مولا
ہواسطے کہ مولا تمہارا اللہ ہے) معلوم کرنا چاہیے کہ یہ سلطنت جابرہ
کہ چند اوصاف اُسکے مذکور ہوئے دو قسم پر ہے قسم اول
یہ ہے کہ سلطان جابر باوجود اس شوخ چشمی اور گستاخی کے کہ
اوپر مذکور ہوئی کسی قدر ایمان بھی رکھتا ہو اور بعض اعمال صالحہ
کی طرف بھی متوجہ ہو اگرچہ اُن اعمالوں کو بھی اسی طرح
ادا کرتا ہے کہ طریقۂ مشروع پر منطبق نہیں اور اہلِ دیانت
کے نزدیک مسموع نہیں بلکہ اپنے آئین کے موافق اُسکو
ادا کرتا ہے اور بروجہ مطبوع اُسکو بجا لاتا ہے لیکن اپنے
دل میں اُسی کو تقرب الی اللہ کرتا ہے اور اخلاص نیت سے
بجا لاتا ہے مثلاً جس طرح پر کہ ابواب ہوا و ہوس میں خزائن وافرہ

ودفائن متکاثرہ صرف می نماید ہمچنین مسجدے بس لطیف
نفیس مطلّا ومذہب ومصفا ومنقش بنا کرد وآنرا از عبادات
مالیہ شمرد اگرچہ بنائے مثل این مسجد ہم در جنسے اسراف ست کہ
در شرع بغایت نامحمود ست وعند اللہ نامقبول لیکن از انجا کہ
طریق انفاق نزد او ہمین اسراف ست پس معنی انفاق فی سبیل اللہ
ہمین میداند کہ در مصارف محمودۂ شرعیہ ہر قدر کہ اسراف کند
ہمان قدر عند اللہ محمود ست وعند الشرع مقبول بنا علیہ
تقرباً الی اللہ اموال خطیرہ دران صرف منود وبنا بر زیادت
قبولیت راہ اسراف پیمود **قسم ثانی** آنکہ سلطان جابر در
دل این قدر خوف الٰہی نمی دارد کہ افعال شرعیہ را ہم باخلاص
نیت بجا آرد بلکہ آنرا ہم بطریق رسم وعادت وبنا بر حصول
نیکنامی در میان اہل زمان واظہار مسابقت بر اقران
بعمل می آرد وآن را نیز از لوازم جاہ وجلال خود می شمارد
پس چنانکہ اعمال صالحہ سلطان اول باعتبار ظاہر مردود
بود وباعتبار نیت محمود ہمچنین اعمال این سلطان ثانی ہم
از بیرون فاسد ست وہم از درون کاسد ودرین معنی چند
لطیفہ ست کہ در ضمن چند نکتہ بیان باید کرد **نکتۂ اولیٰ**
سلطان جابر ہرچند عند اللہ مردود ست واز ساحت قرب
مطرود فاما در نوع انسان یک گونہ از و منفعتے بمومنین و
مضرتے بکافرین می رسد مثلاً بنا بر طلب سلطنت ومملکت
عقلائے مسلمین را وزیر وامیر میگرداند وبہ سلاطین
کفار مضرتے می رساند اگرچہ پرورش مومنین بنا بر پاس
دین وسرزنش کافرین بنا بر اعلائے کلمۂ رب العالمین
بعمل نیاوردہ پس منفعت آن اگرچہ بذات او ہیچ
نرسیدہ فاما دین واہل دین یک گونہ سرسبز گردید پس اورا

اور دفائن متکاثرہ صرف کرتا ہے ایسے ہی ایک مسجد
نہایت لطیف نفیس مطلّا مذہب مصفا منقش بنا کرے
اور اُسکو عبادات مالیہ سے گنے اگرچہ ایسی مسجد کی بناء
بھی منجملہ جنس اسراف ہے کہ شرع شریف میں نہایت نامحمود ہے
اور عند اللہ نامقبول ہو لیکن اُس صورت میں کہ طریق
انفاق اُسکے نزدیک بھی اسراف ہے پس معنی انفاق
فی سبیل اللہ یہی جانتا ہے کہ مصارف محمودہ شرعیہ میں
جس قدر کہ اسراف کرے اُسی قدر عند اللہ محمود ہے اور
عند الشرع مقبول بنا علیہ تقرباً الی اللہ مال کثیرہ اُسمیں
صرف کرے اور زیادتی قبولیت کے خیال سے اسراف کی
راہ اختیار کرے **قسم ثانی** یہ ہے کہ سلطان جابر دل میں
اس قدر خوف الٰہی نہیں رکھتا ہے کہ افعال شرعیہ کو بھی
اخلاص نیت سے بجالاے بلکہ اُسکو بھی بطریق رسم وعادت
بنا بر حصول نیکنامی واظہار مسابقت عمل میں لاتا ہے اور
اُسکو بھی اپنے جاہ وجلال کے لوازم سے گنتا ہے پس
جس طرح ہر کہ سلطان اول کے اعمال صالحہ باعتبار
ظاہر مردود تھے اور بہ اعتبار نیت محمود ایسے ہی اس
سلطان ثانی کے اعمال ظاہراً فاسد ہیں اور باطناً کاسد
اور اس معنی میں چند لطیفے ہیں کہ چند نکتہ کے ضمن میں
بیان ہوتے ہیں **نکتۂ اولیٰ** سلطان جابر ہرچند عند اللہ
مردود ہے اور میدان قرب سے مطرود لیکن نوع انسان میں
ایک قسم کی منفعت اُس سے مسلمانوں کو اور ایک طرح کی
مضرت کافروں کو پہنچتی ہے مثلاً بنا بر طلب سلطنت عقلائے
مسلمین کو وزیر وامیر بناتا ہے اور سلاطین کفار کو مضرت
پہنچاتا ہے اگرچہ پرورش مومنین بنا بر پاس دین اور
سرزنش کافرین بوجہ اعلائے کلمۂ رب العالمین عمل میں
نہ لایا پس اُسکا نفع اگرچہ اُسکی ذات کو کچھ نہ پہنچا لیکن دین اور
اہل دین کو ایک طرح کی سرسبزی حاصل ہوئی پس اُسکو

بسانِ کور مشعل دار یا اسیرِ خود ستگر ار باید فہمید و در کارِ نیک
شریک او باید گردید و وجود او را بہتر از عدم باید شمرد
حتی المقدور از منازعتِ او اعراض باید کرد بلکہ از درگاہ
مجیب الدعوات اصلاح حال او باید طلبید و ظلم و تعدی او
را از قبیل بلاے آسمانی باید فہمید۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ تبارک وتعالی یقول انا اللہ لا الہ الا انا مالک
الملوک قلوب الملوک فی یدی وان العباد اذا اطاعونی
حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمۃ والرافۃ وان
العباد اذا عصونی حولت قلوبھم بالسخط و
النقمۃ فساموھم سوء العذاب فلا تشغلوا
انفسکم بالدعاء علی الملوک ولکن اشغلوا انفسکم
بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم
نکتۂ ثانیہ سلطان جابر از بسکہ جانِ خود را از مسلمین
می شمارد گاہ گاہ حمیتِ دینِ متین و غیرتِ شرعِ مبین
از دلِ او میجوشد و بنابران در اعلاے کلمۂ رب
العالمین میکوشد پس درین صورت تائیدِ دینِ متین
ازو صورت می پذیرد و شرع مبین ازو رونق میگیرد۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیؤید ھذا
الدین بالعبد الفاجر پس درین صورت
اطاعتِ او از جملۂ ارکان اسلام ست و
اعانتِ او خدمتِ سید الانام۔ قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم الجھاد ماض الی یوم القیامۃ لا یبطلہ
عدل عادل ولا جور جائر نکتۂ ثالثہ سلطان جابر بار
محتاج امر بالمعروف ست و اظہارِ حق بحضورِ او فضل عبادات
قال النبی صلعم افضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جائر

بسانِ کور مشعل دار یا اسیرِ خود ستگر ار سمجھنا چاہیے اور نیک کام
میں اُسکے شریکِ حال ہونا چاہیے اور اُسکے وجود کو عدم سے
بہتر خیال کرنا مناسب ہے اور حتی المقدور اُسکی مخالفت سے
اعراض اولی ہے بلکہ درگاہ مجیب الدعوات سے اُسکی اصلاح
حال کی دعا ضروری ہے اور اُسکی تعدی اور ظلم و ستم کو منجملہ
بلاے آسمانی جاننا لابدی ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں معبود ہوں نہیں کوئی معبود
سوا میرے میں بادشاہوں کا مالک ہوں بادشاہوں کے
دل میرے ہاتھ میں ہیں جب میرے بندے میری اطاعت
کرتے ہیں تو میں اُنکے بادشاہوں کے دلوں میں رحمت
اور نرمی ڈال دیتا ہوں انکی طرف سے اور جب بندے میرے
نافرمانی کرتے ہیں تو پھیر دیتا ہوں اُنکے دل یعنی بادشاہوں کے
طرف غصہ اور برائی کے پس وہ انکو بری تکلیف دیتے ہیں
تم اپنے بادشاہوں کو بد دعا مت کرو بلکہ تم خود نیکی کرو اور
رو و کیونکہ تمہارے بادشاہ میرے اختیار میں ہیں) نکتۂ ثانیہ
سلطان جابر از بسکہ اپنی جان کو مسلمانوں میں سے گنتا ہے
کبھی کبھی حمیتِ دینِ متین اور غیرتِ شرعِ مبین اُسکے دل سے
جوش مارتی ہے نظر براں اعلاے کلمۂ رب العالمین میں
کوشش کرتا ہے اس صورت میں تائیدِ دینِ متین اُس سے
صادر ہوتی ہے اور شرع مبین اُس سے رونق پکڑتی ہے
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ تعالی مدد کریگا
اس دین پاک کی ساتھ گنہگار کے) پس اس صورت میں اُسکی
اطاعت منجملہ ارکان اسلام ہے اور اُسکی اعانت خدمتِ
سید الانام ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جہاد
قیامت تک جاری رہیگا نہ مٹاویگا اُسکو کوئی عادل اور نہ ظالم)
نکتۂ ثالثہ سلطان جابر بیشک امر بالمعروف کا محتاج ہے
اور اظہار حق اُسکے حضور افضل عبادات ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
(ترجمہ بہترین جہاد حق بات کہنی ہے ظالم بادشاہ کے روبرو)

فاما امر بالمعروف ابہا انجہیے باید کرد بحدیکہ مخالفت و منازعت بحد
و بسر حد بغی خروج نرسد کہ خروج بر امام جابر شرعاً جائز نیست
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا من ولی علیہ وال فراٰہ
یاتی شیئاً من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یاتی من معصیۃ
اللہ ولا ینزعن یدا من طاعۃ

تنبیہ ثالث در ذکر سلطنت ضالہ

باید دانست کہ چون زمان سلطنت جابرہ ممتد میگردد و
سلاطین جابرین سالہا سال بر ہمون آئین تجبر و تجبر
پے در پے میگزرند و در کارخانہ سلطنت گویا کہ زمانہ جاہلیت
کہ قبل خاتم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بودہ نمودی نماید و
احکام خلافت راشدہ و سلطنت عادلہ مثل خواب فراموش
از یاد میرود و از لفظ مطلق ریاست و سیاست
ہمین سلطنت جابرہ مفہوم میگردد پس کسے از اہل
ہدایت و دیانت امر ریاست و سیاست از جنس طاعات
و عبادت نمی شمارد بلکہ آن را از اقبح انواع دنیا پرستی و
افحش اقسام سرکشی و مستی می انگارد پس اکابر ملت و
اعاظم امت ازین دور دور میگریزند و از قرب و
جوار می پرہیزند و از مجالست سلاطین دست بردار
می شوند و از مصاحبت ایشان بیزار پس فراعنہ سلاطین
بسان ملاعنہ شیاطین بلا تکلف درپے نفس امارہ
دور دور میروند بلا قید در میدان نخوت و غرور میدوند و
عقل و فکر ایشان و ہمنشینان ایشان در استخراج دقائق
فسق و فجور و ابواب اخذ و جر مال و عزل و نصب عمال و
ابواب تعذیب رعایا و تخریب برایا و ابواب تکبر و تجبر
مشغول می شود و استنباط اصول و فروع آن میکند

لیکن امر بالمعروف اسکو اسی طرح پر کرنا چاہیے کہ حد مخالفت
اور منازعت کو نہ پہنچے اور سرحد بغاوت اور خروج تک نہ کھنچے
کیونکہ خروج امام جابر پر شرعاً جائز اور درست نہیں۔ فرمایا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خبردار رہو کہ جو کوئی سردار
کے ماتحت ہوا اور اُس سے یعنی سردار سے کوئی گناہ ہوتا ہوا
دیکھے تو گناہ کو بُرا سمجھتا رہے مگر اُسکی اطاعت سے سر نہ پھیرے)

تیسری تنبیہ میں سلطنت ضالہ کا ذکر ہے۔

معلوم کرنا چاہیے کہ جیسا زمانہ سلطنت جابرہ ایک مدت
تک رہتا ہے اور سلاطین جابرین سالہا سال اُسی آئین
ظلم و ستم پر پے در پے گزرتے ہیں اور کارخانہ سلطنت
میں زمانۂ جاہلیت کہ قبل زمانۂ خاتم الانبیاء علیہم الصلوۃ و
السلام تھا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور خلافت راشدہ اور سلطنت
عادلہ کے احکام مثل خواب خرگوش یاد سے جاتے ہیں
اور لفظ مطلق ریاست و سیاست سے یہی سلطنت جابرہ
مفہوم ہوتی ہے پس کوئی اہل ہدایت و دیانت امر ریاست
اور سیاست کو از جنس طاعت و عبادت نہیں جانتا ہے
بلکہ اُسکو دنیا پرستی اور سرکشی اور مستی کے بدترین انواع
اور افحش اقسام سے پہچانتا ہے اسی وجہ سے بزرگان ملت
اور ارکان اُمت اس سے دُور دُور بھاگتے ہیں اور قرب
جوار سے پرہیز کرتے ہیں اور سلاطین مجالست سے دست بردار
ہوتے ہیں اور اُنکی مصاحبت سے بیزار ہوتے ہیں پس فراعنہ
سلاطین بسان ملاعنہ شیاطین بلا تکلف نفس امارہ کے
پیچھے دُور دُور جاتے ہیں اور بلا قید مکان نخوت غرور میں
تکاپو بجالاتے ہیں اور انکا اور اُنکے ہمنشینوں کا عقل و فکر
بدکاری کی باریکیوں کے نکالنے اور مال و خزانہ لینے اور
عاملوں کے بجا بٹھانے و موقوفی اور رعایا کے عذاب دینے اور
مخلوقات کے خراب کرنے اور لوگوں کی ایذا رسانی میں مشغول
رہتا ہے اور ان کے اصول و فروع کا استنباط کرتا ہے

وبحکم ہر کہ آمد بران مزید کرد این فن قبیح روز بروز ترقی میگیرد وقرن بقرن رونق می پذیرد تا اینکہ کلیات آن مضبوط میگردد وجزئیات آن مبسوط واصول آن مقرر می شود وفروع آن محرر در ہر امرے از امور ریاست وسیاست حکمی مخالف شرع متین ثابت میگردد ودر ہر معاملہ از معاملات بنی آدم اصلے مقابل دین قائم میشود پس ملتے مقابل ملت مصطفوی برپا میشود وسنتے مقابل سنت نبوی برملا آئین سلطانی مخالف احکام ربانی پیدا میگردد وقوانین خاقانی مخالف شرع ایمانی ہویدا بسا چیز ست کہ در شرع ربانی حرام ست ودر آئین سلطانی واجب وہمچنین بالعکس مثلاً اطلاق لفظ شاہ شاہان وخداوند جہان وجہانیان و حضور اقدس وعرش آشیانی وبندۂ خاص وپرستار بااختصاص وقلم قدر توام واستادن امرا دست بستہ وسرنگون وعقد مجلس رقص وسرود ولبس حریر در ایام جشن وعید واستعمال ظروف سیم وزر واظہار فرحت و سرور در اعیاد کفار مثل نوروز ومہرجان وہولی ودیوالی ومثل آن از مقدمات ہزاران ہزار ومعاملات بیشمار اینہمہ در شرع ربانی حرام ست ودر آئین سلطانی واجب الاہتمام وجواب السلام وعلیک وحضور جماعات وحسن معاشرت وخلق نیک با ضعفاے بندگان الٰہی ومصافحہ ومعانقہ با ہر مسلمان واجابت دعوت ہر وضیع وشریف و اختلاط با جماہیر اہل اسلام وحج بیت اللہ الحرام وخدمت اولیاء اللہ ودوام ملازمت ایشان ودوام ملازمت در مجالس علم وذکر وعدم مخالفت کسے از رؤسا وضعفاء وشنیدن حوائج ذوی الحاجات وامثال ذالک

اور بحکم ہر کہ آمد بران مزید کرد یہ فن قبیح روز بروز ترقی پکڑتا ہے اور قرن بقرن رونق قبول کرتا ہے یہانتک کہ کلیات اسکے مضبوط ہوتے ہیں اور خرابات اسکے مبسوط ہوتے ہیں اور اصول اسکے مقرر ہوتے ہیں اور فروع اسکے محرر ہوتے ہیں ہر امر میں منجملہ امور ریاست وسیاست ایک حکم مخالف شرع متین ثابت ہوتا ہے اور ہر معاملہ میں منجملہ معاملات بنی آدم ایک اصل مقابل دین قائم ہوتی ہے پس ایک ملت مقابل ملت مصطفوی برپا ہوتی ہے اور ایک سنت مخالف سنت نبوی برملا ہوتی ہے آئین سلطانی مغائر احکام ربانی پیدا ہوتا ہے اور قانون خاقانی مخالف شرع ایمانی ہویدا ہوتا ہے بہت سی اشیا ہیں کہ شرع ربانی میں حرام ہیں اور آئین سلطانی میں واجب اور ایسے ہی اسکے بالعکس خیال فرمائیے مثلاً اطلاق لفظ شاہ شاہاں اور خداوند جہان اور جہانیاں حضور اقدس اور عرش آشیانی اور بندہ خاص اور پرستار با اختصاص اور قلم قدر توام اور استادن امرا دست بستہ وسرنگوں اور عقد مجلس رقص وسرود اور لبس حریر بایام جشن وعید اور استعمال ظروف سیم وزر اور اظہار فرحت وسرور مثل نوروز ومہرجان وہولی ودیوالی ودیگر آں از مقدمات ہزاراں ہزار ومعاملات بیشمار کے سب شرع ربانی میں حرام ہیں اور آئین سلطانی میں واجب سلام اور اسکا جواب اور حضور جماعات اور حسن معاشرت اور بندگان خدا کے ساتھ نیک خلقی کے ساتھ پیش آنا اور ہر مسلمان کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرنا اور ہر وضیع وشریف کی دعوت کا قبول کرنا اور تمام اہل اسلام کے ساتھ اختلاط رکھنا اور حج بیت اللہ اور خدمت اولیاء اللہ بجالانا اور مجالس علم وذکر میں ہمیشہ رہنا اور کسی کے ساتھ مخالفت پیش آنا اور صاحب حاجت کی حاجتوں کو لینا اور اسی کے مثل

همه در شرعِ ربانی مامور ست و در آئینِ سلطانی ممنوع و اخذِ
محصولِ مالِ تجارت زائد از قدرِ زکوٰة و تعیینِ ظالمانِ مردم آزار
بر هر گذرِ دریا و رهگذرِ صحرا و بر هر دروازهٔ شهر بنا بر دار و گیرِ
مسافران و اخذِ چیزے از اموالِ ایشان و امثالِ ذٰلک
همه مخالفِ شرعِ ربانی ست و موافقِ آئینِ سلطانی و بسیا
جرم ست که تعزیرِ آن در شرعِ ربانی دیگر ست و در آئینِ سلطانی دیگر
دزدی در شرع قطعِ ید ست و در آئینِ سلطانی قتل و یا حبس
برادرانِ بادشاه در متروکهٔ پدرِ خود بحکمِ شرع شریک اند و بحکمِ
آئین محروم تمام مالِ بیت المال در شرعِ حق کافهٔ مسلمین ست
در آئینِ ملوک سلاطین بالجمله آئینِ سلطانی هم بس طویل و عریض
مستوعبِ احکامِ رنگارنگ و اصولِ گوناگون مقابلِ شرعِ ربانی
بهم رسیده تعلیم و علمِ آن در میانِ ارکینِ سلطنت و اساطینِ مملکت
مروج گردیده که پدرانِ مشفق برائے تربیتِ پسرانِ خود بر همین آئین
استادانِ این فن را که ایشان را آتالیق میگویند تعیین می نمایند
و تدریجاً همین فن را تعلیم میفرمایند و آن را از کمالاتِ ایشان
می شمارند و از مفاخرِ آنها می انگارند و خیرخواهانِ سلطنت
و ترقی خواهانِ مملکت که در صنعتِ تحریر و تقریر
قوتِ لسانی و براعتِ بیانی میدارند بسوئے همین آئین
مردمان را دعوت میکنند و بسوئے آن ترغیب میدهند
وکتب و رسائل در آن درست میگردانند و آن را بذکرِ شواهد و
دلائل بپایهٔ اثبات میرسانند چنانچه رساله در تحلیلِ لبسِ حریر
مشهور ست و مسئله تجویزِ سجده برائے سلاطین معروف و آئینِ اکبری
درین فن کتابی ست مبسوط و اصولِ آئینِ او که مسمّی
بدینِ الٰهی ست و کتاب در دبستانِ مذاهب مضبوط
بالجمله این سیاستِ سلطانی مذهبے ست غیر مذهبِ اسلام

یہ تمام شرعِ ربانی میں مامور ہیں اور آئینِ سلطانی میں ممنوع اور
مالِ تجارت کا محصول قدرِ زکوٰة سے زیادہ لینا اور ہر گذرِ دریا
اور رہگذرِ صحرا اور ہر دروازۂ شہر پر مسافروں کو ایذا پہنچانے
اور انکا مال ہاتھ میں لانے کے واسطے ظالمانِ مردم آزار کا
تعیین کرنا مخالفِ شرعِ یزدانی ہے اور موافقِ آئینِ سلطانی
اور بہت سے جرم ہیں کہ انکی تعزیر شرعِ ربانی میں اور ہے
اور آئینِ سلطانی میں اور۔ چوری کی حد شرع شریف میں ہاتھ
کٹوانا ہے اور آئینِ سلطانی میں قتل یا حبس بادشاہ کے
بھائی باپ کے متروکہ میں از روئے حکمِ شرعی شریک ہیں
اور بحکمِ آئین محروم۔ بیت المال کا تمام مال شرع میں تمام
مسلمانوں کا حق ہے اور آئینِ ملوک میں حق سلاطین
بالجملہ آئینِ سلطانی بھی بہت طویل و عریض ہے کہ شرعِ شریف
کے مقابل میں احکامِ رنگارنگ اور اصولِ گوناگوں کو
حاوی ہے اور تعلیم تعلّم اسکا ارکینِ سلطنت اور اساطینِ
مملکت میں مروج ہے کہ پدرانِ مشفق اپنے لڑکوں کی تربیت
کے واسطے اسی آئین پر استادانِ اس فن کو کہ انکو اتالیق
کہتے ہیں متعلق کرتے ہیں اور بتدریج اسی فن کی تعلیم فرماتے ہیں
اور اسکو انکے کمالات سے گنتے ہیں اور اسکو مفاخر سے
جانتے ہیں اور خیرخواہانِ سلطنت اور ترقی خواہانِ مملکت کہ
صنعتِ تحریر و تقریر میں قوتِ لسانی اور براعتِ بیانی
رکھتے ہیں اسی آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور اسکی
طرف رغبت دلاتے ہیں اور اسمیں کتابیں اور رسالے لکھتے
ہیں اور اسکو شواہد اور دلائل کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچاتے
ہیں چنانچہ ایک رسالہ تحلیل لباس حریر میں مشہور ہے
اور مسئلہ تجویز سجدۂ سلاطین کے حق میں معروف ہے۔
آئینِ اکبری اس فن میں ایک کتاب مبسوط ہے اور دبستانِ
مذاہب میں مضبوط انکے آئین کے اصول کا نام دینِ الٰہی ہے
الحاصل یہ سیاستِ سلطانی ایک نیا مذہب ہے غیر مذہب اسلام

و ملتے ست غیر ملت سید الانام مشابہ سائر مذاہب باطلہ
مثل ہنود و مجوس نہ مثل شیعہ و خوارج کہ مذہب آنہا ہم
اگرچہ فی الحقیقت باطل ست فاما دعاوی ایشان ہمین ست
کہ استفاد از کتاب و سنت ہمین مذاہب ست بخلاف
آئینِ سلاطین کہ ایشان احکامِ خود را استفاد از کتاب و
سنت نمی شمارند بلکہ بمجرد حکم عقلی بملاحظہ قیامِ
سلطنت و انتظامِ مملکت منتہی می انگارند پس فی الحقیقت
آئینِ ایشان شعبہ ایست از مذہب فلاسفہ از ملتِ اسلامیہ
چنانچہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم از وجود این سلاطین مضلین
اخبار فرمودہ اند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما اخاف علی
امتی الائمۃ المضلین وروی ان حذیفۃ قال قلت
یا رسول اللہ ایکون بعد ھذا الخیر شر کما کان قبلہ
شر قال نعم قلت فما العصمۃ قال السیف وقلت
وھل بعد السیف بقیۃ قال نعم تکون امارۃ
علی اقذاء وھدنۃ علی دخن قلت ثم ماذا قال
ثم ینشأ دعاۃ الضلال وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یکون فتنۃ عمیاء صماء
علیھا دعاۃ علی ابواب النار۔ ہر چند امثال این سلاطین
فی الحقیقت از قبیلِ کفار اشرار اند و از جنسِ اہلِ نار فاما از
بسکہ بزبانِ خود دعویٰ اسلام میکنند پس کفر ایشان مستور ست
و ایمان ایشان ظاہر و شاہد تصدیق ہمین دعویٰ ظاہری از رسوم
اسلام مثل عقد نکاح و ختان و اظہار تجمل بروز عید الفطر و
عید الضحی و تجہیز و تکفین و نماز جنازہ و دفن در مقابر
مسلمین در میانِ خود جاری میدارند و از شرع ربانی
بالکل دست بردار نمی شوند آرے آئین سلطانی را

اور ایک ملت ہی غیر ملت سید انام مثل جملہ مذاہبِ باطلہ
مثل ہنود و مجوس نہ شیعہ اور خوارج کے مذہب پر اسکو قیاس
کر سکتے اگرچہ انکا مذہب بھی فی الحقیقت باطل ہی لیکن انکا
دعویٰ یہی ہے کہ ہمارا مذہب بھی کتاب اور سنت سے
مستفاد ہے بخلاف آئین سلطنت کے کہ وہ اپنے احکام کو کتاب و
سنت سے مستفاد نہیں جانتے ہیں بلکہ اسکا منشا مجرد حکم عقلی
اور محض قیام سلطنت پہچانتے ہیں پس فی الحقیقت انکا
آئین مذہبِ فلاسفہ کا ایک شعبہ ہے ملتِ اسلامیہ سے
اُسکو تعلق نہیں چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان سلاطینِ مضلین کے وجود سے پہلے ہی خبر دی ہے،
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ سوا اسکے
نہیں کہ میں خوف کرتا ہوں اپنی اُمت پر گمراہ اماموں سے۔
اور روایت کیا یہ کہ حذیفہ نے کہا کہ کہا میں نے ای اللہ کے
رسول ص کیا اس بھلائی کے بعد برائی ہوگی جیسے پہلے تھی
فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کہ بچاؤ کیا ہے فرمایا تلوار۔
اور عرض کیا میں نے اور کیا بعد تلوار کے باقی رہنا ہوگا
فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے کہ ہاں کہ ہو جاویگی امارت کمینوں کو اور قتل
اور دھوئیں یعنی کثرت سے کہا پینے پھر کیا ہوگا فرمایا آپنے پھر پیدا ہونگا
بلانیوالا طرف گمراہی کے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہوگا فتنہ بہرا گونگا اور اُسکے بلانیوالا اوپر نار کے)
ہر چند ایسے بادشاہ از قبیلِ کفار اشرار ہیں اور از جنس اہلِ
نار لیکن چونکہ اپنی زبان سے مدعی اسلام ہیں مستحق فتوائے
تکفیر نہیں کیونکہ کفر انکا مستور ہے اور ایمان انکا ظاہر و
مشہور ہے اور انکے ایمان کی تصدیق بھی شواہد ظاہرہ
کرتے ہیں مثل عقد نکاح دختران اور اظہارِ تجمل بروز
عیدین اور ادائے تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و دفن وغیرہ
ان سب رسموں کو اپنے درمیان جاری رکھتے ہیں شرع
ربانی سے بالکل دست بردار نہیں ہوتے ہاں آئین سلطانی کو

در حق خود و ملازمان خود واجب العمل می انگارند چنانچہ در
محاورات خود آئین را با شرع ضم کردہ در تلفظ استعمال میکنند
مثلاً میگویند کہ ہرچند شرع اصل ست اما در باب سیاست
با شرع طورہ ہم باید مراد از طورہ آئین چنگیز خان ست
پس بنا بر ہمین دعوی اسلام کہ بظاہر از زبان ایشان
سرمیزند ایشان را از کفر صریح محفوظ میدارد اگرچہ کفر
مخفی ہم در مواخذۂ اُخرویہ کافی ست فاما اسلام ظاہری
مقتضی ہمین معنی ست کہ با ایشان در احکام دنیویہ معاملہ
مسلمین بعمل آرند و ایشان را ہم در باب معاملات از
جنس مسلمین شمارند گو کہ در آخرت با کفار تبار در درکات نار
مخلد باشند و در دارو گیر رب قدیر تا ابد الآباد مانند و یا
وسعت رحمت الٰہیہ دستگیری ایشان نماید خواہ
قبل التعذیب خواہ بعد التعذیب ایشان را مغفرت فرماید
بالجملہ حالِ معادِ ایشان بر علم علام الغیوب سپارند و در احکام
معاش معاملہ مسلمین با ایشان بعمل آرند بالجملہ چون سلطنت
جابرہ بحد سلطنت ضلالت رسید از سرحد فسق و ظلم برآمدہ
در اقسام بدعت و ضلالت داخل گردید پس حکم سلاطین
مضلین حکم سائر فرق باطلہ مبتدعین ست اختلافیکہ در تکفیر
و عدم تکفیر مبتدعین واقع ست ہمون اختلاف در تکفیر و عدم
تکفیر سلاطین مضلین متحقق و از انجا کہ احتیاط در محل اختلاف لازم ست
بناءً علیہ توقف در حال ہمین مضلین واجب و ناگزیر باید دانست کہ
سلطان مضل ہم دو قسم ست متمرد و مقلد بیانش آنکہ چون آئین
سلطانی بمشابہ مذاہب ساری و جاری گردید و بپایۂ اشتہار
رسید پس بعضے از سلاطین متاخرین اگرچہ بحسب اصل جبلت
بعیش و نشاط راغب می باشند و عادات تکبر و تجبر و طالب

اپنے اور ملازمین کے حق میں واجب العمل جانتے ہیں چنانچہ اپنے
محاورات میں آئین کو شرع کے ساتھ ضم کرکے تلفظ میں
استعمال کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ہرچند شرع اصل ہے لیکن
معاملہ سیاست میں ساتھ شرع کے طورہ بھی چاہیے اور
مراد طورہ سے آئین چنگیز خاں ہے پس اسی دعوی اسلام
کی بنا پر کہ بظاہر انکی زبان سے ظاہر ہوتا ہے کفر صریح سے
محفوظ رکھتے ہیں اگرچہ کفر مخفی ہے مواخذۂ اُخرویہ میں کافی
ہے لیکن اسلام ظاہری اسی معنی کا مقتضی ہے کہ احکام
دنیویہ میں انکے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ عمل میں لائیں اور انکو
بھی دربارۂ معاملات مسلمانوں میں سے گنیں گو کہ آخرت
میں کفار بدکار کے ساتھ درکات نار میں مخلد ہوں اور
دارو گیر ربِّ قدیر میں تا ابد الآباد رہیں اور یا وسعت
رحمت الٰہی انکی دستگیری فرمائے خواہ قبل تعذیب خواہ
بعد تعذیب انکو بخشے دوزخ سے چھڑائے بالجملہ انکے آخرت کا
حال علم علام الغیوب پر حوالہ فرمائیں اور احکام معاش
میں مسلمانوں کا معاملہ انکے ساتھ بجا لائیں الغرض جو سلطنت
جابرہ سلطنت ضلالت کی حد کو پہنچے سرحد فسق و ظلم سے
نکل کر بدعت و ضلالت کے اقسام میں داخل ہوئے پس
سلاطین مضلین کا حکم تمام مبتدعین کے فرقوں کے حکم کے
مشابہ ہے جو اختلاف کہ تکفیر اور عدم تکفیر مبتدعین میں واقع ہے
وہی اختلاف تکفیر اور عدم تکفیر سلاطین مضلین میں متحقق ہے
اور چونکہ احتیاط محل اختلاف میں لازم اور واجب ہے
بناءً علیہ ان مضلین کے حال میں بھی توقف ضروری اور
لابد ہے۔ یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ سلطان مضل بھی دو قسم
پر ہے متمرد و مقلد بیان اسکا یہ ہے جو آئین سلطانی بمشابہ
مذاہب جاری اور ساری ہوا اور پایۂ اشتہار کو پہنچا پس
بعض سلاطین متاخرین اگرچہ بحسب اصل جبلت عیش و نشاط
کی طرف راغب نہیں ہوتے اور ظلم و ستم کے طالب نہیں ہوتے

فاما بنا بر اعانت آئین اسلاف محض بر سبیل رسم و عادات
آن را بعمل می آرند اگرچہ در دل کراہتے ازان میدانند
بلکہ در بعضے احیان بر بطلان آئین این سلاطین ہم
آگاہ می شوند فاما چار ناچار در ہمین راہ میروند کہ رعایت
آئین ریاست بر ایشان غالب ست بہ نسبت پاسداری
قوانین دیانت و محبت جاہ و مال بر ایشان غالب ست
بہ نسبت محبتِ ربِ ذوالجلال و پاسداری منصب
مملکت بر ایشان قوی ترست بہ نسبتِ پاسداریِ
احکامِ رب العزت این قسم سلاطین را سلاطینِ مقلدین
میگویند و بعضے دیگر از ایشان بحسبِ اصلِ خلقت ہم
باموِ مذکورہ مائل میباشند و از حقیقتِ ایمان بالکل
غافل و چون آئین اسلاف با رغبتِ جبلی در آمیخت
تعیش و تجبرِ ایشان را دو بالا انگیخت پس رعایت
آئین از ایشان بوجہ اتم می شود بلکہ رونق او از ایشان
بکمال میرسد گویا کہ او را از جملہ مجتہدین این ملت تو ان گفت
و در سلک مجددین این سنت توان شمرد این سلطان را
متمرد میگویند و درین مقام چند لطیفہ ایست کہ در ضمن چند
نکتہ باید گفت نکتۂ اولی سلطانِ مفضل ہرچند رئیس
المفسدین ست و امام المبتدعین و ریاست او
بہ نسبتِ دین سمے ست قاتل و امامتِ او بحکم
کتاب و سنت وہمے ست باطل اما از انجا کہ راہ معاملۂ اسلام
با او مسلوک ست تکفیرِ او مشکوک بنا علیہ اظہار بغی بر وے
و خروج از اطاعتِ او نیز از مسائل اختلافیہ ست پس
شخص محتاط را لازم ست کہ خود بران اقدام نفرماید
و دیگرے را بر و ملام نسازد یعنی خود راہ بغی و خروج نہ پیماید

لیکن آئین اسلاف کے نباہنے کے غرض سے محض بر سبیل
رسم و عادات عمل میں لاتے ہیں اگرچہ دل میں اُس سے ایک
طرح کی کراہت رکھتے ہیں بلکہ بعض اوقات میں اُن سلاطین
کے آئین کے بطلان پر بھی آگاہ ہوتے ہیں با چار ناچار
ایسے راہ ہوتے ہیں کیونکہ بہ نسبت پاسداری قوانین دیانت
رعایت آئین ریاست اُنپر غالب ہے اور بہ نسبت محبتِ
رب ذو الجلال محبتِ جان و مال اُنکے دل میں جاگیر ہے
اور پاسداری منصب مملکت بہ نسبت پاسداری احکام
رب العزت اُنپر قوی تر ہے اس قسم کے سلاطین کو سلاطین
مقلدین کہتے ہیں اور اُن سلاطین میں سے بعض سلاطین
باعتبارِ اصل خلقت بھی امورِ مذکورہ کی طرف مائل ہوتے
ہیں اور حقیقت ایمان سے بالکل غافل اور جبکہ آئینِ
اسلاف نے اُنکی رغبت جبلی کے ساتھ اختلاط فرمایا اُنکے
عیش اور ظلم کو ترقی پر پہنچایا اسی غرض سے یہ سلاطین اُنکے
آئین کی رعایت بوجہ اتم کرتے ہیں اور بکمال رونق دیتے
ہیں گویا کہ اُس آئین کو اس ملت کے مجتہدین میں سے
شعار کرنا چاہیے اور اس سنت کے مجددین کہنا چاہیے
اسکو سلطان متمرد کہتے ہیں اس مقام میں چند لطیفے ہیں
کہ چند نکتوں کے ضمن میں اُنکا بیان ضروری ہے۔
پہلا نکتہ سلطان مفضل ہرچند رئیس المفسدین اور امام
المبتدعین ہے اور اُسکی ریاست دین کے حق میں بمنزلہ
سم قاتل ہے اور اُسکی امامت بحکم کتاب و سنت ایک
وہم باطل ہے لیکن چونکہ راہ معاملہ اسلام اُسکی وجہ سے
مسلوک ہے بنا برین تکفیر اُسکی مشکوک ہے نظر برآں اظہار
بغاوت اُسپر کرنا اور اُسکی اطاعت سے خارج ہونا بھی
منجملہ مسائل اختلافیہ ہے سو مرد محتاط کو لازم ہے کہ خود
اُسپر پیش قدمی نفرمائے اور دوسرے کو اُسپر ملامت کے
ساتھ یاد نہ لائے یعنی خود راہ بغاوت و خروج اختیار نکرے

واگر کسے باو مخالفت و منازعت نمود زبان طعن برو نگشاید
چنانکہ بسیارے از علماء اہل سنت خود بر قتل ونہب روافض
دست نمی کشایند فاما مجوزین این امر مثل علماء ماوراء النہر اعراض
نمی نمایند و چون بغی وخروج بر سلاطین مضلین احتیاطاً ممنوع ست
لاجرم سلطنت ایشان از اقسام امامت معدود ست نکتہ ثانیہ
سلطان مقلد بہ نسبت ملت اسلام اقرب ست پس احتیاط
در مخالفت ومنازعت او واجب کسے کہ باو بمنازعت
برخاست و دست از متابعت او برداشت ہرچند
در ظاہر شرع مطعون نیست اما این عمل مصلحت
وقت مقرون نیست مگر آنکہ قیام خلافت راشدہ
یا سلطنت عادلہ بر تقدیر برہم زدن ریاست او متیقن
باشد پس درین صورت برافراختن اعلام قتل وقتال و
برانداختن آن متبوع ضال وحق ملت واہل ملت منفعتے
خواہد بخشید والا بعوام وخواص بیشک مضرتے خواہد رسید

تنبیہ رابع در بیان سلطنت کفر

باید دانست کہ مراد از سلطنت کفر درین مقام حکومت
کفار اصلی نیست بلکہ مقصود ازان سلطنت قومی ست کہ
جان خود را در زمرۂ مسلمین می شمارند و موجبات کفر صریح
بعمل می آرند واز ایشان بہ نسبت احکام شرع آنقدر مخالفت و
عناد صادر میشود کہ بر ایشان حکم کفر وارتداد ثابت میگردد
بیانش آنکہ بعضے اشخاص باعتبار اصل جبلت ملحد مزاج و
زندیق طبع می باشند کہ ہرچند بظاہر کلمۂ اسلام میخوانند اما خدا ورسول
را ودین ومذاہب را وحساب وکتاب را بالیقین نمیدانند ہمین
نشیب وفراز دنیاوی را سعادت وشقاوت پندارند و
ہمین حصول جاہ وجلال وتحصیل مال ومنال را اصل کمال می انگارند

اور اگر کوئی اُسکے ساتھ مخالفت اور منازعت کرے اُس پر
زبان طعن نہ کھولے چنانچہ اکثر علماء اہل سنت بذات خود
روافض کے قتل اور غارت پر دست درازی نہیں فرماتے
لیکن اس امر کے مجوزین پر بھی مثل علماء ماوراء النہر
اعتراض نہیں کرتے اور چونکہ بغاوت اور خروج سلاطین
مضلین پر احتیاطاً ممنوع ہے بالضرور اُنکی سلطنت
اقسام امامت سے معدود ہے دوسرا نکتہ
سلطان مقلد بہ نسبت ملت اسلام اقرب ہے پس احتیاط
اُسکی مخالفت اور منازعت میں واجب جو کوئی کہ اُسکی
منازعت پر آمادہ ہوے اور اُسکی متابعت فرمانبرداری سے
ہاتھ اُٹھاے ہرچند ظاہر شرع میں مطعون نہیں لیکن عمل
مصلحت وقت کے ساتھ مقرون نہیں مگر اُس وقت اُسکی مخالفت
ضروری ہی کہ اُسکی ریاست کے تباہ و برباد ہونے میں خلافت راشدہ
یا سلطنت عادلہ قائم ہوئی پس اس صورت میں قتل وقتال کے
نیزوں کا بلند کرنا اور اُس متبوع ضال کو ذلیل کرنا اہل ملت اور
ملت کے حقمیں نفع بخشیگا ورنہ عوام وخواص کو بیشک مضرت پہنچیگی

چوتھی تنبیہ میں سلطنت کفر کا بیان ہے

جاننا چاہیے کہ مراد سلطنت کفر سے اس مقام میں حکومت
کفار اصلی نہیں بلکہ مقصود اُس سلطنت سے وہ قوم ہی کہ اپنے
تئیں زمرۂ مسلمین میں گنتے ہیں اور موجبات کفر صریح عمل میں
لاتے ہیں اور اُنسے بہ نسبت احکام شرع اُس قدر مخالفت اور
عناد صادر ہوتا ہی کہ اُن پر حکم کفر وارتداد ثابت ہوتا ہے
اسکا بیان یہ ہے کہ بعض اشخاص باعتبار اصل جبلت
ملحد مزاج اور زندیق طبع ہوتے ہیں کہ ہرچند ظاہر میں کلمہ
اسلام پڑھتے ہیں لیکن خدا و رسول اور دین و مذہب اور
حساب وکتاب کو بالیقین نہیں جانتے ہیں ایسے نشیب وفراز
دنیاوی کو سعادت اور شقاوت پہچانتے ہیں اور ایسے حصول
جاہ وجلال اور تحصیل مال ومنال کو اصل کمال تصور کرتے ہیں

...ودر همین ابواب غریق و منهمک ست همون ست نزدِ
...شان زکی و عاقل و هرکه ازان معرض و غیر ملتفت ست
...ون ست نزد ایشان غبی و جاهل چیزیکه باعثِ تحصیلِ دنیاے
...ن نباشد همون ست نزد ایشان لغو و لاطائل و مشقتے که
...حصولِ نام و نشان نباشد همون ست نزد ایشان رنج
...اصل پس انبیاء الله و سائرِ هادیان راه حق را از جنس
...قلاے جاه طلب می شمارند و اتباعِ ایشان را از
...نس سفهاے بے عقل می انگارند که بر سخنهاے احمق
...یب ایشان مغرور گردیدند و بمواعید بربستهٔ ایشان
...سرور پس رعایت ملت و سنت را در جمیع افعال و اقوال
...ز جنسِ حماقت می شمارند و قیدِ مذهب و مشرب را در عادات
معاملات از قبیلِ سفاهت و کشیدن رنج و کلفت در
عبادات نزدِ ایشان محض نادانی ست و تبتل و توکل علامتِ
عجز و ناتوانی پس چون امثال این اشخاص بمنصب
سلطنت میرسند و متمکن بر سریر مملکت می شوند آئین
سلطانی را که بظاهر باعث ازدیادِ رونق سلطنت ست
مطابق فراست و کیاست میدانند و شرع ربانی که نزد
ایشان بیحاصل ست از جنس رسوم سفاهت می شناسند
پس لابد زبان طعن بر وی میکشایند و او را در نظر ملازمان
خود محقر می نمایند و بلطائف الحیل استیصال او میجویند و
راه معارضه او می پویند در هر امر حکم آئین سلطانی را ترجیح
میدهند و حکم شرع ربانی را تسفیه میکنند منافع آنرا
بچرب زبانی تفصیل میدهند و مضار این را بتلبیس
تبیین میکنند بالجمله در هر کلام ایشان رمزے می باشد
بملت رب العالمین و طنزے می باشد بر شریعت سید المرسلین

جوکوئی ان معاملات میں غریق اور منہمک ہے وہی اُن کے
نزدیک زکی و عاقل ہے اور جو کوئی اُسکی طرف متوجہ نہیں
ہوتا وہی اُنکے نزدیک غبی و جاہل ہے جو چیز کہ دنیاے
دوں کے تحصیل کا باعث نہو وہی اُنکے نزدیک لغو ولاطائل
ہے جو مشقت کہ نام و نشان کے حصول کا سبب نہو وہی
اُنکے لیے رنج بیحاصل ہے پس تمام انبیاء اللہ اور جملہ ہادیان
راہ کو جنس عقلاے جاہ طلب سے جانتے ہیں اور انکے تابعین
کو منجملہ سفہاے بے عقل پہچانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ
نادان سخنہاے احمق فریب پر مغرور ہوے اور گھڑے
ہوے وعدوں پر مسرور پس رعایت ملت و سنت کو
جمیع افعال و اقوال میں از جنس حماقت خیال میں لاتے
ہیں اور قید مذہب و مشرب کو عادات اور معاملات
میں از قبیل سفاہت بتلاتے ہیں عباداتِ خداوندی
میں رنج و کلفت کھینچنا اُنکے نزدیک محض نادانی ہے
اور تبتل اور توکل علامت عجز و ناتوانی ہے پس جبکہ ایسے
لوگ منصب سلطنت پر پہنچتے ہیں اور سریر مملکت پر
بیٹھتے ہیں آئین سلطانی کو بظاہر رونق سلطنت کی زیادتی
کا باعث ہی مطابق فراست و دانائی جانتے ہیں اور شرع
ربانی کو اُنکے نزدیک بیحاصل ہے منجملہ رسوم سفاہت
پہچانتے پس بالضرور اُسپر زبان طعن کھولتے ہیں اور
اُسکو نظر ملازمان میں ذلیل کرکے دکھلاتے ہیں اور
بلطائف الحیل سے اُسکی بیخ کنی چاہتے ہیں اور اُسکے
معارضہ کی راہ میں دوڑتے ہیں ہر امر میں حکم آئین سلطانی کو
ترجیح دیتے ہیں اور حکم شرع ربانی کی تحقیر اور تسفیہ کرتے ہیں
اُسکے منافع چرب زبانی کے ساتھ تفصیل و ابیان
کرتے ہیں اُسکے مضار کو تلبیس کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں
بالجملہ اپنے ہر کلام میں ملت رب العالمین پر آوازہ کستے ہیں
اور شریعت سید المرسلین پر طنز کرتے ہیں کبھی

کلام خود را باشعار شعرا یاوہ گو پیوند میکنند و گاہے تشبیہات
علماء جاہ جو و گاہے دعوی خود را بکلام فلاسفہ مدلل
میکنند و گاہے برموز ملاحدہ پس این قسم سلاطین
بلاشک از جنس کفار متمردین اند و زنادقہ مرتدین جہاد
برایشان از ارکان اسلام ست و اہانت ایشان
اعانت سید الانام سلطنت ایشان اصلا از جنس
امامت حکمیہ نیست و اطاعت ایشان بوجہ من الوجوہ
از اوامر شرعیہ نہ کما رواہ عبادۃ بن الصامت انہ
قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان
لا ننازع الامر اھلہ الا ان تروا کفرا بواحا
عندکم من اللہ فیہ برھان

و در بعضے احیان این سلطان مرتد را چنان بخیال
میرسد کہ عوام چندانکہ در اتباع انبیاء و مرسلین مساعی بلیغہ
بجا می آرند و آن را از کمال سعادت خود می شمارند آن قدر
در اتباع سلاطین سرگرم نمی باشند بلکہ بسیارے از ایشان
ازین امر ننگ و شرم میدارند بنا علیہ ادعائے نبوت را با دعوے
سلطنت ضم باید کرد تا عقلا بطمع جاہ و مال اطاعت اختیار کنند و
سفہا بنا بر حسن مآل پس ادعائے نبوت برملا میکنند و ملت جدیدہ
برپا و از بسکہ تجبر و تکبر مقتضائے سلطنت اوست پس ادعائے
الوہیت با ادعائے نبوت منضم میگردد و کفر او از کفر فرعون بالاتر
میشود و قیام سلطنت ارتداد بنا بر غلبہ کفار ست کہ بر ذمہ مسلمین
فرض عین میشود کہ برو جہاد قائم بگردانند و این شورش و فساد
بشمشیر بہ نشانند و گرنہ توانند از ان اقلیم ہجرت نمایند و
بدار الاسلام فرود آیند باید دانست کہ ذکر سلطنت ارتداد
درین مقام باوجودیکہ این قسم موضوع ست برائے اقسام امامت حکمیہ

اپنے کلام کو اشعار شعراء یاوہ گو اور شبہات علماء جاہ جو کے ساتھ
پیوند کرتے ہیں کبھی اپنے دعوے کو فلسفہ کے کلام کے ساتھ
مدلل کرتے ہیں اور کبھی رموز ملاحدہ کے ساتھ متعلق کرتے
ہیں پس اس قسم کے بادشاہ بلاشک از جنس کفار متمردین ہیں
جہاد انپر منجملہ ارکان اسلام ہے اور اہانت انکی اعانت
سید الانام ہے انکی سلطنت اصلاً امامت حکمیہ سے نہیں اور
انکی اطاعت مطلقاً اوامر شرعیہ سے نہیں۔ جیسا روایت کیا
عبادہ بن صامت نے (ترجمہ اُنھوں نے کہا کہ بیعت کی
ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہ جھگڑیں ہم اختیار
والوں سے یہ کہ چھین لیں مگر جب کفر صریح دیکھیں کہ دلیل
بھی ہو) اور بعض اوقات میں اس سلطان مرتد کے
خیال میں ایسا آتا ہے کہ عوام جس قدر انبیاء مرسلین کی
تابعداری اور فرماں روائی میں کوشش بلیغ اور سعی لاکلام
کرتے ہیں اور اسکو کمال سعادت جانتے ہیں اس قدر سلاطین
کی فرمانبرداری میں سرگرم اور مستعد نہیں ہوتے ہیں بلکہ
بہت لوگ اس امر سے شرم و ننگ رکھتے ہیں نظر بر اں
ادعائے نبوت کو ساتھ دعوے سلطنت کے ضم کرتے
ہیں تاکہ عقلا جاہ و مال کی طمع سے اطاعت اختیار کریں اور
سفہا حسن مآل کی بنا پر فرمانبردار ہوں پس ادعائے نبوت
برملا کرتے ہیں اور ملت جدیدہ برپا کرتے ہیں اور از بسکہ
تجبر و تکبر اُسکی سلطنت کا مقتضا ہے پس ادعائے الوہیت
ادعائے نبوت کے ساتھ منضم ہوتا ہے اور اُسکا کفر فرعون
کے کفر سے دوبالا ہوتا ہے اور ارتداد کے سلطنت کا قیام
بنا بہ غلبہ کفار ہے کہ مسلمان کے ذمہ پر فرض عین ہوتا ہے
کہ اُسپر جہاد قائم فرمائیں اور یہ شورش و فساد شمشیر کے ساتھ
مٹائیں اور اگر یہ نکر سکیں اُس ولایت سے ہجرت کریں اور
دار الاسلام میں آئیں معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر سلطنت ارتداد
اس مقام میں باوجودیکہ یہ قسم بیان اقسام امامت حکمیہ کیواسطے موضوع ہے

وایں سلطنتِ مذکورہ خارج ست ازاں اقسام محض بنا برہمیں امر
واقع گردیدہ کہ درمیان ہمیں سلاطین مدعیانِ اسلام گاہے سلطانی
میباشد کہ محض از جنس کفار شرار ست و از مرتدین الحاد شعار
استیصال او عین انتظام ست و اہلاک او عین اسلام و طاعت
ہر متسلط از احکام شرعیہ نیست و انقیاد ہر متجبر از اوامر دینیہ نہ

خاتمہ در بیان آنچہ از لفظِ امام دریں کتاب مراد ست

باید دانست کہ مراد از لفظ امام دریں کتاب مطلق مفہوم امام
نیست بلکہ ہماں امام ست کہ تعلق بسیاست دارد پس اصحابِ
امامتِ خفیہ مثل ابدال و اقطاب و اربابِ امامت باطنہ مخفیہ
مثل مبعوثین برائے ہدایت و ارشاد از بحث ایں کتاب خارج اند
ذکر ایشان محض بنا بر طریق تیمن و تبرک در صدر ایں قسم واقع گردیدہ
پس مراد از امام صاحبِ سیاست ست نہ خاص خلیفہ راشد کہ آن
بمثابہ اکسیر اعظم ست نادر الوجود و کبریت احمر ست در اکثر الزمان
مفقود نہ مطلق صاحب سیاست بحدیکہ ہر فاسق بدکار درو
داخل باشد و ہر ظالم ستمگار درو شامل و ہر خونخوار عنید درو مندرج
باشد و ہر جبار مرید باو ممتزج و ہر مضل بد آئین باو موصوف باشد و ہر ملحد
بیدین باو معروف چہ مضرت ایں سلاطین بہ نسبت دین و
ملت بغایت ازید ست از منفعت ایشان و موافقت ایں خواقین
بہ نسبت اکابرِ امت نہایت ابعد ست از مخالفت ایشان بلکہ مراد
از لفظ امام دریں مقام صاحب دعوت ست یعنی کسیکہ علم
جہاد برا عداے دین برافراختہ باشد و اجتماع کافہ مسلمین دریں
مقدمہ درخواستہ و براعانتِ شرع مبین کمر بستہ باشد و بر مسندِ
سیاستِ دین نشستہ و مذہبے غیر مذہب ملت نگرفتہ باشد
و مشربے غیر مشرب سنت نپسندیدہ و در عدالت و سیاست

اور یہ سلطنت مذکورہ اُن اقسام سے خارج ہے محض ایسے
امر کی بنا پر واقع ہوا کہ درمیان انھیں سلاطین مدعیانِ اسلام
کے کبھی ایک سلطان ہوتا ہی کہ محض جنس کفار شرار سے ہے اور
مرتدین الحاد شعار سے اُسکا استیصال عین انتظام ہے اور
اُسکا اہلاک عین انتقام اور اطاعت ہر متسلط کے احکام
شرعیہ سے نہیں اور تابعداری ہر متجبر کی اوامر دینیہ سے نہیں

خاتمہ بیان میں اسچیز کے کہ لفظ امام سے اس کتاب میں کیا مراد ہی

جاننا چاہیے کہ مراد لفظ امام سے اس کتاب میں مطلق مفہوم امام
نہیں بلکہ وہی امام ہے کہ تعلق سیاست سے رکھے پس اصحاب
امامت خفیہ مثل ابدال و اقطاب۔ اور ارباب امامت باطنہ
مثل مبعوثین ہادین بحث کتاب سے خارج ہیں اُنکا ذکر محض
تیمناً اور تبرکاً اس قسم کے شروع میں واقع ہوا پس مراد امام سے
صاحب سیاست ہے نہ خاص خلیفہ راشد کہ وہ بمثابہ اکسیر
اعظم نادر الوجود ہے اور مثل کبریت احمر اکثر زمانہ میں مفقود ہے
نہ مطلق صاحب سیاست اُس حد پر کہ ہر فاسق بدکار اُسمیں
داخل ہو اور ہر ظالم ستمگار اُسمیں شامل ہو اور ہر خونخوار عنید سرکش
اُسمیں مندرج ہو اور ہر جبار مرید اُسمیں ممتزج ہو اور ہر مضل
بد آئین اُسکے ساتھ موصوف ہو اور ہر ملحد بیدین اُسکے ساتھ
معروف ہو کیونکہ ان سلاطین کی مضرت دین و ملت کی نسبت
اُنکی منفعت سے نہایت ازید ہے اور ان خواقین کی موافقت
بہ نسبت اکابرِ امت اُنکی مخالفت سے نہایت ابعد ہے
بلکہ مراد لفظ امام سے اس مقام میں صاحب دعوت ہے
یعنی جس کسی نے کہ جہاد کا علم اعداے دین پر اُٹھایا ہو اور
تمام مسلمانوں کو اس معرکہ میں بلایا ہو اور اعانت شرعِ
مبین پر کمر باندھی ہو اور سیاست دین کی مسند پر بیٹھا ہو اور
کوئی مذہب سواے مذہب ملت نہ اختیار کیا ہو اور کوئی
مشرب بغیر مشرب سنت نہ قبول کیا ہو اور عدالت و سیاست میں

آئینے غیر آئین نبوی ساختہ باشد و قانونے غیر قانون مصطفوی
نپرداختہ و در باب مصالحت و منازعت وجہے غیر از
موافقت و مخالفت دین اظہار نکردہ باشد و در سیاست
و عدالت طریقے غیر احکام ملت و آثار سنت اختیار نمودہ
پس ہمون ست صاحب دعوت فاما اینکہ درین مقدمات
ریاکار ست یا اخلاص شعار و در معاملات خاصہ خود
مردود الافعال ست یا محمود الاعمال پس باشال این
امور درین مقام ہیچ غرضے متعلق نیست تفصیل این
اجمال و تشریح این مقال در ضمن دو تنبیہ بیان باید کرد

تنبیہ اول در تشریح مفہوم صاحب دعوت

باید دانست کہ ریاست و سیاست را دو باب ست باب صلح و
جنگ با مخالفین و باب نظم و نسق موافقین و ہمین ہر دو باب
صاحب دعوت امتیاز میدارد از سائر اصحاب سیاست اگرچہ در
اعمال و افعالیکہ اختصاص بذات او میدارد ہیچ امتیازے نسبت
دیگران نداشتہ باشد اما باب صلح و جنگ پس تحقیق این مقام
موقوف ست بر تمہید یکمقدمہ بیانش آنکہ کسیکہ بر دیگرے لشکر
کشی می نماید و از قومے رفاقت خود میخواہد لا بد سببے برائے وقوع
منازعت مقرر میگرداند و وجہے برائے حصول معنی رفاقت
ایشان رامی نماید اگرچہ فی الحقیقت سبب منازعت وجہے
دیگر باشد و باعث رفاقت وجہے دیگر لکن بظاہر تمامی قیل و
قال در اثبات و ابطال ہمان سبب واقع میگردد و زبان زد
ہر خاص و عام ہمان وجہ می شود مثلاً زید با عمرو منازعت
برخاست و از بکر رفاقت خود درخواست و سبب منازعت
ہمین بیان نمود کہ بر مال متروکہ پدر من متغلب و
قابض گردیدہ و وجہ رفاقت بہ بکر ہمین فہمانید کہ تو از اقارب

کوئی آئین سوائے آئین نبوی نہ بنایا ہو اور کوئی قانون سوائے
قانون مصطفوی نہ مقرر کیا ہو اور مصالحت اور منازعت کے
بارہ میں کوئی وجہ غیر موافقت و مخالفت دین ظاہر نکی ہو
اور سیاست اور عدالت میں کوئی طریقہ غیر احکام ملت و
آثار سنت اختیار نہ کیا ہو پس وہی صاحب دعوت ہے
رہی یہ بات کہ ان مقدمات میں ریاکار ہے یا اخلاص شعار
اور اپنے معاملات خاصہ میں مردود الافعال ہے یا محمود الاحوال
سو ایسے امور سے اس مقام میں کوئی غرض متعلق نہیں اس اجمال
کی تفصیل اور اس مقال کی تشریح دو تنبیہ کے ضمن میں بیان کیجاتی ہے

پہلی تنبیہ میں صاحب دعوت کے مفہوم کی تشریح ہے

معلوم کرنا چاہیے کہ ریاست اور سیاست کے دو باب ہیں
باب صلح و جنگ با مخالفین۔ باب نظم و نسق موافقین
اور انہیں دو باب میں صاحب دعوت جملہ اصحاب سیاست سے
امتیاز رکھتا ہے اگرچہ اُن اعمال و افعال میں کہ جو اُس کی
ذات کے ساتھ مخصوص ہوں کسی قسم کی امتیاز دوسروں
کی نسبت نہ رکھتا ہو لیکن باب صلح و جنگ پس اس مقام کی
تحقیق ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے اُسکا بیان یہ ہے
جو شخص کہ دوسرے کے سر پر لشکر کشی کرتا ہے اور کسی قوم
سے اپنی رفاقت چاہتا ہے بالضرور کوئی سبب جھگڑا قائم
کرنے کا پیدا کرتا ہے اور کوئی وجہ حصول یعنی رفاقت
کے لئے انکو سمجھاتا ہے اگرچہ فی الحقیقت منازعت کا
سبب وجہے دیگر ہو اور باعث رفاقت وجہے دیگر
لیکن بظاہر تمامی قیل و قال اسی سبب کے اثبات و ابطال
میں واقع ہوتی ہے اور زبان زد ہر خاص و عام وہی وجہ
ہوتی ہے مثلاً زید عمرو کے ساتھ منازعت کے واسطے
آمادہ ہوا اور بکر سے اپنی رفاقت چاہی اور سبب منازعت
بھی بیان کیا کہ میرے باپ کے مال متروکہ پر متغلب اور
قابض ہوا اور وجہ رفاقت بکر کو یہ سمجھایا کہ

من ہستی و عمرو از اجانب پس ہرچند ممکن ست کہ باعث برپا
شدن منازعت فی الحقیقت امرے دیگر باشد غیر از تغلب
مذکور چہ در بعضے احیان از مدتِ مدیدہ تغلب متحقق می باشد
و زید در تمامی آن مدت ساکت می ماند فاما بازامرے جدید
حادث میگردد کہ منازعتِ قدیمہ از و بمنصۂ ظہور میرسد مثلاً از عمرو
تحقیرے یا سبے یا شتمے بہ نسبتِ زید صادر گردید کہ کینۂ دیرینہ
بہمان سبب بجوش آمد فاما بالظاہر ہمین دعوی تغلب بروے
کار ست و ہمین سبب منازعت در شمار ہمہ اثبات و ابطال
بہمان متوجہ ست و تمامی بحث و جدال در ہمان متحقق
بالجملہ پیشِ نظر درین منازعت ہمین سبب جلی ست نہ آن
سبب خفی چہ بر زبان ہر دور و نزدیک و ہر اجنبی و شریک
ذکر ہمین سبب ظاہر جاری ست نہ ذکر آن امر مخفی پس جمیع
خواص و عوام ہمین میگویند کہ زید بنابر طلب متروکۂ پدر خود
با عمرو منازعت می جوید نہ اینکہ غبار سب و شتم او از خود میشوید
کسے کہ زید را ملزم خواہد گردانید بہمین وجہ خواہد گردانید کہ متروکۂ
پدر تو در دستِ عمرو نیست تو چرا با او منازعت میکنی نہ اینکہ
سب و شتم از و بہ نسبتِ تو صادر نگردیدہ چرا با او مخالفت مینمائی
و ہمچنین کسیکہ عمرو را الزام خواہد داد بہمین وجہ خواہد داد کہ متروکہ
پدر را چرا بہ زید نمی دہی نہ اینکہ سب و شتم چرا میدہی ہمچنین در میان
کافۂ انام ذکر ہمین امر جاری و ساری خواہد شد کہ چہ ظالم ست کہ
مالِ پدر زید در قبضۂ خود نہادہ نہ اینکہ چہ بد زبان ست کہ زید را
سب و شتم دادہ ہمچنین ممکن ست کہ وجہ رفاقت ہمراہ
زید فی الحقیقت طمع حصول مالی باشد و از خوف ...
مالی ... اما زبان زد خواص و عوام ہمین خواہد شد
کہ بکر رفاقتِ زید بجہت قرابت او اختیار نمود

میں سے ہے اور عمرو اجنبی ہے پس ہرچند ممکن ہے کہ منازعت کے
برپا ہونے کا باعث درحقیقت غیر از تغلب مذکور کوئی اور امر ہو
کیونکہ بعض اوقات میں مدتِ مدیدہ سے تغلب متحقق ہوتا ہے
اور زید اُس تمام مدت میں ساکت رہتا ہے لیکن پھر کوئی
امر جدید پیدا ہوتا ہے کہ منازعتِ قدیمہ اُس سے منصۂ
ظہور پر پہنچتی ہے مثلاً عمرو سے کوئی تحقیر یا سب و شتم
یعنی گالی گلوج بہ نسبتِ زید صادر ہوئی کہ کینۂ دیرینہ اسی
سبب سے جوش میں آیا لیکن ظاہر میں یہی دعوی تغلب بروے
کار ہے اور یہی سبب منازعت در شمار تمام اثبات و ابطال
اُسی پر متوجہ ہے اور تمامی بحث و جدال اُسی میں متحقق ہے
بالجملہ پیش نظر اس منازعت میں یہی سبب جلی ہے نہ وہ
سبب خفی اسلیے کہ ہر دور و نزدیک اور ہر اجنبی و شریک
کے زبان پر یہی سبب ظاہر جاری ہے اور اُس امر خفی کا
کوئی ذکر نہیں کرتا پس جمیع خواص و عوام یہی کہتے ہیں کہ
زید اپنے باپ کے متروکہ چاہنے کی وجہ سے عمرو کے ساتھ
منازعت چاہتا ہے نہ یہ کہ گالی گلوج کا غبار نکالتا ہے
جو کوئی زید کو ملزم کریگا اسی وجہ پر کریگا کہ تیرے باپ کا متروکہ
عمرو کے ہاتھ میں نہیں ہے تو کیوں اُسکے ساتھ جھگڑا کرتا ہے
اور یوں کوئی اُس سے نہ کہے گا کہ اُسنے تجھکو گالی نہ دی تو کیوں
اُسکے ساتھ مخالفت کرتا ہے۔ اور ایسے ہی جو کوئی کہ عمرو کو
الزام دیگا اسی وجہ سے دیگا کہ زید کے باپ کا متروکہ تو کیوں
نہیں دیتا نہ یہ کہ سب و شتم کے واسطے دیتا ہے تو اور ایسے
ہی تمام لوگوں میں ذکر اسی امر کا جاری اور ساری ہوگا
کہ کتنا بڑا ظالم ہے کہ زید کے باپ کا مال اپنے قبضہ میں
رکھا اور یوں کوئی نہ کہیگا کہ کیا بد زبان ہے کہ زید کو گالی
دی۔ ایسے ہی ممکن ہے کہ رفاقت کی وجہ زید کے ساتھ
درحقیقت طمع حصول مالی ہو یا خوف ملالی لیکن زبان زد
خاص و عام یہی ہوگا کہ بکر نے زید کی رفاقت بوجہ قرابت اختیار کی

بلکه بکبر همین وجه اظهار خواهد نمود که چگونه رفاقت او اختیار
ننمایم که او قریب من است چون این مقدمه ممهد شد پس
باید دانست که کلام درین مقام در اسباب ظاهره و وجوه باهره است
نه در اسباب خفیه و وجوه مکنونه یعنی امتیاز صاحب دعوات از غیر او
بهمین ظواهر اسباب منازعت است و بواهر وجوه رفاقت فاما در
حقیقت الامر پس خواه نیات صحیحه داشته باشد خواه نیات فاسده
پس میگوییم که کسانیکه با اهل ریاست و سیاست بمنازعت می خیزند و از
قومی رفاقت خود جویند لابد سببی برای منازعت اظهار میکنند و وجهی
برای اختیار رفاقت بیان می نمایند پس این اسباب و وجوه یا از
جنس مقدمات دنیویه باشند اما اسباب و وجوه دنیویه پس مثل طلب مملکت
موروثه است که از شاهزادگان اسلاف سلاطین سر میزند که مملکت از
خاندان ایشان برباد رفته و در دست دیگران افتاده و بعد مرور زمن
شاهزادگان بلند همت سر برمی آرند و دعوای مملکت موروثه
بروی کار می آرند پس سبب برپا شدن منازعت تغلب همین سلطان
زمان است بر مملکت اسلاف این شاهزادگان بنا بر طلب مملکت اسلاف
خود برخاستند و حق قدیم خود را بپایه اثبات میرسانند همین سبب
شهره عالم میشود و زبان زد جمهور بنی آدم که فلان شهزاده بنابر طلب
مملکت اسلاف خود برخاسته و حق خود را از سلاطین متغلبین میخواسته
و آنان که رفیق خود میگرداند وجوه متعدده می فهماند بعضی را از
هواخواهان خاندان خود میگرداند و بعضی را توقع حصول
منافع کثیره از مناصب جلیله و اموال خطیره می فهماند و
بعضی را بعلاقه نوکری در می گیرد و از همین محض خدمت
ظاهری می پذیرد و ایشان را منافع نمک حلالی و مضار
نمکحرامی می فهماند همین امور را در اذهان ایشان بپایه اثبات
می رساند همین وجوه و امثال آنها باعث رفاقت ایشان

بلکہ بکبر بھی یہی وجہ ظاہر کریگا کہ کیونکر اُسکی رفاقت نہ اختیار کریں
کہ وہ میرا قریبی ہے جب یہ مقدمہ ممہد ہوا تو پس جاننا چاہیے کہ کلام
اس مقام پر اسباب ظاہرہ اور وجوہ باہرہ میں ہے نہ اسباب
خفیہ اور وجوہ مکنونہ میں یعنی صاحب دعوت کی امتیاز اُسکے غیر سے
انھیں اسباب منازعت اور وجوہ رفاقت کے ساتھ ہوتی ہی
پس کہتا ہوں میں جو لوگ کہ اہل ریاست اور سیاست کے
ساتھ جھگڑے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کسی قوم سے اپنی رفاقت
چاہتے ہیں لابد کوئی سبب جھگڑنے کے واسطے ظاہر کرتے
ہیں اور کوئی وجہ رفاقت کی اختیار کرنے کے واسطے بیان
کرتے ہیں پس یہ اسباب اور وجوہ جنس مقدمات دنیویہ سے
ہوویں لیکن اسباب اور وجوہ دنیویہ پس مثل طلب مملکت
موروثہ ہے کہ شاہزادگان اسلاف سلاطین سے ظاہر ہوتے
کہ سلطنت اُنکے خاندان سے برباد گئی اور دوسروں کے
ہاتھ میں پڑی اور ایک زمانہ گزرنے کے بعد شاہزادگان بلند
ہمت سر اُٹھاتے ہیں اور دعویٰ مملکت موروثہ بروے کار
لاتے ہیں پس منازعت قائم ہونیکا سبب ایسے سلطان زمانہ کا
تغلب ہے ان شاہزادوں کے اسلاف کی سلطنت پر پس
اسی لیے اپنے بزرگوں کی سلطنت چاہتے ہیں اور حق قدیم اپنا
پایۂ ثبوت کو پہنچاتے ہیں اسی سبب سے شہرۂ عالم ہوجاتے اور
زبان زد جمہور بنی آدم ہوتا ہے کہ فلاں شہزادہ اپنے بزرگوں کی
سلطنت کی طلب میں اٹھا اور حق اپنا سلاطین متغلبین سے
چاہا اور اُنکو کہ رفیق اپنا بناتا ہے وجوہ متعددہ سمجھاتا ہے
بعض کو اپنے ہواخواہان خاندان سے گردانتا ہے اور بعض کو
منافع کثیرہ اور مناصب جلیلہ اور اموال خطیرہ کے حصول کی
توقع دلاتا ہے بعض کو بعلاقہ نوکری پکڑتا ہے اور اُس سے
محض یہی ظاہری خدمت قبول کرتا ہے اور اُنکو نمک حلالی کے
منافع اور نمک حرامی کے نقصانات سمجھاتا ہے اور ایسے امور
اُنکے ذہنوں میں بٹھاتا ہے ایسی ہی وجوہات اُنکی رفاقت کا باعث

می شوند و بیان همین وجوه زبان زد هر خاص و عام می گردد مثلاً
هر کس همین گوید که لشکر هوا خواهان قدیمی و دولت جویان
صمیمی و نوکران خدمتگزار و ملازمان شجاعت شعار همراه
او مجتمع گردیده هر که میرود همین اظهار میکند که من خانه زاد
قدیمی ام یا طالب نوکری و هر که رفاقت او اختیار نمی کند
همین عذر پیش می آرد که من نه از فدویان قدیمی ام و نه طالب
نوکری مرا بر اختیار رفاقت او هیچ باعث نیست مثل دفع
مفاسد ظالم متعدی مثلاً شخصے از بادشاهان اولوالعزم
لشکرکشی کرده بر سر قومے آمد تا بلدان و امصار ایشان را
زیر حکومت خود در آرد و آنها را از جنس رعایائے خود
شمارد و مال و منال از ایشان تحصیل نماید و ابواب
سیاست بر ایشان جاری فرماید پس بنا بر دفع مفسدهٔ
او روسائے آن قوم مجتمع میشوند با او بنیاد منازعت
می نهند و از اقوام دیگر استعانت می جویند و راه تالیف
ایشان میپویند پس سبب منازعت ایشان با او همین دفع
تعدی اوست و وجه رفاقت اقوام دیگر با ایشان بظاهر گاهے
قرابت میباشد که همین علاقه برادری را بر رهے کار می آرند
و آن را باعث رفاقت میشمارند و گاهے معارضه و مبادله
میباشد که ایشان هم در مثل این اوقات اعانت این اقوام نموده اند
و راه رفاقت ایشان پیموده پس در عوض آن رفاقت سابقه بالفعل
از ایشان میجویند و گاهے سد باب مفسده میباشد که هر چند بالفعل
مضرتے از دست آن متعدی به این اقوام نمی رسد اما آن
قوم اول ایشان را همین معنی می فهمانند چنانکه
امروز بر سر ما لشکر کشید فردا بر سر شما خواهد کشید
و بلائیکه امروز بر سر ما رسید فردا بر سر شما خواهد رسید

ہوتے ہیں اور انھیں وجوہ کا بیان زبان زد خاص و عام ہوتا ہے
مثلاً ہر کوئی یہی کہتا ہے کہ ہوا خواہان قدیمی اور دولت جویان
صمیمی اور نوکران خدمتگزار اور ملازمان شجاعت شعار کا لشکر
اُسکے ہمراہ جمع ہوا جو کوئی جاتا ہے یہی ظاہر کرتا ہے کہ میں
خانہ زاد قدیمی ہوں یا طالب نوکری ہوں اور جو کوئی اُسکی
رفاقت اختیار نہیں کرتا ہے یہی عذر پیش لاتا ہے کہ میں نہ
فدویان قدیمی سے ہوں اور نہ طالب نوکری مجھکو اُسکی رفاقت
کے اختیار کرنے کے لیے کوئی باعث نہیں مثل دفع مفاسد
ظالم جفا کار مثلاً کوئی شخص بادشاہان اولوالعزم سے لشکرکشی
کر کے کسی قوم کے اوپر آیا تاکہ اُنکے شہر اور قصبات اور دیہات
وغیرہ کو اپنی حکومت میں لاوے اور اُنکو اپنی رعایا بناوے اور
مال و منال اُنسے تحصیل کرے اور ابواب سیاست اُنپر
جاری فرماوے پس اُسکے مفسدہ کے دفع کرنے کے واسطے اُس
قوم کے رئیس مجتمع ہوتے ہیں اور اُسکے ساتھ جھگڑا قائم کرتے ہیں
اور دوسری قوموں سے استعانت اور مدد کے طالب ہوتے
ہیں اور اُنکی تالیف قلوب میں کوشش کرتے ہیں پس اُن کی
منازعت کا سبب اُسکے ساتھ یہی دفع تعدی ہے اور دوسری
قوموں کی رفاقت کی وجہ اُنکے ساتھ بظاہر کبھی قرابت قریبہ
ہوتی ہے کہ ایسے علاقہ برادری کو کام فرماتے ہیں اور اُسکو باعث
رفاقت خیال میں لاتے ہیں اور کبھی معاوضہ اور مبادلہ ہوتا ہے
کہ اُنھوں نے بھی ایسے اوقات میں ان قوموں کی اعانت کی
ہے اور اُنکی رفاقت کی راہ چلے ہیں پس اُس رفاقت سابقہ کی
عوض بالفعل اُنسے رفاقت چاہتے ہیں اور اعانت اُنسے
ڈھونڈھتے ہیں اور کبھی مفسدہ کا دروازہ بند کرنا ہوتا ہے کہ ہر چند
بالفعل کوئی مضرت اُس ظالم متعدی کے ہاتھ سے اُس قوم کو
نہیں پہنچی ہے لیکن وہ قوم اول اُنکو یہی معنی سمجھاتی ہے کہ جس
طور پر آج کے دن اُسنے ہم پر لشکرکشی کی کل کو تم پر کریگا اور جو بلا
کہ آج کے دن ہمارے سر پر پہنچی کل کو تمھارے سر پر پہنچے گی

پس بہتر ہمین ست کہ ما و شما مجتمع شدہ از اول باب فتنہ را مسدود
گردانیم و پاداش تعدی با او رسانیم بالجملہ امثال این اسباب و
وجوہ در اجتماع جنود و عساکر و فراہم شدن اکابر و اصاغر بروئے
کار می آرند و ہر کس آن را بزبان اظہار می نمایند گو کہ در نفس الامر
بسیار اسباب و وجوہ مخفی باشند مثل طمع مال یا اظہار کینۂ
دیرینہ یا حسد یا امثال آن و اما اسباب و وجوہ دینیہ پس
بیانش آنکہ شخصے از مسلمین بمنازعت کفار برخاست و
از جماہیر مسلمین رفاقت درخواست و سبب منازعت
ہمین مخالفت دین اظہار نمود و وجہ رفاقت ہمین موافقت
دین بیان فرمود و ہمین امر شہرۂ عالم گردید و زبان زد
بنی آدم کہ فلان کس برائے نصرت دین برخاستہ از
کفار جنگ میجوید و راہ منازعت ایشان را بنابر اعلائے
کلمۂ اسلام می پوید پس جماہیر اہل اسلام باوجود اختلاف
اقوام بادعائے حمیت دین و اظہار غیرت شرع متین
رفاقت او اختیار کردند و اعانت او فرض عین شمردند و ہر کرا میطلبد
ہمین وجہ میطلبد کہ من مسلمانم و در اعلائے کلمۂ اسلام میکوشم و
شما ہم دعوی اسلام میدارید پس شریک این سعادت شوید
و ہر کہ می آید ہمین وجہ بزبان خود اظہار می نماید کہ اہل دین ما
برفاقت فلان شخص مجتمع گردیدہ اند و بر سر کفار رسیدہ پس ما
ہم بنابر خدمت دین متین شریک او میشویم و طی مسافت دور و
نزدیک میکنیم و ہر کہ در مجالس و محافل خود ذکر این مقدمہ میکند ہمین میگوید
کہ در فلان مقام ہمراہ فلان شخص مسلمانان بنابر استیصال کفار مجتمع گردیدہ اند
و اجتماع ایشان باین قدر و آن قدر رسیدہ پس وقتیکہ ذکر دین و خدمت
دین در مقدمہ مخالفت و موافقت او ظاہر و باہر باشد
پس ہمون ست صاحب دعوت درین باب و احب الدعوات

پس بہتر یہی ہے کہ ہم اور تم مجتمع ہو کر اول سے باب فتنہ کو بند
کردیں اور ظلم کی سزا اُسکو پہنچائیں بالجملہ اس قسم کے اسباب
اور وجوہات لشکر کے جمع کرنے اور صغیر و کبیر کے فراہم لانے
میں کام میں لاتے ہیں اور تمام لوگ اُسکو زبان سے ظاہر کرتے
ہیں گو کہ نفس الامر میں بہت سے اسباب اور وجوہات مخفی ہوں مثل
طمع مال یا اظہار کینہ دیرینہ یا حسد وغیرہ لیکن اسباب و وجوہ دینیہ
پس اُسکا بیان یہ ہے کہ ایک شخص مسلمانوں میں سے کفار سے
جھگڑا کرنے کے واسطے اُٹھا اور تمام مسلمانوں سے رفاقت چاہی
اور سبب منازعت یہی مخالفت دین ظاہر کیا اور وجہ رفاقت
یہی موافقت دین بیان فرمائی اور یہی امر شہرۂ عالم ہوا اور یہی
سخن زباں زد بنی آدم ہوا کہ فلاں شخص نصرت دین متین اور
اعانت شرع مبین کے واسطے اُٹھکر کفار سے لڑائی چاہتا ہے
اور بوجہ اعلائے کلمہ اسلام اُنسے منازعت رکھتا ہے پس تمام
اہل اسلام نے باوجود اختلاف اقوام بادعائے حمیت دین اور
اظہار غیرت شرع متین اُسکی رفاقت اختیار کی اور اُسکی اعانت
فرض عین شمار کی اور جس کسیکو بُلاتا ہے اسی وجہ سے بُلاتا ہے کہ
مَیں مسلمان ہوں اور اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کرتا ہوں
تم بھی دعویٰ اسلام رکھتے ہو اس سعادت میں شریک ہو اور
جو کوئی آتا ہے یہی وجہ سناتا ہے کہ ہمارے دین والے فلاں
شخص کی رفاقت پر مجتمع ہوئے ہیں اور کفار ناہنجار پر پہنچے
پس ہم بھی دین متین کی خدمت کے واسطے اُسکے شریک ہوتے
ہیں اور طے مسافت دور و نزدیک کرتے ہیں اور جو کوئی اپنے
مجالس و محافل میں اس مقدمہ کا ذکر کرتا ہے یہی کہتا ہے کہ فلاں
مقام پر فلاں شخص کے ساتھ مسلمان لوگ کافروں کی بیخ کنی اور
استیصال کے واسطے جمع ہوئے ہیں اور اسقدر اور اُسقدر اُنکا
(جڑ اُکھاڑنا)
اجتماع ہو گیا ہے سو جس وقت کہ دین اور اُسکی خدمت کا ذکر مخالفت
اور موافقت کے بارہ میں ظاہر باہر ہووے اُسوقت صاحب دعوت کا
اتباع ضروری ہو جاتا ہے اس باب میں بحکم رب الارباب وہی

بحکم رب الارباب تفتیش نیت بحکم سنت ممنوع ست و
دعوی ظاهر او در ظاهر شرع مسموع و اما باب نظم و نسق پس اقسام
بسیار دارد مثل تحصیل اموال و تعزیر افعال و فصل خصومات و
خبرگیری ذوی الحاجات و امثال آن و صاحب دعوت
در تمامی این اقسام امتیازے میدارد بنسبت سائر اسباب
سیاسات و تنقیح این مقام موقوف ست بر تمهید یک مقدمه
بیانش آنکه کسے که در ابواب ریاست دانا و هوشیار میباشد
و در مقدمات سیاست عاقل و تجربه کار لابد در اقسام
نظم و نسق آئینے می نهد و در مقدمات احقاق حق قانونے
بوجهیکه کلام قیل و قال و بحث اثبات و ابطال چون بآن
قانون می رسد چار و ناچار گفتگوے طرفین بر آن منقطع
میگردد و باز مجال بحث و جدال نمی ماند کسے که حیلهاے
می انگیزد و حق را باطل می آمیزد منتهاے مساعی او
همین میباشد که بوجهے گفتگوے فریب آمیز پیش آرد که قانون
مذکور بمرتبه ظهور نرسد اما وقتیکه بمرتبه ثبوت رسید تمام سخن سازی
و حیله بازی منقطع گردید مثلاً زید بر عمرو دعوی صد روپیه
میدارد و عمرو بار و وجوه رد و انکار پیش می آرد پس
مجال قبول و اقرار و رد و انکار تا همان وقت ست که معامله
مبایعه یا اخذ ثابت نگردیده و ثبوت آن بمنصه ظهور نرسید
تمام چرب زبانی و خوش بیانی همین ست که معامله مذکوره
ثابت نگردد اما بعد ثبوت معامله مذکوره پس کسے را
امکان نیست که گوید هر چند معامله مبایعت نموده ام فاما قیمت
مبیع بر ذمه من نیست یا مبلغ مذکور بطریق قرض گرفته ام فاما
ادا کردن آن بر من واجب نمی شود یعنی من اصلا این قانون را مسلم
نمی دارم که قیمت مبیع واجب الادا ست و بدل دین واجب الایفا

اس باب میں صاحب دعوت اور واجب الدعوت ہی تفتیش
نیت بحکم سنت ممنوع ہے اور اُسکا دعوی ظاہری ظاہر شرع
میں مسموع لیکن باب نظم و نسق پس اُسکے اقسام بہت ہیں مثل
تحصیل مال و تعزیر افعال و فیصل خصومات و خبرگیری
ذوی الحاجات وغیرہ اور صاحب دعوت ان تمام اقسام
میں بہ نسبت جملہ اسباب سیاسات امتیاز رکھتا ہے اس
مقام کی تنقیح ایک مقدمہ کے تمہید پر موقوف ہے اُسکا بیان
یہ ہے کہ جو کوئی ابواب ریاست میں دانا اور ہوشیار ہوتا ہے
اور مقدمات سیاست میں عاقل و تجربہ کار لابد نظم و نسق کے
اقسام اور اثبات حق کے مقدمات میں ایک آئین اور قانون
اسی وجہ پر وضع کرتا ہے کہ جس وقت کلام قیل و قال و بحث
اثبات و ابطال اُس قانون پر پہنچے چار و ناچار گفتگوے طرفین
اُسپر منقطع اور فیصل ہوی اور پھر کسی کو مجال بحث و جدال نرہی
جو کوئی کہ حیلہ اُٹھاتا ہے اور حق کو باطل کے ساتھ ملاتا ہے
اُسکی کوششوں کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ کسی وجہ پر گفتگوے
فریب آمیز پیش کرے کہ قانون مذکور مرتبہ ظہور پر نپہنچے اور
جسوقت کہ مرتبہ ثبوت کو پہنچا تمام سخن سازی اور حیلہ بازی منقطع
ہوئی مثلاً زید عمرو پر سو روپے کا دعوی رکھتا ہے اور عمرو
اُسکے مقابل میں رد و انکار کے دلائل پیش کرتا ہی پس
قبول و اقرار اور رد و انکار کی مجال اُسی وقت تک ہے کہ
معاملہ خریداری اور دینداری ثابت نہوئی اور اُسکا ثبوت
مرتبہ اور منصہ ظہور پر نپہنچے یہ تمام چرب بانی اور خوش بیانی
یہی ہے کہ معاملہ مذکورہ ثابت نہونے لیکن بعد ثبوت
معاملہ کسی کو امکان نہیں کہ کہے کہ ہر چند معاملہ خرید و فروخت
میں نے کیا ہے لیکن قیمت مبیع میرے ذمہ نہیں آسکتی
یا مبلغ مذکور بطور قرض میں نے لیے ہیں لیکن اُسکا ادا
کرنا مجھپر واجب نہیں یعنی میں ہرگز اس قانون کو تسلیم نہیں
کرتا ہوں کہ قیمت مبیع واجب الادا ہے اور بدل دین واجب الایفا۔

از ہر کہ مثل این کلام صادر گردد ہر آئینہ از جملہ مجانین ذی اعتبار
یا ظالمین ستمگار معدود شود ہرگز کسے کلام او را بسمع قبول
نخواہد شنید و نزد کسے عاقل و جاہل این عذر او مقبول نخواہد
گردید اگر حاکم وقت ہم بنا بر طمع مال یا پاسداری قرابت و
صداقت تائید عمرو خواہد فرمود درہین امر پاسداری او خواہد
نمود کہ معاملہ مذکورہ اگرچہ فی الحقیقت واقع شدہ باشد اما
بمرتبہ ثبوت نرسیدہ و بر اہل محکمہ وقوع او ظاہر نگردید فاما بعد
ظہور آن پس اصلا حاکم وقت را ہم مجال تائید او نمی ماند
و مجال پاسداری او نمی باشد بلکہ میسر سد کہ احد من الرعایا
معاملہ مذکورہ را ثابت کردہ خود حاکم زمان را ملزم گرداند
و سلطان دوران را مفحم بالجملہ در قبول قانون مذکور ہم
رعایا ناچار می باشند و ہم حاکم وقت آرے در ثبوت آن حیلہا
می انگیزند و حق را با باطل می آمیزند چون این مقدمہ ممہد شد
باید دانست کہ ہر قوم را از ابواب نظم و نسق آئینے می باشد
مسلم الثبوت و قوانینے میباشد واجب الاذعان کہ در حیطہ
ہمون آئین و قوانین حیلہ بازی مکاران سخن بست و
جانب داری حکام ہوا پرست دائر و سائر میباشد اما
اصل آن آئین را برہم نمیدہند و بیخ آن قوانین را از بن
نمی کشند و گاہے از حیطہ آن قدم بیرون نمی نہند و براہیکہ
مخالف آن باشد صراحۃً نمی روند و ثبوت آن
قانون را ہم نزد ایشان طریقے می باشد مسلم مثلا برائے
ثبوت معاملہ دائنت نزد مسلمین یا شہود می باشد یا اقرار و
سند از کتاب اللہ میباشد یا سنت رسول اللہ یا اقوال
مجتہدین پس در اعانت قوانین نظم و نسق این ہرسہ
امر لازم آمد یکے قانون مسلّم و دیگرے طریق ثبوت آن

جس کسی سے ایسا کلام صادر ہووے البتہ منجملہ مجانین بے عتبار
یا ظالمین ستمگار سمجھا جاتا ہے ہرگز کوئی اُسکے کلام کو قبول نکریگا
اور کسی عاقل و جاہل کے نزدیک یہ اُسکا عذر مقبول نہوگا
اگر حاکم وقت بھی مال کی طمع یا قرابت اور دوستی کی پاسداری
کے خیال سے عمرو کے قول کی تائید فرمائیگا ایسے امر میں
اُسکی پاسداری کریگا کہ معاملہ مذکورہ اگرچہ درحقیقت واقع
ہوا ہو لیکن مرتبہ ثبوت کو نہیں پہنچا اور اہل محکمہ پر اُسکا وقوع
ظاہر نہوا۔ پس اُسکے ظہور اور ثبوت کے بعد حاکم وقت کو بھی
اصلا مجال تائید نہیں رہتی اور کسی طرح پاسداری نہیں کرسکتا
بلکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی رعایا میں سے معاملہ مذکورہ کو ثابت
کر کے خود حاکم زماں کو ملزم بنائے اور سلطان دوراں کو
ساکت فرمائے بالجملہ قانون مذکور کے قبول کرنے میں
رعایا بھی ناچار ہوتی ہے اور حاکم وقت بھی مجبور ہوتا ہے
ہاں اسکے ثبوت میں حیلے اُٹھاتے ہیں اور حق کو باطل کے
ساتھ ملاتے ہیں۔ جبکہ یہ مقدمہ ممہد ہوا تو جاننا چاہیے کہ ہر
قوم کے واسطے نظم و نسق کے بارہ میں ایک آئین مسلم الثبوت
اور ایک قانون واجب الاذعان ہوتا ہے کہ اُسی آئین اور
قانون کے احاطہ کرنے میں مکاران سخن بست کی حیلہ بازی
اور احکام ہوا پرست کی جانب داری دائر سائر ہوتی ہے
لیکن اُس آئین کے اصل کو خراب نہیں کرسکتے اور اُس قانون
کی بیخ کنی کی مجال نہیں پاسکتے اور کبھی اُسکے احاطہ سے قدم
باہر نہیں رکھ سکتے اور اُسکے مخالفت کی راہ صراحۃً نہیں چلتے۔
اور اُس قانون کے ثبوت کا بھی اُنکے نزدیک ایک طریق
معین اور ایک سند مسلم ہوتی ہے مثلاً دینداری کے معاملہ
کے ثبوت کے واسطے مسلمانوں کے نزدیک یا گواہ ہوتے ہیں
یا اقرار یا سند کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ یا اقوال مجتہدین
سے ہوتے ہیں پس نظم و نسق کے قوانین کی اعانت میں یہ
تین امر ضروری ہوئے ایک قانون مسلم دوسرے اُسکے ثبوت کا طریق

سوم سند آن پس این ہر سہ امر مختلف میباشد بحسب اختلاف اقوام و ادیان قومے قانونے می نہند و برائے ثبوت آن طریقے معین می کنند و سند آن از آئین کسے از سلاطین اسلاف میگزرانند و قوانین ہمان سلطان را واجب الاذعان می شمارند و قومے قانونے می نہند و طریقے دیگر معین می کنند و سند آن از کلام دانایان ہوشیار و عقلاے تجربہ کار میگزرانند و ہمین احکام عقلیہ را واجب الاذعان می شمارند کہ ہرجا عقل حکم نماید کہ رعایت فلان قانون مفید ست در باب بند و بست کارخانہ سلطنت و نظم و نسق ابواب مملکت پس ہمان قانون واجب الرعایت ست و ہمان آئین واجب الحفاظت پس سند ہر قانون نزد ایشان ہمین ست کہ منافع او را بیان نمایند و فوائد او را اظہار فرمایند و قومے اتباع قانونے میکنند و طریقے برائے ثبوت آن پیش نظر می آرند و سند آن از ملت مصطفوی و سنت نبوی میگزرانند و ہمین احکام ربانی و آئین ایمانی را لازم الاذعان می شمارند پس برپا کردن قانون جدید اگرچہ بنظر عقل بشری انفع و افید باشد نزد ایشان از قبیل بدعات مردودہ ست و استخراج طریقہ غیر طریق مقرر از مخترعات مطرودہ و حکم عقلی صرف درین ابواب نزد ایشان نامسموع ست و اتباع کسے از سلاطین اسلاف درین مقدمات نامشروع پس سند مقبول نزد ایشان شریعت ست و بس و ہمیشہ دعواے ایشان ہمین ست کہ در ابواب نظم و نسق اتباع قوانین ربانی و پیروی آئین ایمانی می باید آرے اگر کسے از ایشان ہواپرست می باشد در دائرہ ہمین آئین ہواپرستی می نماید و سخن سازی و حیلہ بازی در حیطہ ہمین قوانین بر روے کار می آرد و آن را ہنر و کمال خود می شمارد کہ فلان کس را بقواعد فقہیہ ملزم گردانیدم و دعواے خود را

تیسرا اسکی سند پس یہ تینوں امر اقوام اور ادیان کے اختلاف کے اعتبار سے باہم مختلف ہوتے ہیں ایک قوم قانون رکھتی ہے اور اُسکے ثبوت کے واسطے ایک طریق معین کرتی ہے اور سند اُسکی سلاطین گزشتہ کے آئین سے لیتی ہے اور اُسی سلطان کے قوانین کو واجب جانتی ہے اور کچھ لوگ قانون وضع کرتے ہیں اور طریق دوسرا معین کرتے ہیں اور اُسکی سند دانایان ہوشیار اور عقلاے تجربہ کار کے کلام سے گزارتے ہیں اور انھیں احکام عقلیہ کو واجب الاذعان شمار کرتے ہیں مثلاً عقل حکم کرے کہ کارخانہ سلطنت کے بند و بست اور مملکت کے نظم و نسق میں فلاں قانون کی رعایت مفید ہے سو وہی قانون واجب الرعایت ہے اور وہی آئین واجب الحفاظت ہے پس ہر قانون کی سند اُنکے نزدیک یہی ہے کہ اُسکے فوائد بیان کریں اور اُسکے منافع عیاں کریں اور ایک قوم ایک قانون کا اتباع کرتی ہے اور ایک طریق اُسکے ثبوت کے واسطے پیش نظر رکھتی ہے اور اُسکی سند سنت نبوی اور ملت مصطفوی سے لاتی ہے اور انھیں احکام ربانی اور آئین ایمانی جانتی ہے پس قانون جدید کا برپا کرنا اگرچہ بنظر عقل بشری انفع اور افید ہو اُنکے نزدیک از قبیل بدعات مردودہ ہے اور خلاف سنت کوئی طریق نکالنا از جنس مخترعات مطرودہ ہے اور حکم عقلی صرف اس باب میں اُنکے نزدیک نامسموع ہے اور سلاطین اسلاف میں سے کسی کا اتباع ان مقدمات میں نامشروع ہے پس سند مقبول اُنکے نزدیک شریعت ہے اور بس اور ہمیشہ اُنکا دعویٰ یہی ہے کہ ابواب نظم و نسق میں قوانین ربانی اور آئین ایمانی کی پیروی چاہیے ہاں اگر انمیں سے کوئی ہواپرست ہوتا ہے اسی آئین کے دائرہ میں ہواپرستی کرتا ہے اور اسی قانون کے احاطہ میں سخن سازی اور حیلہ بازی بجالاتا ہے اور اُسکو اپنا ہنر اور کمال جانتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں شخص کو میں نے قواعد فقہیہ کے ساتھ ملزم بنایا اور اپنے دعوے کو

بشواہد شرعی بپایۂ اثبات رسانیدم نہ آنکہ این قواعد و شواہد را
بچرب زبانی ابطال کردیم و اشکالات بحث و جدال بران وارد
نمودیم کہ این اصلا از ایشان مسموع نیست و این کلام اگرچہ
بظاہر مدلل باشد بدلائل عقلیہ ہرگز نزد ایشان مطبوع نیست پس
ہر صاحب ریاست و سیاست کہ در ابواب نظم و نسق برعایت
قوانین ربانی و آئین ایمانی موصوف باشد و در تمامی اہل زمان
بوجہے معروف کہ ہر کس و ناکس از رعایاے او بجاے خود میداند
کہ وقتیکہ مقدمۂ خود را بر قواعد فقہیہ و شواہد شرعیہ منطبق گردانیم
و دعواے خود را بہمین دلائل بپایۂ اثبات رسانیدیم پس در محکمۂ
عدالت ہرگز مغلوب نخواہم گردید و منازع خود را ہم بآن
ملزم خواہم گردانید و حاکم وقت ہم اگر پاسداری او خواہد کرد
او را مفحم خواہم کرد پس ہمون ست صاحب دعوت واجب الاطاعت
در باب نظم و نسق پس کسیکہ صاحب دعوت باشد در ہر دو باب
یعنی در باب صلح و جنگ و در باب نظم و نسق پس ہمون ست امام
واجب الاعانت و الاطاعت ترک رفاقت او در ابواب جہاد و ترک
اطاعت او در احکام ریاست و سیاست ہرگز شرعاً جائز نیست و
بیان فساد نیت او درین ابواب نامسموع و ذکر سائر قبائح اعمال و اخلاق
او غیر مشروع رفاقت و اطاعت او عین عبادت ملک علام ست و
اعانت دین سید الانام و خروج و بغی برو شرعاً حرام ست و بدخواہی
دین اسلام پس مراد از لفظ امام ہمین صاحب دعوت ست
پس ہمین معنی را در ذہن محفوظ باید داشت و در مباحث آئندہ
ہمین معنی را ملحوظ باید کرد **تنبیہ ثانی** در بیان آنکہ کدام کدام
از ارباب حکومت در مفہوم صاحب دعوت داخل ست
و کدام کدام کس از و خارج باید دانست کہ افضل و
اکمل افراد این مفہوم خلیفہ راشد ہست بلکہ ہمون ست

شواہد شرعیہ کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچایا نہ یہ کہ ان قواعد
اور شواہد کو ہمنے چرب زبانی سے باطل کیا اور بحث و جدال
کے اشکالات اُسپر وارد کیے سو یہ بات اُنسے اصلا مسموع
نہیں اور یہ کلام اگرچہ بظاہر دلائل عقلیہ کے ساتھ مدلل ہو
ہرگز اُنکے نزدیک مطبوع نہیں پس جو صاحب ریاست و سیاست
کہ ابواب نظم و نسق میں قوانین ربانی اور آئین ایمانی کی رعایت
کے ساتھ موصوف ہو اور تمام زمانہ والوں میں اسی وجہ پر معروف
کہ ہر کس و ناکس رعایا سے اس بات کو خوب جانتا ہی کہ جس وقت
اپنے مقدمہ کو ہم قواعد فقہیہ اور شواہد شرعیہ پر منطبق کریں گے
اور اپنے دعوے کو انھیں دلائل کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچاویں گے
محکمۂ عدالت میں ہرگز مغلوب نہوں گے اور اپنے مخالف کو اُسکے
ساتھ ملزم بنائینگے اگر حاکم وقت بھی اُسکی پاسداری کریگا اُسکو
بھی ساکت کریں گے پس در باب نظم و نسق وہی صاحب
دعوت واجب الاطاعت ہے سو جو شخص دربارۂ صلح و جنگ
و نظم و نسق صاحب دعوت ہو وہی امام واجب الاعانت
اور لازم الاطاعت ہے ابواب جہاد اور احکام ریاست
میں اُسکی رفاقت اور اطاعت کا ترک کرنا ہرگز ہرگز شرعاً جائز
اور درست نہیں اور اُسکی نیت کے فساد کا بیان ان ابواب میں
نامسموع ہے اور اُسکے اخلاق اور اعمال کے برائیوں کا ذکر
غیر مشروع ہے اُسکی رفاقت اور اطاعت عین عبادت
ملک علام ہے اور اعانت دین سید الانام ہے اور اُس سے
باغی ہونا شرعاً حرام ہے اور بدخواہی دین اسلام ہے پس
مراد لفظ امام سے یہی صاحب دعوت ہے بہر حال یہی معنی
ذہن میں محفوظ رکھنا چاہئیں اور بحث آئندہ ملحوظ رکھنی چاہئیں
دوسری تنبیہ۔ اس معنی کے بیان میں ہے کہ کون کون
ارباب حکومت صاحب دعوت کے مفہوم میں داخل ہیں
اور کون کون اُس سے خارج ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اس
مفہوم کے افضل اور اکمل افراد میں خلیفہ راشد ہی بلکہ وہی ہے

صاحب دعوتِ حق و متبوعِ مطلق و بعد از ان سلطان عادل
دل ناقص باشد خواه کامل و سلاطین مضلین و ملوک ملحدین اصلا
ما افراد او نیستند فاما سلطان جابر پس حال او تفصیلے میدارد
بیانش آنکه سلطان جابر بچند اقسام ست از انجمله طفل مزاج
سفیه طبع ست که اتباع هیچ قانونے از قوانین شرعیه یا
علیه نمی دارد و اقتدائے هیچ آئینے خواه ربانی باشد خواه
سلطانی بجوے نمی شمارد بلکه دیوانه وار و شتر بے مهار
ض تابع خیال خود ست هرچه بر خیال او میگذرد همان امرا
نجمله مقاصدِ خود می شمرد نه باقامت سنت غرضے میدارد نه
شاعت بدعت و از انجمله فاسق مجاهر ست که بر تدقیق وجوه
یاشی همت گماشته و درین باب از رعایت شرع و عرف
ست برداشته ماهرانِ فن را مقرب بارگاه خود ساخته و وجوه
ناهی و اسباب ملاهی را بکمال رونق آراسته و اربابِ لهو و لعب
شاط و طرب را از هر سو فراهم آورده و تکمیل و تتمیم این فن را
ز کمالاتِ خود شمرده پس قیام سلطنت او باعثِ شیوع
واحش ست و سبب ظهورِ قبائح پس بلسان حال بفسق و فجور
اعی ست اگرچه بزبانِ مقال باین قبائح داعی نباشد و همین
قسامِ مذکوره را در باب ظلم و تعدی و تجبر و تکبر قیاس
باید کرد و از انجمله سلطان شرمگین ست که هرچند انواع
غیر مشروع بعمل می آرد اما آنرا از جنس قبائح و فضائح
می شمارد که بسانِ عیوب آن را می پوشد و در ستر آن
بجان و دل می کوشد اگرچه محافل لهو و لعب و نشاط و
طرب می آراید و بشرب خمور و ضرب طنبور اشتغال
می نماید فاما در خلوت خانه فارغ از بیگانه با یاران مجالس
معاشرانِ موانس این محفل را گرم می سازد و

صاحب دعوت حق اور متبوع مطلق اور اُسکے بعد سلطان
عادل ہے خواہ ناقص ہو خواہ کامل اور سلاطین مضلین اور
بادشاہانِ ملحدین ہرگز اُسکے افراد میں سے نہیں رہا سلطان جابر
سو اُسکا حال بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سلطان جابر کے
چند قسمیں ہیں از انجملہ طفل مزاج اور کمینہ طبع ہے کہ کسی قانون کا
اتباع قوانینِ شرعیہ یا نقلیہ سے نہیں رکھتا ہے اور کسی آئین کا
اقتدا خواہ ربانی ہو خواہ سلطانی ایک جو کے برابر نہیں جانتا بلکہ
دیوانہ وار شتر بے مہار محض تابع خیال ہے جو کچھ اُسکے خیال
میں آتا ہے اُسی کو منجملہ مقاصد تصور فرماتا ہے نہ اقامت سنت سے
غرض نہ اشاعت بد سے کام رکھے۔ از انجملہ فاسق مجاہر ہے
کہ اقسام اقسام کی عیاشی کے باریکیوں میں ہمت لگائے ہوئے
اور اس باب میں رعایتِ شرع اور عرف سے بالکل ہاتھ اٹھائے
ہوئے ماہرانِ فن کو مقرب بارگاہ بنائے ہوئے وجوہ مناہی
اور اسبابِ ملاہی کو کمال درجہ پر رونق پہنچائے ہوئے
اربابِ لہو و لعب اور اصحاب نشاط و طرب کو ہر طرف سے
فراہم لائے ہوئے اس فن کی تکمیل اور تتمیم کو اپنے کمالات سے
دل میں ٹھیرائے ہوئے پس اُسکی سلطنت کا قیام بدکاریوں
اور برائیوں کے جاری ہونیکا باعث ہے اور طرح
طرح کے قباحتوں کے ظہور کا سبب ہے پس زبان حال سے
فسق و فجور کا داعی ہے گو زبانِ مقال سے اسکو ظاہر نکرے
انھیں اقسامِ مذکورہ کو دربارۂ ظلم و تعدی اور تجبر و تکبر قیاس
کرنا چاہیے از انجملہ سلطان شرمگین ہے کہ ہرچند انواع غیر
مشروع عمل میں لاتا ہے لیکن اُسکو ازجنس قبائح و فضائح جانتا ہے
کہ عیب کے مانند اُسکو چھپاتا ہے اور اُسکی پردہ داری میں بجان و
دل کوشش کرتا ہے اگرچہ محافل لہو و لعب و مجالس نشاط و
طرب آراستہ کرتا ہے اور شرب خمور اور ضرب طنبور کے ساتھ
شغل رکھتا ہے لیکن خلوتخانہ فارغ از بیگانہ میں یارانِ مجالس
اور معاشرانِ موانس کے ساتھ اس محفل کو گرم کرتا ہے اور

اشتہار این امر شرم میدارد و اگر احیاناً کسے او را باین قبائح نسبت
می نماید ہر آئینہ بانواع حیلہ بازی و سخن سازی او را دفع میفرماید و ہمچنین
اگر احیاناً بطمع حصول مال یا بالطیش و غضب از وے بہ نسبت شخصے
نوعے از ظلم و جور صادر گردید و بجان او یا مال او گزندے رسید و کسے
او را برین معنی سرزنش نمود و بر صدور این قبیح او را معاتب
فرمود پس با نسبت این امر را از خود دفع میکند کہ این امر از
فلان شخص صادر گردیدہ نہ از من و فلان کس امیر کبیر است کہ بر و دست
من باین حد نمی رسد کہ او را باز پرس کنیم یا دار و گیر نمائیم آرے
بہ تدبیر و تدریج از وے انتقام این امر خواہم کشید و بپاداش ظلم و
تعدی او را خواہم رسانید یا بصدور این جرم یعنی تعدی و
ظلم اعتراف می نماید و بمکافات او اقرار میکند کہ آن مظلوم را
راضی خواہم گردانید و مال او را باو خواہم رسانید و ہمچنین
در اظہار رسوم تجبر و تکبر یک حیلہ شرعیہ می آمیزد و مثلاً مسندے
برائے خود معین کرد و دل او بنا بر تجبر و تکبر میخواہد کہ کسے دیگر
بر و نہ نشیند بلکہ کسے بر و دست ہم نرساند اما جان خود را در زمرہ
موسوسین شمرد و بہمین حیلہ رسم تکبر و تجبر ادا کرد و بظاہر ہمین معنے
اظہار نمود و در باب طہارت و نجاست وسواس بسیار میدارم
و آن را از جنس احتیاط و تقوی می شمارم اگر کسے باو دست خواہد
رسانید ہر آئینہ در زعم من آن را نجس خواہد گردانید بنا بران باین امر
راضی نیستم کہ کسے متصل او می نشیند یا باو دست خود برساند پس
در پردہ این حیل و امثال آن اتباع ہوائے نفسانی و اقتدائے
وساوس شیطانی می نماید و باین چرب زبانی جان خود را با تہام این
قبائح نمی آلاید پس این قسم سلاطین جابرین اگر در باب صلح و جنگ و ظلم و
فسق صاحب عصمت باشند پس بمفہوم امام داخل اند فاما اقسام سابقہ
اصلا در افراد صاحب عصمت شمار کردہ نشیند پس احکام امام کہ در مباحث آئندہ

اس امر کے اشتہار سے شرم رکھتا ہے اور اگر اتفاقاً کوئی شخص اسکو ان
برائیوں کی طرف منسوب کرتا ہے البتہ انواع حیلہ بازی اور سخن سازی کے
ساتھ اسکو دفع کرتا ہے ایسے ہی اگر احیاناً حصول مال کی طمع اور طیش و
غضب کی وجہ سے اس سے کسی شخص کی نسبت کسی قسم کا ظلم و جور
صادر ہوا اور اسکی جان یا مال کو گزند پہنچا پھر کسی نے اس معنی پر ملامت
کی اور اس قبیح کے صدور اور اس برائی کے ظہور پر معاتب فرمایا پس تو
اس کی نسبت کو اپنی ذات سے دفع کرتا ہے یہ امر فلان شخص سے صادر ہوا نے مجھکو
نہیں کیا فلان شخص امیر کبیر ہے کہ اسپر میرا قبضہ اس حد کو نہیں پہنچا کہ اسکو
باز پرس کے مقام میں لاؤں یا مکان باز پرس میں پہنچاؤں ہاں
بہ تدبیر و تدریج اس سے اسکا بدلہ لونگا اور ظلم و تعدی کا مزہ چکھاؤنگا
یا اس جرم کے صدور یعنی ظلم و تعدی کا اقرار کرتا ہے اور اس کے
مکافات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس مظلوم کو راضی کرونگا اور اسکا
مال اسکو دونگا۔ ایسے ہی اظہار رسوم تجبر و تکبر میں ایک حیلہ شرعیہ
ملاتا ہے مثلاً ایک مسند اپنے واسطے معین کی اور اسکا دل تجبر و
تکبر کی وجہ سے چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا اسپر نہ بیٹھے بلکہ کسی کا
ہاتھ بھی اسپر نہ پہنچے اور اپنی جان کو وسوسہ والوں کے
زمرہ میں گنا اور ایسے حیلہ سے تکبر و تجبر کی رسم ادا کی اور بظاہر
یہی بات ظاہر کی کہ طہارت اور نجاست کے معاملہ میں مجھکو
وسواس بہت ہے اور اسکو منجملہ احتیاط و تقوی جانتا ہوں اگر
کوئی اسکو ہاتھ لگائیگا میرے نزدیک اسکو نجس کر دیگا
بنا بریں اس امر سے میں راضی نہیں ہوں کہ کوئی اسکے
پاس بیٹھے یا اسکو اپنا ہاتھ لگائے پس ان حیلوں کے
پردہ میں ہوائے نفسانی کا اتباع اور وساوس شیطانی کا اقتدا
کرتا ہے اور اس چرب زبانی کے ساتھ ان قباحتوں کی تہمت سے
اپنی جان کو بچاتا ہے پس اس قسم کے سلاطین جابر ہیں اگر
صلح و جنگ اور ظلم و فسق کے بارہ میں صاحب عصمت ہوں تو
مفہوم امام میں داخل ہیں لیکن اقسام سابقہ اصلاً افراد صاحب
وعصمت [illegible]

الرعیۃ الشکر واذا جار کان علیہ الاصر وعلی الرعیۃ الصبر تحقیق کلام درین مقام آنست کہ ترکِ وفاقِ سلطانِ جابر وخلعِ بیعت او واظہارِ خروج وبغی برو یا بنا بر سرزنشِ جرمِ اوست ومعاوضۂ ظلمِ او وتسکین لہب غضب کہ بسبب تعدی او افروختہ وتسلیِ قلب کہ بنا بر جور او سوختہ یا بنا بر حفظ ملت ونظمِ امت ست کہ بسبب شیوع فواحش وقبائح در احکامِ ملت فتنہ وفساد راہ یافتہ وبسبب ظہورِ ظلم وتعدی نظمِ امت برباد رفتہ پس اول بغایت مردود ست از اخبثِ معاصی ومنکرات ثانی نہایت محمود ست از افضل عبادات وطاعات پس حدیثِ اول ناظر ست بشق ثانی وحدیثین آخرین بشق اول پس مراد از شدائد در حدیث اول شدائدِ دینی ست یعنی ظہورِ فواحش وشیوع قبائح چنانچہ کلمۂ لاینجو منہ الا رجل عرف دین اللہ بران دلالت میدارد چہ بلائیکہ باعثِ نجات ازان معرفت دینِ حق تواند بود ہمین فتنۂ دینیہ باشد نہ فتنۂ دنیویہ واز مخالفت سلطانِ وقت کہ نجات ازان عارف را متصور ست نہ جاہل را و نیز اختلافیکہ درمیانِ علماءِ امت درین مسئلہ واقع ست کہ امام بسبب فسق وظلم از امامت خود معزول میشود یا نہ کلام اکثر علماء حنفیہ ناظر ست بثانی وکلام بعضے از علماء شافعیہ باول این اختلاف را ہم فی الحقیقت اختلاف نباید فہمید بلکہ کلام ہر دو فریق را بایں وجہ تطبیق باید کرد کہ کسیکہ حکم بانعزال او کردہ مراد از فسق وظلم مجاہرت فسق وظلم ست تا حدیکہ دعوت بسوے این قبائح حالاً یا قالاً متحقق گردد وکسیکہ حکم بعدم انعزال او کردہ پس مراد ش از فسق وظلم ہمانست کہ بحد مجاہرت ودعوت نرسیدہ باشد پس مذہب واجب القبول درین مسئلہ ہمین ست کہ مجاہرت فسق وظلم امام را معزول میگرداند یا مستحق عزل

رعیت پر شکر اگر ظلم کرتا ہے تو اُسکو گناہ ہوتا ہے اور رعیت کو صبر چاہیے) تحقیق کلام اس مقام میں یہ ہے کہ سلطان جابر کی وفاقت کا ترک کرنا اور اُسکی بیعت سے علیحدہ ہونا اور اُسپر خروج وبغاوت کا اظہار یا تو اس وجہ سے ہے کہ اُسکے جرم کی سرزنش کی جاے اور مظلوموں کی تسکینِ قلب کی جاے یا اس بنا پر ہے کہ حفظِ ملت اور نظمِ اُمت ہو کہ بدکاریوں اور برائیوں کے جاری ہونے کے باعث احکامِ ملت میں فتنہ اور فساد پڑا ہوا ہے اور جور وستم کے ظاہر ہونے سے نظمِ اُمت برباد ہوا ہے پس اول بدترینِ معاصی اور منکرات سے بغایت مردود ہے اور ثانی افضل عبادات اور اکمل طاعات سے نہایت محمود ہی پس حدیث اول شق ثانی کی طرف مشیر ہے اور پچھلے دونو حدیثیں شق اول کی طرف اشارہ کرتی ہیں پس مراد شدائد سے کہ حدیث اول میں مذکور ہوئیں شدائد دینی ہے یعنی ظہورِ فواحش اور شیوع قبائح ہے چنانچہ کلمہ (ترجمہ نہیں بچتا ہے اُس سے مگر وہ شخص کہ پہچانا اللہ کا دین) اُسی پر دال ہے کیونکہ جس بلا سے کہ دین حق کے معرفت کی وجہ سے نجات پاتے ہیں وہ یہی بلاے فتنۂ دینیہ ہے نہ فتنۂ دنیویہ اور مخالفت سلطان وقت سے نجات عارف کو متصور ہے جاہل اس سے بے بہرہ ہے۔ اور وہ اختلاف کہ مابین علماء امت اس مسئلہ میں واقع ہی کہ امام فسق وظلم کے سبب سے امامت سے معزول ہوتا ہے یا نہیں سو اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک معزول نہیں ہوتا ہی بعض علماء شافعیہ کے نزدیک معزول ہوتا ہی اس اختلاف کو بھی فی الحقیقت اختلاف نہ خیال کرنا چاہیے بلکہ دونو فریق کے کلام میں اسطرح پر تطبیق دینا چاہیے کہ جس فریق نے اُسکے معزولی کا حکم دیا اسکی مراد فسق وظلم سے مجاہرت فسق وظلم ہے اس حد پر کہ دعوت ان قبائح کی طرف حالاً یا قالاً متحقق ہوئی اور جس فریق نے اُسکی عدمِ معزولی کا حکم کیا اُسکی مراد فسق وظلم سے یہی ہی کہ حد مجاہرت اور دعوت کو نہ پہنچا ہو پس مذہب واجب القبول اس مسئلہ میں یہی ہے کہ فسق وظلم کا اعلان امام کو معزول کرتا ہی یا مستحق عزل بناتا ہی

طلق صدورِ فسق وظلم بے مجاہرت ودعوت ہرگز او را معزول
بگرداند ونہ مستحق عزل وتفصیل دلیل آن موقوفست بر تمہید
مقدمہ بیانش آنکہ شارع جل شانہ ببعضے احکام امر میفرماید و
آنرا وسیلہ امورے دیگر مینماید یعنی مقصود از اقامت آن احکام
تحصیل غرضے میباشد وحصول منفعتے کہ آن احکام را بنا بر تحصیلِ
آن غرض معین فرمودہ ووسائل آن منافع مقرر نمودہ مثلاً
عقد بیع بنا بر ہمین معنی مشروع گردیدہ کہ مشتری تملک مبیع حاصل
شود وبائع را تملک ثمن وعقد نکاح بنا بر ہمین معنی مشروع شدہ کہ
جانبین را حل استمتاع بدیگرے حاصل شود پس اگر معاملات
مذکورہ بوجہے منعقد شود کہ غرض مقصود برو مترتب نگردد.
پس آن معاملہ از اصل باطل ست یا قریب البطلان کہ ہر واحد را
از طرفین نقض آن معاملہ میرسد مثلاً مال شخصے در دریا افتادہ او
را بدست کسے فروخت پس ہرچند آن مال در دریا موجودست و
ملک بائع برو متحقق اما از انجا کہ حصول تملک مشتری کہ غرض
از عقد بیع ست درین صورت متعذر بنا علیہ این بیع باطل گردید
وہمچنین نکاح مسلم با مشرکہ ہرچند یکے از طرفین بجاے خود لائق عقد
نکاح ست وارکان نکاح کہ ایجاب وقبول ست ہم درین صورت
متحقق گردد اما از انجا کہ حل تمتع مفقودست نکاح مذکور باطل و
ہمچنین عنینیت در جانب زوج ورتق وفتق در جانب زوجہ
کہ این عیوب ہم مانع لزوم نکاح ست چون این مقدمہ ممہد شد
پس باید دانست کہ مقصود از نصب امام حفظ احکام ملت ست ونظم
اجتماع امت چنانچہ ملا علی قاری در شرح فقہ اکبر فرمودہ ان المسلمین
لابد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة
حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم واخذ صدقاتهم
وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع

اور مطلق صدور فسق وظلم بے مجاہرت اور دعوت ہرگز اسکو نہ معزول
کرے اور نہ مستحق عزل اسکے دلیل کی تفصیل ایک مقدمہ کی تمہید پر
موقوف ہے بیان اسکا یہ ہے شارع جل شانہ بعض احکام کے ساتھ
امر فرماتا ہے اور اسکو دوسرے امور کا وسیلہ بناتا ہے یعنی اُن
احکام کے قائم کرنے سے مقصود کسی غرض کی تحصیل ہوتی ہے
اور اُس منفعت کا حصول مقصود ہوتا ہے کہ اُن احکام کو اُس
غرض کی تحصیل کے بنا پر معین فرمایا ہے اور اُن منافع کے
وسائل مقرر کئے مثلاً عقد بیع اسی معنی کے واسطے مشروع ہوا
کہ مشتری کو تملک مبیع حاصل ہوئی یعنی اُس چیز کا مالک بنجاے
اور بائع ثمن کا مالک ہوجاے اور عقدِ نکاح اسی واسطے مشروع
ہوا کہ جانبین کو ایک دوسرے سے حل استمتاع حاصل ہوئے
پس اگر معاملات مذکورہ ایسے وجہ پر منعقد ہویں کہ غرض مقصود
اُسپر مترتب نہو تو وہ معاملہ اصل سے باطل ہے یا قریب البطلان ہے
کہ ہر واحد کو طرفین سے اُسکا نقض پہنچتا ہے مثلاً کسی نے مال
دریا میں پڑا ہوا کسی کے ہاتھ فروخت کیا پس ہرچند وہ مال تہ
دریا میں موجود ہے اور ملک بائع کی اُسپر متحقق ہے لیکن جس صورت
میں کہ حصول ملکیت مشتری کہ مقصود از بیع ہے متعذر ہے بناءً علیہ
یہ بیع باطل ہوئی اور ایسے ہی مسلمان کا نکاح مشرکہ کے ساتھ کہ
ہرچند ایک شخص طرفین سے بجاے خود لائق عقد نکاح ہے اور
ارکان نکاح کہ ایجاب وقبول ہے بھی اس صورت میں متحقق ہے
لیکن از انجا کہ حل تمتع مفقود ہے نکاح مذکور باطل ہے اور ایسی ہی
زوج کی عنینیت اور زوجہ کا رتق وفتق مانع لزوم نکاح سے ہے
جو یہ مقدمہ ممہد ہوا تو جاننا چاہیے کہ مقصود نصب امام سے حفظ
احکام ملت ہے اور نظم اجتماع امت چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ
شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ترجمہ بیشک مسلمانوں کو امام ضرور ہے
کہ قائم ہو واسطے جاری کرنے احکاموں اُنکے کے اور حدیں قائم
کرے اور دفع کرے ضروریات اُنکی کو اور تیار کرے لشکر اور صدقات
لیتا ہے اور ڈراوے تغلب کرنیوالوں کو اور رہزنوں کو اور قائم رکھے

والاعیاد وتزویج الصغار والصغائر الذین لا اولیاء
لهم وقسمة الغنائم ونحو ذلك من الواجبات
الشرعیة التی لا یتولّٰیها احاد الامة انتهٰی

پس سلطان جابر وقتیکه فسق وظلم او بحدے رسیده باشد که این منفعت
مذکوره بر ریاست او مترتب نگردد بلکه مفضی گردد از وبملت و امت بر مثل ظهور
قبائح وشیوع فواحش و مداهنت در دین وغلبهٔ مفسدین وترک جمعه واعیاد
بلکه ترک اصل صلوات وامثال ذلک پس درین صورت لابد از امامت
خود معزول خواهد گردید یا مستحق عزل خواهد شد فاما اگر این غرض متحقق و
مترتب ست گو که در معاملات خاصه خود فاسق باشد پس حکم
بانعزال او هرگز متوجه نیست چه کلام درین مقام در امامت سیاست
است نه در امامت باطنه که اتباع اقوال وافعال واقتدائے اخلاق و
احوال او موجب نجات ست و باعث رفع درجات و سبب حصول عطیات
وجالب نزول برکات بلکه همین بندوبست صلح وجنگ و نظم ونسق عدالت
وسیاست بر قوانین شریعت درین مقام کافی ست نکتهٔ ثالثه باید دانست
که از بیان سابق چنان واضح گردید که مدار ثبوت امامت بر همین معنی دعوت
است حالانکه کسے از علماء سلف وخلف این معنی را از شروط امامت
نشمرده بلکه کسے از ایشان در مقام بیان شروط امامت این
معنی را بطریق رمز واشاره هم ذکر نکرده پس لابد نوعے از استعجاب
واستبعاد سامعین را لاحق حال خواهد گردید که این مشاهیر علماء وجماهیر
فضلاء مثل این رکن رکین را چگونه در مقام ذکر امامت فرو گذاشتند
ودر بیان شروط دیگر همت گماشتند و شرح این اجمال وحل
این اشکال موقوف ست بر تمهید یک مقدمه بیانش آنکه هرگاه
لفظے از الفاظ بر مفهومے از مفهومات دلالة میدارد لابد بعضے لوازم آن
مفهوم بسبب ظاهر و باهر بودن چنان میباشد که از نفس اطلاق لفظ مستفاد میشود بی التفسیر
یا از بیان منعت و بعضے دیگر بوجهے مخفی می باشد که احتیاج به بیان

اور عیدوں کو اور نکاح کرائے جن بچوں کے ولی نہیں ہیں اور تقسیم
کرے غنیمتوں کو اور اسی قسم کے اور ضروریات شرعیہ جنکا ہر واحد
واحد والی نہیں ہو سکتا ہے) پس سلطان جابر کا ظلم وفسق جس وقت
اُس حد کو پہنچا ہو کہ یہ منفعت مذکورہ اُسکی ریاست سے حاصل نہ ہووے
بلکہ اُس سے ملت و اُمت کو مضرت اور نقصان پہنچے مثلاً بدکاریوں
اور برائیوں کا رواج پانا دین میں سستی اور غفلت مفسدین کا غلبہ
اور شوکت جمعہ اور عیدین کا ترک ہونا بلکہ اصل صلوات کا ترک
ہونا وغیرہ وغیرہ پس اس صورت میں لابد اپنی امامت سے معزول
ہوگا یا مستحق عزل شمار کیا جائیگا لیکن اگر یہ غرض ثابت اور حاصل ہے
گو اپنے معاملات خاصہ میں فاسق ہو پس ہرگز اُسکی معزولی کا
حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ کلام اس مقام میں امامت سیاست میں ہے نہ
امامت باطنہ میں کہ اُسکے اقوال وافعال کا اتباع اور اُس کے
اخلاق واحوال کا اقتدا موجب نجات ہے اور باعث رفع درجات ہے
اور سبب حصول عطیات ہے اور جالب نزول برکات ہے بلکہ یہی
صلح وجنگ کا بندوبست اور عدالت وسیاست کا نظم ونسق قوانین
شریعت پر اس مقام میں کافی ہے نکتہ ثالثہ معلوم کرنا چاہیے
کہ بیان سابق سے ایسا واضح ہوا کہ امامت کے ثبوت کا مدار وجود
معنی دعوت پر ہے حالانکہ کسی نے علماء سلف اور خلف سے اس
معنی کو شروط امامت سے نہ شمار کیا ہے بلکہ کسی نے اُن میں سے
مقام بیان شروط امامت میں اس معنی کو رمز واشارہ کے طور پر بھی
ذکر نہ کیا پس بالضرور ایک قسم کا تعجب اور استبعاد سامعین کو لاحق
حال ہوگا کہ ان مشاہیر علماء اور جماہیر فضلاء نے ایسے رکن رکین کو کس واسطے
مقام ذکر امامت میں فروگذاشت کیا اور دوسرے شرطوں کے
بیان میں ہمت کو کام فرمایا اس اجمال کی شرح اور اس اشکال کا
حل ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے بیان اُسکا یہ ہے کہ جس وقت
کوئی لفظ منجملہ الفاظ مفہومات میں سے کسی مفہوم پر دلالت
رکھتا ہے بالضرور اُس مفہوم کے بعض لوازم اُس درجہ کو ظاہر وباہر
ہوتے ہیں اور بعض لوازم ایسے طور پر مخفی رہتے ہیں کہ بیان کی حاجت

می دارد پس در مقام ذکر لوازم و شروط همین لوازم خفیه را ذکر می نمایند تا
قیل و قال و بحث و جدال و اثبات و ابطال بران متوجه گردد و حق از
باطل ممیز شود و اما لوازم ظاهره پس فکر آن را در اکثر مقامات فرو
میگذارند و آن را در ضمن بیان لفظ در حکم مذکور می شمارند مثلاً هرگاه
لفظ رسول الله اطلاق کنند لابد از ان مفهوم میگردد که صاحب
این منصب را در مراتب وجاهت عند الله بنسبت سائر افراد
انسانی امتیازے حاصل ست که دیگران را حاصل نیست و هرگاه
تفسیر این لفظ می کنند که مراد از رسول شخصے ست که از جانب
حق برائے تربیت خلق مبعوث باشد لابد از ان مستفاد خواهد گردید
که او را علمے از بارگاه حضرت حق جل شانه حاصل می شود که دیگری
را حصول این علم بلا واسطه متصور نیست و چون منفعت آن را
بیان کنند که مقصود از رسالت هدایت اهل سعادت ست و اتمام
حجت بر اهل شقاوت لابد از ان مستفاد میشود که صاحب تربیت کامله
باشد و دعوت بالغه پس امثال این امور از لوازم ظاهره منصب
رسالت ست و لهذا اکثر در بحث نبوت مذکور میگردد و منصب
رسالت را لوازمے ست خفیه که حقیقت آن بعد از استعمال نظار
عمیقه و افکار دقیقه منکشف میگردد مثل عصمت ایشان از
صغائر و کبائر و تفضیل ایشان بر ملائکه مقربین و امتیاز
ایشان از اکثر افراد انسان بحسب حقیقت و ماهیت پس
امثال این امور از لوازم خفیه منصب رسالت ست و لهذا
مباحث نبوت از امثال همین مسائل مشحون ست که مطرح
انظار اهل تدقیق ست و مطمح ابصار اهل تحقیق چون این مقدمه
ممهد شد پس میگوئیم که هرگاه منفعت نصب امام بیان کرده که لابد
لهم من امام لیجهز جیوشهم و یسد ثغورهم الخ خود بخود ازین
بیان واضح گردید که درین ابواب صاحب دعوت باشد بتکریر و تجدید ذکر او هیچ

رکھتے ہیں پس مقام ذکر لوازم اور شروط میں انھیں لوازم خفیہ کو ذکر
کرتے ہیں تاقیل و قال اور بحث و جدال اور اثبات و ابطال اُسپر
متوجہ ہو اور حق باطل سے متمیز ہو لیکن لوازم ظاہرہ پس انکا ذکر
اکثر مقامات میں چھوڑ دیتے ہیں اور اُسکو اُسی الفاظ کے ضمن میں
حکم مذکور میں شمار کرتے ہیں مثلاً جس وقت لفظ رسول اللہ بولیں لابد
اُس سے سمجھا جاتا ہے کہ اس منصب والے مراتب وجاہت میں
عند اللہ بہ نسبت جملہ افراد انسانی ایک قسم کی امتیاز حاصل ہے کہ
دوسروں کو حاصل نہیں اور جسوقت اس لفظ کی تفسیر کیجاتی ہے
کہ مراد رسول سے وہ شخص ہے کہ جانب حق سے خلق کی تربیت کے
واسطے مبعوث ہے لابد اُس سے مستفاد ہوگا کہ اُسکو علم بارگاہ
حضرت حق جل شانہ سے حاصل ہوتا ہے کہ دوسرے کو اس علم کا
حصول بلاواسطہ متصور نہیں اور جب اُسکی منفعت بیان کریں کہ
مقصود رسالت سے ہدایت اہل سعادت ہے اور اتمام حجت
اہل شقاوت پر ہے لابد اُس سے مستفاد ہوتا ہے کہ صاحب
تربیت کاملہ ہو اور دعوت بالغہ پس ایسے امور منصب رسالت کے
لوازم ظاہرہ ہیں اور اسی وجہ سے اکثر بحث نبوت میں مذکور ہوتے ہیں
اور منصب رسالت کے کسی قدر لوازم خفیہ ہیں کہ انکی حقیقت انظار
عمیقہ اور افکار دقیقہ کے استعمال کے بعد منکشف ہوتی ہے
اور جملہ صغائر و کبائر سے انکی عصمت اور تمام ملائکہ مقربین پر
اُنکی فضیلت اور اکثر افراد انسان سے انکی امتیاز بحسب حقیقت و
ماہیت ہے پس ایسے امور منصب رسالت کے لوازم خفیہ میں سے
ہیں لہذا تمام مبحث نبوت انھیں جیسے مسائل سے مشحون
اور پُر ہے اور مطرح انظار اہل تدقیق ہے اور مطمح ابصار اہل
تحقیق اس مقدمہ کی تمہید کے بعد کہتا ہوں کہ جس وقت
امام کے نصب کی منفعت کا بیان ہوا کہ (ترجمہ انکے لیے
امام کا ہونا ضروری ہے تاکہ انکے لشکروں کی تیاری اور اُنکے
حدود کی نگہبانی کرے) خود بخود اس بیان سے واضح ہوا کہ
ان ابواب میں صاحب دعوت ہو اُسکے ذکر کی [illegible]

حاجت نیست بخلاف سائر شروط مثالش آنکہ در مقام بیان شروط قاضی ذکر علم و دیانت او می شود نہ اینکہ از لوازم این منصب ست کہ ہمت خود را بفیصل خصومات گمارد و آن را از اہم مقاصد خود شمارد کہ آن از لوازم ظاہرہ تصور این منصب ست حاجت بیان ندارد و ہمچنین در مقام بیان اوصاف امام صلوٰۃ ذکر علم و قرءۃ و تقوی می شود نہ آنکہ از لوازم اوست کہ ہمت خود را بہ ادائے صلوٰۃ گمارد و او را از جملہ فرائض انگارد و ہمچنین در مقام بیانِ اوصافِ مؤذن ذکرِ طہارت استقبال قبلہ و معرفت وقت میشود نہ اینکہ از شروط اوست کہ گنگ نباشد یا سدۂ بلغم در حلقوم بوجہے نداشتہ باشد کہ جہرِ صوت از و اصلا ممکن نباشد چہ این معنی از لوازمِ تصورِ منفعت اذان ست ہمچنین وجود دعوت از لوازم تصورِ منفعتِ امامت ست اینست انچہ از بیانِ حقیقتِ امامت و ذکر اقسام آن درین باب بتائید رب الارباب بر منصۂ ظہور رسید و عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ احکامِ امام در ابواب آئندہ بالاستیعاب مذکور خواہد گردید واللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل وھو حسبی و نعم الوکیل

ضروری نہیں بخلاف جملہ شروط مثال اُسکی یہ ہے کہ مقام بیان شروط قاضی میں اُسکے علم و دیانت کا ذکر ہوتا ہے اور اس بات کا ذکر نہیں ہوتا کہ اس منصب کے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت کو فیصل خصومات میں کام فرمائے اور اُسکو اپنے اہم مقاصد سے خیال میں لائے کیونکہ یہ اس منصب کے تصور کے لوازمِ ظاہر سے ہے حاجتِ بیان نہ رکھے اور ایسے ہی امام صلوٰۃ کے اوصاف کے بیان میں علم اور قرأت اور تقوی اور طہارت کا ذکر ہوتا ہے اور اس بات کا مذکور نہیں ہوتا کہ اُسکے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت ادائے صلوٰۃ میں کام میں لائے اور اُسکو از جملہ فرائض جانے اور ایسے ہی امام صلوٰۃ کے اوصاف کے بیان میں علم اور قرأت اور تقوی اور طہارت کا ذکر ہوتا ہے اور اس بات کا مذکور نہیں ہوتا کہ اُسکے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت ادائے صلوٰۃ میں کام میں لائے اور اُسکو از جملہ فرائض جانے اور ایسے ہی مقام بیانِ اوصافِ مؤذن میں طہارت اور استقبال قبلہ اور معرفت وقت کا ذکر ہوتا ہے نہ یہ کہ اُسکے شروط میں سے ہے کہ گنگ نہو یا سدۂ بلغم حلقوم میں اسی وجہ پر نہ رکھتا ہو کہ جہرِ صوت اُس سے اصلا ممکن نہو کیونکہ یہ معنی تصور از لوازمِ منفعتِ اذان ہے ایسے ہی وجودِ دعوت لوازمِ منفعت امامت سے ہے یہانتک امامت کی حقیقت کا بیان اور اُسکے اقسام کا ذکر اس باب میں بتائید رب الارباب بمنصۂ ظہور پہنچا عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ احکامِ امام ابواب آئندہ میں بالاستیعاب مذکور ہونگے

خاتمۃ الطبع ۔ مقتدیان و پیروان صراط المستقیم را مژدہ و منتفقان آثار و حدیث رحمۃ للعالمین را صلہ صد الحمد کہ درین زمان میمنت توامان ظہور امام عالی مرتبت بذہب ملت بیضا یعنی کتاب مستطاب منصب امامت بعد صحت تامہ بقالب طبع برآمد و در قلب اہل ایمان یقین روح تازہ در آورد فقط

اطلاع ۔ جناب مکارم اخلاق منشی محمد اسحاق صاحب بصرف کثیر باعث اشاعت فیضان اس ترجمہ منصب امامت کے ہوئے اور زیور طبع سے آراستہ کرکے جابحقوق کاپی رائٹ محفوظ کرالئے گئے جن صاحب کو اس رسالہ سے مستفید ہونا ہو وہ مطبع فاروقی دہلی سے طلب فرما کر ممنون منت فرما دیں فقط

المشتہر سید محمد معظم عفی عنہ مالک و مہتمم مطبع فاروقی دہلی ۔